

# تاریخ گجرات

مُصَنَّفٌ

شاہ ابوتراب ولی

مترجمہ

شبیر احمد

بی۔ اے (آنرز) ایم۔ اے (الہ آباد)

ایم۔ اے (کلکتہ)

ہندوستانی پبلیشنگ ہاؤس، الہ آباد

قیمت ۵ روپیہ

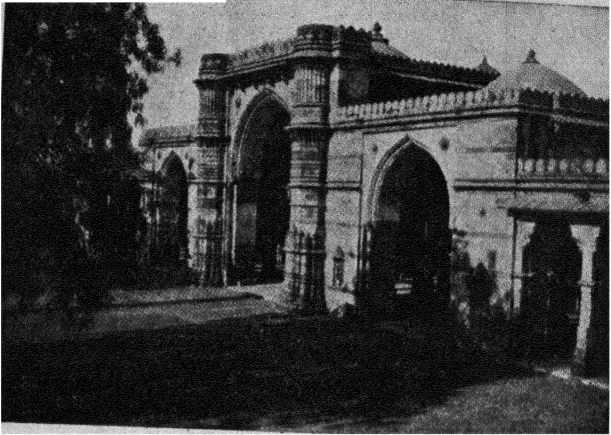
۱۷۴۲۸

۹۵۴۵۴۲

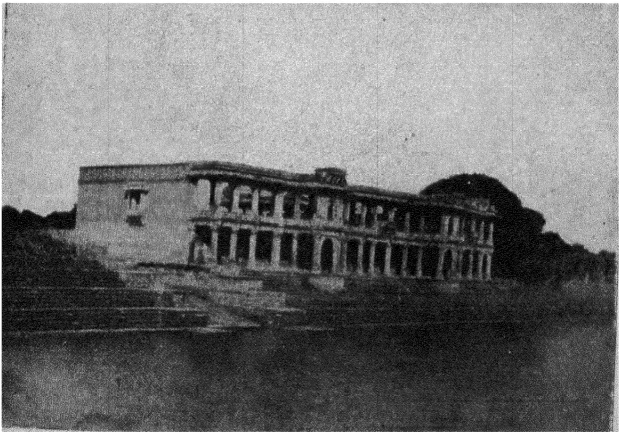
شش - ت - تاریخ جزرات

باہتمام حکیم فظا محمد سلیم صاحب سیمپتی پرائیویٹ

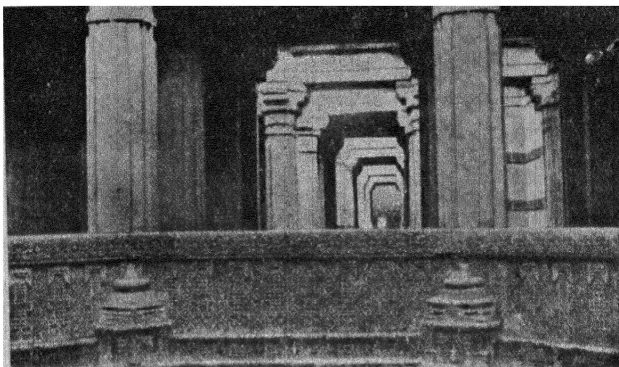
میں طبع ہوئی



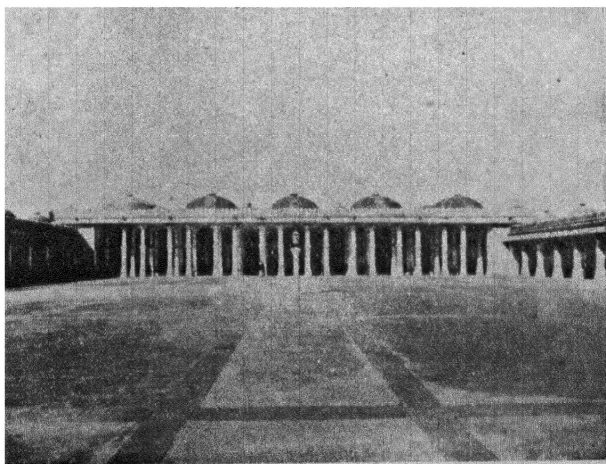
احمد آباد، جامع مسجد سلطان احمد شاہ اڈا کے عید میں تشریف لائی



محمود بیکانہ کا باقی ماندہ قصر سرخ میں



بائی حریر کا دوا سر دایں احمد آباد کے قریب



سر خج کی مسجد



## مقدمہ

تاریخی کتابوں کے مقدمے عموماً مصنف کی زندگی، تصنیف کی اہمیت اور احاطہ بیان صاحب تصنیف کی طرز و شکل۔ واقعات کی صداقت یا بطلان پیش کرتے ہیں۔ اس (Ross) کے انگریزی دیباچہ کا ترجمہ ہم کو مصنف کی سرگذشت سے بے نیاز کرتا ہے جو اپنی جگہ پر خود نشر ہے۔ اور اسی لئے میں ایک نئے جادہ کی طرف پیش قدمی کروں گا۔

ان اوراق میں گجرات کی مربوط گو مختصر تاریخ پیش کی جائے گی۔ تاریخ میں ادوار کی تقسیم ذہنی سہل انگاری کا نتیجہ ہوتی ہے کسی ملک کی تاریخ سمجھنے کے لئے مہنی سے بے بہرہ رہنا ممکن ہی نہیں۔ حال ماضی کا آئینہ ہے اور ماضی کے نقوش خواہ وہ دھندلے ہی کیوں نہ ہوں 'حال' میں ہیں طور سے ظاہر ہوتے ہیں۔ البتہ اب دلی کی تاریخ گجرات جس کا ترجمہ ناظرین کے پیش نظر ہے سلطنت گجرات کے ایک خاص دور یعنی بہادر شاہی سلطنت اور مابعد سے تعلق رکھتی ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ہم اس دور کے گرد و پیش کو سمجھیں۔

اسلامی فتح گجرات سے ماقبل کی تاریخ جو پندرہ صدی پر یعنی چوتھی صدی قبل مسیح سے لے کر تیرھویں صدی عیسوی تک، حاوی ہے۔ ایک داستان پارینہ ہے اور تقریباً ہر سال کے تاریخی واقعات پر درہ حجاب میں ہیں۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں چند حکمت مور یہ اور اس کے جانشین گجرات پر قابض تھے، سوریگپتا، ولاہی اور چاودہ کے سلاطین یکے بعد دیگرے گجرات کو اپنے تصرف میں لاتے لیکن اس دور کی تاریخ صرف سکون اور کتبوں سے ماخوذ ہے جس کا سہرا اکثر بھول چکے ہیں اندراجی کے سر ہے۔ دسویں صدی میں چالوکیہ اور ولھیکلا سلاطین گجرات کے فرمانروا

ہوئے۔ اسی وقت سے یہیں تاریخی قحط دستیاب ہوتے ہیں، جس سے صحیح تاریخ اخذ کی جاسکتی ہے۔ اشوک اور ذورادین کا کتبہ جو کوہ گرمار میں پایا جاتا ہے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ سمرگرت کا کتبہ گبتا خاندان کے تسلط کی داستان سناتا ہے۔ بہر حال جو تاریخ ڈاکٹر بھوہر۔ جیکسن اور اندراجی نے مرتب کی ہے اس کی تفصیل کی گنجائش یہاں نہیں۔

دلا بھی گوجر خاندان سے تھے۔ مورخین ان کا تعلق گرمستان ایران سے بتاتے ہیں۔ دلا بھی خاندان نے تقریباً ۵۵۸ء سے ۳۴۷ء تک نادودہ کی راجدھانی سے حکومت کی۔ چاود اور چاکو کیدہ خاندان جس کا دارالسلطنت نہروالا بنو تھا اور جن کی حکومت آٹھویں صدی سے تیرھویں صدی تک قائم رہی بھی گوجر تھے۔ علاوہ بریں جنوبی راجپوتانہ میں بھی گوجر خاندان نے فریڈیل کے دارالسلطنت سے فراخولی کی اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ خطہ گوجر رہتا۔ یا ملک گوجر کیوں کہلایا۔ یہی گوجر رہتا ایک زمانہ کے بعد گجرات ہو گیا۔

چاودا حکومت ۱۱۷۷ء سے ۱۲۹۹ء تک

یہ قرین قیاس ہے کہ چاودا کے سلاطین جنھوں نے دلا بھی سلطنت کے زوال کے بعد دوسو برس تک اپنی حکومت شمالی گجرات میں قائم کی۔ دلا بھی خاندان سے تھے اور ان کے عامل تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ نہروالا پٹن کی بنیاد ڈالنا تھی۔ اس کے قبل ان کی راجدھانی پنجسر تھی۔ دن راج نے نہروالا پٹن کی بنیاد ۱۱۷۷ء میں ڈالی۔ یہ ہندوؤں کا آخری اور مشہور ترین دارالسلطنت ہے۔ اسلامی عہد میں بھی کئی صدی تک حاکم نشین بنا رہا۔

سمت سنگھ چاودا خاندان کا آخری فرماں روا ہے۔ یہ لاولد تھا اس لئے اس نے مولراج کو مہتمم کر لیا۔ مولراج سمت کا بھتیجا تھا۔ اس نے اپنے چچا کو مار ڈالا

اور چالوکیہ سلطنت قائم کی۔

چالوکیہ یا سولانگی ۹۴۶ء سے ۱۲۴۶ء تک

سولراج ۹۴۶ء سے ۹۵۶ء تک چالوکیہ خاندان کا عظیم الشان بانی ہے۔ اس کی فتوحات قابلِ قدر ہیں۔ اس نے ابوالوار سیوا پر قبضہ جمایا اور سواراشر کے راہب کو اُن کے دارالسلطنت دتھالی میں سخت شکست دی۔ چاودا خاندان کے خون بے اثر نہ گئے اور سولراج اپنے احوال سے نادم ہو کر گوشہ نشین ہو گیا اور اپنے لڑکے چیمند کو تخت نشین کیا۔ سولراج نے رورا ملا کے قہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس عظیم الشان عمارت کے آثار آج بھی باقی ہیں۔ سولراج کے بعد چیم دیو اول (۱۲۲۶ء سے ۱۲۴۶ء تک) خاص اہمیت رکھتا ہے۔ محمود غزنوی کی سومات کی فتح اسی زمانہ میں پیش آئی۔ ہندو مورخین اس کے متعلق کچھ بھی بیان نہیں کرتے لیکن اسلامی مورخین صاف صاف لکھتے ہیں کہ چیم دیو کے زمانہ میں سوماتھ پر حملہ ہوا تھا۔ ۱۲۲۶ء میں محمود غزنوی ملتان، راجھوتانہ توپا ہوا گجرات میں آہنجا۔ محمود کا راجھوتانہ کے ریگستان کا جھوٹا ایک حیرت کن کارنامہ ہے سلطان ہنروالا پتھیا لیکن فوراً ہی اُس نے سوماتھ کی طرف رخ کیا۔ ولابھی خاندان نے اس عظیم الشان بت خانہ کی بنا ڈالی تھی اور ولابھی اور سولانگی کے شاہانہ عطیات نے اسے مالامال کر دیا تھا۔ بہر حال محمود غزنوی پہلا مسلمان فرماں روا ہے جس نے گجرات میں قدم رکھا۔ اُس نے سوماتھ کو فتح کیا اور بے انتہا مال غنیمت حاصل کیا۔ محمود ایک طوفانِ بے پناہ تھا، آیا، دیران کیا اور رخصت ہوا۔ مذہبی جوش و خروش اس کے خاتمانہ اور جاہلانہ حملوں کا معاون ہوا۔ لیکن یہ جوش و خروش کسے لگا سکتا اور تمہنہ دلانے کا بہانہ تھا اور نہ ہندو سوار اس کی فوج کے رکن نہ ہوتے اور نہ لک احمد نیالنگین کی بناوت فرد کرنے کے لئے پنجاب نہ بھیجا جاتا جاہلانہ تبلیغ

کی چند مثالیں ضرور ملتیں لیکن تاریخ کوئی شہادت پیش نہیں کرتی حقیقت یہ ہے کہ محمود نام و نمود اور شہنشاہیت پر زرفیض تھا۔ مغرب اس کا مطلع نظر تھا اور یہی وجہ ہے کہ اسکی فتوحات تعمیری عناصر سے مزین نہ ہو سکیں۔ محمود نے غزنہ کا رخ کیا اور تھوڑے دنوں بعد بھیم دیو نے سومناٹھ کو پھر سے آباد کیا۔ بھیم دیو نے اپنے پوتے ویملشا کو آبو کی پہاڑیوں کی طرف روانہ کیا۔ ویملشہ نے اپنا تسلط قائم کیا اور ۱۰۳۳ء میں دلواد کو مہرین مندر سے مزین کیا یہ جینی مندر مخصوص طور سے آدیناٹھ کے لئے تعمیر ہوا تھا۔ بھیم دیو کی دوسری یادگار رانی واو ہے۔ یہ کنولن بھی تقریباً ۱۰۳۲ء میں تعمیر ہوا تھا اسل وارڈہ میں یہ کنولن اب بھی موجود ہے اور اس کے باقی ماندہ حصے اپنی قدیم عظمت کی شہادت دیتے ہیں۔ شاید چالوکیہ خاندان کی سب سے بڑی یادگار مودھیر کا عظیم الشان مینار ہے۔ یہ مینار خاندان کے آئنا کے لئے تعمیر ہوا تھا اور کج بھی اپنی عظمت کا سکہ دلوں پر قائم کرتا ہے۔

بھیم دیو کے بعد کرناٹک ۱۰۳۵ء سے ۱۰۹۵ء تک تخت نشین ہوا۔ راہہ کرناٹک بھیل سردار اشاکو جاشاپلی داسا دل احمد آباد کے قریب واقع ہے ہیں رہنا تھا، شکست دی اور اس کی فتح کی یادگار میں کرناٹا تالاب بنایا کرناوٹی شہر کی بنیاد ڈالی اور اسے اپنا دار السلطنت بنایا۔ مودھیر کے قریب اب بھی کن ساگر گاؤں آباد ہے جہاں کرنا ساگر کے باقی ماندہ حصے نظر آتے ہیں۔

کرناٹک کی وفات کے بعد سدھراج تخت نشین ہوا۔ اس کا عہد سلطنت سولا نکی دور کا زہین ہمد گدرا ہے۔ سدھراج نے ۱۱۹۵ء سے ۱۲۱۵ء تک حکومت کی۔ سدھراج نے اپنی حکومت کو بہت وسیع کیا۔ پہلی لڑائی کرناٹک کے راہہ رائے کھینگر سے ہوئی۔ سدھراج نے راہہ کو مغلوب کیا اور سوزا شہر کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اسی فتح سے مجھراتی سال کی ابتدا ہوتی ہے ”سمہا سبت“

سدھراج جے سمہا کے نام سے موسوم ہوا، اور ۱۱۱۳ء یا ۱۱۱۴ء سے شروع ہوتا ہے۔ قدیم ترین سمہا سنت کا حوالہ منگروں کے ایک کتبہ میں موجود ہے جو ایک کتوں پر کندہ ہے۔ سمہا سنت تقریباً ایک سو پچاس سال تک مستعمل رہا۔ سدھراج کی اہم لڑائی مالوہ کے پار مارسلطنت سے ہوئی جو بارہ برس جاری رہی۔ آخر کار راجہ بھوج کی راج دھانی دھانگر میں بھی سدھراج کا علم لہرایا۔

سدھراج اپنی فتوحات سے یاد نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اپنی تعمیرات سے۔ جو ہندو دور کے لئے مایہ ناز تھیں شمسر الہکا تالاب "شیو کے ہزار مند" تالاب ایک زبردست تالاب تھا۔ اور اپنے بے شمار چھوٹے چھوٹے معبودوں کی وجہ سے جو تالاب کے کنارے بنے ہوئے تھے اس نام سے موسوم ہوا۔ تالاب بدور تھا جس کے بیچ میں ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ اس پر ریشو کا مندر تھا۔ آج اس تالاب کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے۔ سدھراج کا نام سدھپور کے شہر سے خاص علاقہ رکھتا ہے جو سرسوتی کے ساحل پر نرہالا میں سے، امیل پر واقع ہے دو سو برس پیشتر مولراج نے یہاں پر روراما مندر تعمیر کرایا تھا لیکن مکمل نہ ہو سکا تھا۔ سدھراج نے اس ویران عبادت خانہ کو تعمیر کرایا اور عمارت کے کھنڈر بھی اس کی قدیم عظمت کی شہادت دیتے ہیں۔ کشتھائی کو بصورت ساخت اعلیٰ فن تعمیر کی داستان سنائی ہے اور دستبرد زمانہ کا گلہ کرتی ہے۔

سدھراج غالباً شیو مذہب کا پیرو تھا مگر اس کے عہد میں مذہبی آزادی لوگوں کو حاصل تھی۔ جین علما مثلاً ہما چاریہ وغیرہ کی بھی سرپرستی کی سبجرات میں آج بھی اس کی یادوں میں تازہ ہے اور وہ صحیح طور سے چالوکیہ خاندان

کافور کھلانے کا سختی تھا۔

سردھراج کی وفات کے بعد اُس کا بھتیجا کمار پال تخت نشین ہوا۔ اُس نے  
جینی غریب اختیار کیا اور سکی اکیس سالہ حکومت میں (۱۲۳۷ء سے ۱۲۶۷ء) رعایا  
نے آرام سے زندگی بسر کی۔

بھیم دیو ثانی (۱۲۶۷ء سے ۱۲۹۲ء) کمار پال کے بعد قابلِ اعتنا راجہ  
گزر رہا ہے۔ اُس کی سادہ مزاجی سے لوگوں نے اُسے ”بھول“ کا لقب عطا کیا۔  
اس کے دورانِ حکومت میں سلطنت کمزور ہو گئی اور راجا اختیار بن بیٹھے۔ ان  
امراء میں اور نور راجہ جو وگھیل خاندان کا سردار تھا خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔  
وگھیل سولہویں کی ایک شاخ تھی۔ حالانکہ ۱۲۶۲ء سے شاہی اقتدار  
وگھیل خاندان کے قبضہ قدرت میں تھا لیکن بھیم دیو کے انتقال تک انھوں نے  
فرماں روائی کا علم نہ اٹھایا۔

۱۲۸۷ء میں محمد غوری بھیم دیو کے عہدِ حکومت میں ملتان اور اُچھوتا ہوا  
گجرات پر حملہ آور ہوا لیکن غوری کے سپاہی راجپوتانہ کے ریگستان کے عبور کرنے  
کے بعد بے کار ہو گئے تھے اور انھیں نہر والا کے سامنے شکست ہوئی۔

۱۲۹۷ء میں قطب الدین ایبک نے اپنے آقا کی شکست کے بدلہ کی ٹھان لی اور  
بھیم دیو کی سرکوبی کا عزم کیا۔ اُس نے نہر والا پر چڑھائی کی۔ کمار پال جو بھیم دیو کا  
سہ سالہ نیا جنگ میں مارا گیا اور گجرات پہل کی شکست ہوئی بھیم دیو نے اپنی سلطنت  
کے ایک گوشہ میں پناہ لی قطب الدین ایبک بہت سا مال غنیمت لے کر ہانسی ہوتا  
ہوا واپس آیا۔

۱۲۹۷ء میں بھیم دیو نے اپنی فوج اجیمیر کے راجہ کے کمک میں بھیجی قطب الدین  
کی فوج نے شروع میں شکست کھائی لیکن غزنی سے فوج آنے کی خبر سننے

بھیم دیو کی فوج کو ہر اس اکر دیا قطب الدین نے فوج کا تعاقب کیا، ایبک نے نہروالا پر دوبارہ حملہ کیا۔ اور سروہی کے راستہ سے گذرتا ہوا نہروالا کی جانب روانہ ہوا۔ ابو کی پھاڑی میں بھیم دیو کی فوج مقیم تھی۔ ایبک نے اس فوج کو شکست دی۔ اور بے انتہار چوت مارے گئے۔ اس کے بعد ایبک نے نہروالا پر حملہ کیا اور بے انتہا مال غنیمت حاصل کیا۔

وگھیل خان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۹ء تک۔

وگھیل خان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۹ء تک۔  
وگھیل خان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۹ء تک۔  
وگھیل خان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۹ء تک۔  
وگھیل خان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۹ء تک۔  
وگھیل خان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۹ء تک۔  
وگھیل خان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۹ء تک۔  
وگھیل خان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۹ء تک۔  
وگھیل خان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۹ء تک۔  
وگھیل خان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۹ء تک۔  
وگھیل خان ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۹ء تک۔

ویر دھول کو شاہی اقتدار سپرد کیا۔  
ویر دھول کی حکمت فن تعمیر کے لئے مبارک گذری ہے۔ وینو پال اور  
تیج پال نے جو اس کے وزیر تھے ابوا و گرنا ر کو مزین کرنے کے لئے اپنی دولت مند  
کی اور ایسی شاندار اور خوبصورت عبادت گاہیں تعمیر کرائیں جن سے تاریخ نگہرات  
میں ان کا نام روشن ہے۔ یہ دونوں بھائی بھائی جینی تھے اور اپنی داد و دھش  
کی وجہ سے بہت معروف امرا وین سے شمار ہوتے تھے۔  
تاج محل کے بعد بصرین فن تعمیر نے ولودا کے مندروں سے زیادہ شاید  
کسی عمارت کی مدح سرائی کی ہو۔ ابو کی پھاڑی پر نیمنا تھ کا دلکش مندر دلفریب نگاہ  
پیش کرتا ہے۔ تیج پال نے ۱۲۳۱ء میں اسے تعمیر کرایا، ٹھاکر کی رائے مختصر پیش  
کی جاتی ہے۔

ولودا، یعنی مندروں کا خطہ کنتی تالاب کے قریب واقع ہے۔ تیج پال  
اور وکیل رشا کی عبادت گاہوں کے علاوہ کئی اور عبادت گاہیں موجود ہیں۔

دیکھیں شاہکامندر اس زمانہ میں تعمیر ہوا جس سے پہلے کوئی جینی عبادت گاہ اس مبارک پہاڑی پر تعمیر نہ ہوئی تھی۔ وہ اپنی بزرگی، اپنے ظاہرہ حسن و جمال کے لئے مشہور نہیں بلکہ اپنی اندرونی ساخت کی لطافت اور نفاست کے لئے خراج تحسین صحت کرتے ہیں۔ دونوں میں ہشت پہل قبتے ہیں جس کے نیچے ایک تالار ہے جہاں معبود سجے ہوئے ہیں اور ارد گرد منقش ستون اور چھوٹے چھوٹے قبتے موجود ہیں۔ تمام عمارت سنگ مرمر کی ہے اور آرائش اس نفاست سے تراشی گئی ہے گویا عمارت موم کی بنی ہوئی ہے۔ شغاف کنڈھے اپنی دبازت کا احساس دلوں میں پیدا نہیں ہونے دیتے لمور ریاضی دان کے تعریف خط کا مجسم بن جاتے ہیں تیج پال کے مندر کے وسطی قبتے کی آویزش جاذب نظر ہے اور پتوں ٹاؤ قلم کا یا رانیں کہ باریک خطوط کا خاکہ بھی پیش کر سکے اور صابر سے صابر مہر کا موٹے قلم بھی تصویر کشی سے عاجز ہے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک نیم باز کنول کے پھول کا خوش سے جس کے پیالے اس قدر باریک، ایسے بڑا قی اور حسن میں ڈھلے ہوئے ہیں کہ نگاہیں تحسین کی نذر پیش کرتی ہیں اور موجیرت ہو جاتی ہیں۔ فرگوسن بھی مادی کا متفق ہے اور ملکوتی ساخت کی جھالروں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہی ملکوتی ساخت کی جھالریں ہیں جو اسلامی عہد میں اپنا نیا رنگ اور طعف دکھاتی ہیں اور یہی وہ ترکہ ہے جسے گجرات کے مسلمان فرماں روا نے حاصل کیا اور جس کے احسان سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

ویشل دیو نے ۱۸۲۳ء سے ۱۸۲۶ء تک سلطنت کی۔ اس کی راجدھانی نروالا تھی اور اُس نے مہراج دھراج کا لقب اختیار کیا دہوی میں کالکامندر غالباً ویٹل دہوی کا تعمیر کرایا ہوا ہے وہ سدھراج جدید کے لقب سے معروف ہوا۔



کالکا ہندو صناعی کے اعتبار سے ہجرات کی نفیس ترین عمارتوں میں سے ہے۔  
 ویشل دیو کے بعد کرنا و گھیل (۱۲۹۶ء سے ۱۳۰۶ء تک) قایل ذکر ہے۔  
 یہ وہ راجہ ہے جس کے زمانے میں ہجرات علماء الدین خلجی کا طمع نظر بنا اور  
 دھکیلا خاندان ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ کرنا پہلے ہی حملے کی تاب نہ لاسکا  
 ۱۲۹۶ء میں نہروالا مسلمانوں کے قبضہ و اختیاریہ میں آ گیا۔ کرنا کی بیوی  
 علماء الدین کے حرم میں داخل ہوئی۔

۱۳۰۶ء میں علماء الدین نے ملک کافور کے تخت میں ایک بڑی فوج  
 دیو گھیر کے راجہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا جس نے خراج بھیجنا بند کر دیا تھا۔  
 مالوہ اور ہجرات کے حاکم الپ خاں کو حکم ہوا کہ دیول دیوی جس کے لئے اُس کی  
 ماں کنول دیوی بیتاب تھی تلاش کر کے روانہ کرے۔ ملک کافور نے کاٹھیاوار  
 اور ہجرات کو اپنی فتوحات کی آماجگاہ بنایا اور سلطان علماء الدین ہی کے زمانے  
 میں ہجرات مسلم بادشاہوں کے قبضہ تصرف میں کامل طور سے آ گیا۔

۱۳۰۶ء ہجرات کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ ہجرات دہلی کا صوبہ بن گیا۔  
 سب سے پہلا ناظم ملک منجر الپ خاں مقرر ہوا۔ ان ناظموں کا مستقل حکومت  
 نہروالا میں تھا اور ہجرات کے استقلال کے بعد بھی ۱۳۰۶ء تک دار الحکومت  
 قائم رہا۔ الپ خاں نے ہجرات کا نظم و نسق اعلیٰ سپاہ پر کیا۔ ۱۳۰۶ء تک  
 ہجرات کی زمام نظامت الپ خاں کے ہاتھ میں رہی۔ بعد میں ملک کافور  
 کی شکایت کی وجہ سے دربار میں طلب کیا گیا اور قتل ہوا۔ الپ خاں نے  
 پٹن میں آدینہ سجد تعیمہ کرائی سرائت احمدی کے مصنف نے لکھا ہے کہ یہ  
 عمارت سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھی اور اس کے سنوں اتنے زاید تھے کہ اکثر  
 شمار کرنے میں غلطی ہو جاتی تھی۔ اس مسجد کا اب پتہ نہیں ہے۔

الپ خاں کے بے جا قتل سے علاء الدین کی مخالفت شروع ہو گئی۔ اور  
 گجرات میں بغاوت کے جھنڈے لہانے لگے۔ ملک کنال الدین کریم گجرات روانہ  
 کیا گیا۔ لیکن اُسے شکست ہوئی۔ اس عظیم الشان بادشاہ نے ۳۱۶ھ میں  
 دارقانی سے کوٹھ کیا۔ علاء الدین کے بعد قطب الدین مبارک ۳۱۷ھ سے ۳۲۰ھ  
 تک بادشاہ ہوا اور اُس نے عین الملک متانی کو گجرات روانہ کیا عین الملک نے  
 باغیوں کو مغلوب کیا اور ملک دہلی کو گجرات کا ناظم مقرر کیا ملک دہلی کا لقب  
 ظفر خاں تھا قطب الدین مبارک نے خسرو خاں کے اخوان سے اسے  
 خسرو ظفر خاں کو طلب کیا اور قتل کرا دیا۔ اس کے بعد خسرو خاں کا بھائی حسام الدین  
 ناظم مقرر ہوا، حسام الدین نے بغاوت کی لیکن شاہی افسروں نے اُسے  
 گرفتار کر کے دہلی بھیج دیا۔ قطب الدین مبارک نے اُسے معاف کر دیا۔  
 ۳۲۰ھ میں خسرو خاں نے قطب الدین مبارک کو قتل کرایا اور خود  
 بادشاہ بن بیٹھا۔ علاء الدین کی سطوت اور جبروت افسانہ ہو چکی تھی  
 اور قطب الدین مبارک کے قتل نے خلیجوں کا خاتمہ کر دیا۔  
 خسرو خاں نے ناصر الدین کا لقب اختیار کیا۔ دین کے معاون  
 اور ناصر نے دین کی سب سے کئی شروع کی امرلو نے بغاوت کی اور قضاوند  
 نے غیاث الدین تغلق کے سر تاج رکھا غیاث الدین نے ۳۲۵ھ سے  
 ۳۲۵ھ تک فرمانروائی کی ۳۲۵ھ محمد تغلق دہلی کا سلطان ہوا محمد تغلق  
 کے دور میں عزیز فخر حاکم مالوہ نے امیران صده میں سے انٹی کو دھر کے  
 مقام پر قتل کیا۔ اس قتل میں سلطان کا اشارہ تھا۔ پھر کیا تھا شمس الد  
 بغاوت بھر مگ اٹھا۔ دلوہی اور بڑوہ کے امراء نے بغاوت کی اور جو  
 خزانہ دہلی جا رہا تھا لوٹ لیا گیا۔ محمد تغلق نے اس خبر کے سنتے ہی گجرات

کا قصد کیا اور اپنی عدم موجودگی میں فیروز کو اپنا جانشین بنایا۔ یہ واقعہ ۱۳۲۵ء میں پیش آیا امر ازبک کے کنارے پسپا کئے گئے۔ سلطان خود بھر دوح کی طرف بڑھا اور اُس کو اپنا قیام گاہ بنایا۔ سلطان نے جب دھن کی طرف رُخ کیا طغی نے علم بغاوت بلند کیا اور شیخ معز الدین کو گرفتار کر لیا۔ سلطان دولت آباد سے فوراً گجرات آیا۔ طغی کھسبایت بھاگ گیا محمد تغلق نے ملک یوسف بغرا کو باغیوں کے خلاف روانہ کیا بغرا کو شکست ہوئی اور طغی نے عامل گجرات کو قتل کرایا۔ سلطان نے طغی کو اسول کے قریب شکست دی اور بغرا کے ملکہ کے کو اُس کے تعاقب کے لئے روانہ کیا۔ سلطان نردالہ میں مقیم ہوا اور گجرات کے نظم و نسق میں مشغول ہو گیا لیکن اُس کی سلطنت بواد فاسد سے بھری ہوئی تھی اور ناسور جگہ جگہ ظاہر ہوتا۔ ایک زخم پھرنے نہ پاتا تھا کہ دوسرا رونما ہوتا۔ سلطان نے گرنارہ اور کاٹھیا دار کو بھی اپنے قبضہ اقتدار میں کیا ابھی اپنی فتوحات سے چین لینے بھی نہ پایا تھا کہ سلطان محمد تغلق کو سندھ کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اور اس جرمی اور دلیر سلطان نے ٹھٹھہ کے مقام پر ۱۳۵۱ء میں انتقال فرمایا۔ فیروز تغلق ۱۳۵۲ء میں دہلی کا سلطان ہوا سندھ سے گجرات آنے وقت وہ کچھ کے شورہ زار میں سرگردان و پریشان پھرا۔ ہزاروں آدمی مر گئے، بہ دقت تمام سلطان فیروز گجرات پہنچا اور اُس نے نظام الملک کی نظامت سے علیحدہ کیا۔ ۱۳۶۳ء سے ۱۳۶۷ء تک سناڑ گاؤں کا امیر ظفر خاں گجرات کا ناظم رہا۔ اس کے بعد شمس الدین دامناتی کی نظامت کا دور آیا۔ ۱۳۶۷ء میں ملک مفرح یا فرحت الملک ناظم مقرر ہوا اور ۱۳۹۱ء تک گجرات کا ناظم رہا۔ ۱۳۹۱ء میں فیروز تغلق کا انتقال ہوا اور دہلی کی سلطنت نے گروٹ

بدلی ۳۹۱ء میں محمد تغلق ثانی نے ظفر خاں بن وجیہ الملک کو گجرات کا ناظم مقرر کیا۔ جب ظفر خاں ناگور (راجپوتانہ) میں پہنچا اُسے بہت سی فرحت الملک کے نظام کی داد خواہی کی درخواستیں ملیں۔ ظفر خاں نہروالہ کی طرف بڑھا کبھی کے گاؤں میں جو نہروالہ کے قریب سے جنگ ہوئی اور فرحت الملک جنگ میں مارا گیا۔ ۳۹۲ء میں ظفر خاں نے پنشن کی طرف رنج کیا اور حکم دیا کہ میدان جنگ پر حیت پور کا شہر آباد کیا جائے۔ دہلی کے سلطان نے مبارک باد بھیجی اور اعظم ہمایوں کے لقب سے عزت افزائی فرمائی۔ ظفر خاں نے مظفر کا لقب اختیار کیا اور ۳۹۲ء سے ۴۱۱ء تک حکومت کی مظفر بہت دلاور تھا۔ اُس نے نہ صرف کاٹھیاوار کے راجاؤں کی سرکوبی کی بلکہ مالوہ کے مسلم سلاطین سے بھی برابر جنگ کرتا رہا۔ ۳۹۴ء میں راولپنڈی کے قلعہ کے سخت محاصرے کے بعد شکست دی۔ ۳۹۵ء میں مظفر سونا تھہ پن کی طرف بڑھا اور قابض ہو گیا۔ ۳۹۶ء میں پھر بغاوت ہوئی لیکن مظفر نے دوبارہ شکست دی باغی ڈیو کی طرف بھاگے لیکن مظفر نے تعاقب کیا اور ڈیو میں لشکر چھوڑ کر پنشن واپس آیا۔

محمد تغلق ثانی نے تاتار خاں ابن ظفر خاں کو ضامنہ دہلی میں روک لیا تھا۔ ۳۹۴ء میں سلطان کے انتقال کے بعد فتنہ و فساد برپا ہوئے اور دہلی صوبہ کے امراء کی جولان گاہ بن گئی ہر ایک قوت و اختیار حاصل کرنا چاہتا تھا تاتار خاں بھی اپنے اقتدار کے لئے سخت کوشاں تھا۔ لیکن ملو اقبال خاں تدبیر میں تاتار خاں سے ہوشیار تھا۔ جب ملو اقبال خاں کا دور دورہ ہو گیا تو تاتار خاں نے گجرات کا رخ کیا تاکہ اپنے والد کی مدد سے ایک فوج جمع کرے اور دہلی پر حملہ کرے لیکن قدرے بعد تیمور کے حملے کی خبر اور دہلی کی ویرانی کی

اطلاع آئی تاتار خاں نے سمجھ لیا کہ ایسے وقت میں دہلی کی طرف متوجہ ہونا حماقت ہے۔

۱۲۴۱ء میں تاتار خاں نے اپنے والد مظفر خاں کو دہلی پر حملہ کے لئے آمادہ کرنا چاہا۔ لیکن سن رسیدہ مظفر خاں گجرات کی حکومت پر قابض تھا اور دہلی پر حملہ آوری کو احمقانہ تصور سے تعبیر کرتا تھا۔ تاتار خاں کا بلند حوصلہ اُسے ساکت نہ بیٹھنے دیتا تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنے باپ کو گرفتار کر لیا اور درساوُل کے مقام پر بادشاہ بن بیٹھا۔ اور اُس نے محمد شاہ کا لقب اختیار کیا۔ مظفر خاں نے اپنے بھائی شمش خاں کو اپنے لڑکے کی فدااری کے بارے میں لکھا۔ شمس خاں نے تاتار خاں کو گرفتار کیا اور زہر دیدیا اور اُس کے بعد اپنے بھائی کو رہا کرانے اساول کی جانب بڑھا۔ مظفر خاں کئی برس تک انتظام صوبہ کرتا رہا اور علم سلطانی بلند کرنے سے باز رہا آخر کار ۱۲۴۷ء میں مظفر خاں نے ویرپور میں اپنی فرمانروائی کا دعویٰ کیا۔ تیمور تغلق سلطنت کا خاتمہ کر چکا تھا اور ایک مستقل حکومت کے قیام کے لئے اس سے بہتر وقت تصور میں نہیں آسکتا تھا۔ سکے جاری ہو اور گجرات میں ایک نام آور خاندان کی سلطنت کی ابتدا ہوئی جسے مظفری سلطنت بھی کہتے ہیں۔ اسی سال مظفر نے مالوہ پر حملہ کیا اور دھیر بر جو مالوہ کا دارالسلطنت تھا قابض ہو گیا۔ سلطان ہوشنگ قید کر لیا گیا لیکن قید بعد دوبارہ تخت نشین ہوا۔ ۱۲۴۷ء میں سلطان مظفر شاہ اول سخت علیل ہوا اور اُس نے اپنے پوتے احمد کو وارث مقرر کیا۔ صاحب مرآت سکندری لکھتا ہے کہ احمد نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا چاہا اور اورای وجہ سے اُس نے اپنے دادا مظفر کو نروالہ میں مقید کیا اور زہر دلویا۔

احمد شاہ اول ۱۱۱۱ھ میں تخت نشین ہوا اور ۱۱۱۲ھ تک فرار والی کرتا رہا۔ احمد شاہ کو سلطنت کا اصل بانی سمجھنا چاہیے۔ اس کے ایام سلطنت میں رعایا دولت مند تھی اور شاہی اقتدار سلطنت کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک قائم تھا۔ احمد شاہ کے دوران سلطنت کی عمارتیں حسن ساخت میں اپنا جواب نہیں دیتیں جنہیں اب بھی دیکھ کر دیدہ شوق حیران رہ جاتا ہے۔ ۱۱۱۱ھ میں تعلق سلطنت کے تباہ ہونے کے بعد دلاور خاں غوری نے مالوہ میں خود مختاری کا علم بلند کیا۔ اور دھر کو دار السلطنت بنایا اس کے بعد الپ خاں ۱۱۲۰ھ۔ ۱۱۲۵ھ جو سلطان ہوشنگ کے لقب سے مشہور ہے تخت نشین ہوا۔ ہوشنگ بہت دلاور تھا لیکن قسمت نے کبھی اس کی یادری نہیں کی۔ مالوہ و گجرات سے وقتاً فوقتاً جنگ ہوتی رہی۔ احمد شاہ نے جونا گڑھ کی طرف توجہ کی جہاں رائے ملک حکومت کرتا تھا۔ رائے ملک کو دتھالی کے قریب شکست ہوئی۔ احمد شاہ نے ایرکوٹ پر قبضہ کر لیا۔ راجہ گرنار کے سنگین قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اور باجگزار بن گیا۔ لیکن جونا گڑھ کی اصلی فتح احمد کے پوتے محمود بیگڑہ کے لئے مقدر تھی۔ اور محمود کے سر اس مضبوط قلعہ کی فتحیابی کا سہرا رہا۔

۱۱۱۷ھ میں چمپانیر۔ جالور۔ نادود کے راجاؤں نے اتحادی فوج تیار کی اور سلطان ہوشنگ کو بھی مدعو کیا جو احمد شاہ کا دشمن تھا۔ ہوشنگ مدد تک آیا۔ لیکن احمد شاہ اس کے مقابلہ کے لئے آپہنچا۔ ہوشنگ نے مصاحت بھی سمجھی کہ مقابلہ نہ کرے اور متحدین کو فرار ہونا پڑا۔ ۱۱۱۸ھ میں احمد شاہ نے چمپانیر پر حملہ کیا۔ راو پونجا نے سلطان کا زبردست مقابلہ کیا لیکن ناکامیاب رہا۔ ۱۱۲۶ھ احمد شاہ نے دوبارہ چمپانیر پر حملہ کیا

اور راجہ کو پہاڑیوں میں پناہ یعنی ٹہری۔ ملک ویران کیا گیا۔ ایک سال بعد ایدر کے دس کوس پر احمد نگر کی خواب بہت نگر کے نام سے مشہور ہے بنیاد ڈالی گئی ۱۷۴۲ء میں شاہی فوج اور پونجا کے سپاہیوں سے جنگ ہوئی جس میں راجہ مارا گیا اور پونجا کے لڑکے بے عذر خواہی کی اور خراج پیش کیا۔ لیکن یہ راجہ پور راجوٹ برابر فساد کرتے رہے۔ احمد شاہی سلطنت کے بعد بھی ان کا جوش و خروش قائم رہا۔

احمد شاہ اول کا سب سے بڑا سکاڑہ نامہ شہر احمد آباد کی تعمیر اور اسے عمارات عالیہ سے مزین کرنا ہے۔ احمد شاہ نے اپنے پیر و مرشد شیخ احمد کھٹو کی رائے سے اس شہر کو تعمیر کرایا۔ شیخ احمد کھٹو نے دریائے سابر متی کے کنارے اساول کے قدیم شہر کے قریب اس شہر کی بنیاد ڈالی۔ چھ صدی بعد نروالا پٹن سے دارالخلافہ منتقل ہوا۔ بعد از قلعہ کو احمد آباد کا قدیم ترین حصہ سمجھنا چاہئے۔ مورخین کی رائے احمد آباد کی شہر پناہ تھے باقی کے متعلق مختلف ہے۔ علی محمد خاں صاحب مرآت احمدی کا قول ہے کہ شہر پناہ سلطان احمد شاہ کے زمانہ میں تعمیر ہوئی لیکن فرشتہ کا قول کہ شہر پناہ محمود گڑھ کے عہد سلطنت میں تیار ہوئی زیادہ معتبر ہے۔ فرشتہ کی تاریخ مرآت احمدی سے ڈیڑھ سیرس قبل لکھی گئی تھی۔ اس لئے فرشتہ کے قول کو ترجیح دینی چاہئے۔ صاحب مرآت احمدی تحریر کرتا ہے حقیقتاً ایسا حسین شہر کیا ہے۔ اسی وجہ سے ”زینت البکادہ“ کے نام سے موسوم ہوا قیمتی اجناس یہاں تیار ہوتے ہیں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں بکھے جاتے ہیں۔ تاجر بری اور بحری تجارت میں مشغول ہیں اور قلعہ کثیر حاصل کرتے ہیں۔ مسجدیں اور بازاریں کثرت ہیں اور ۳۶

مضافات شہر سے ملتی ہیں۔ کجواب، نخل اور طرح طرح کی دستکاری کے لئے یہ شہر اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ احمد آباد کی دستکاری کی شہرت دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ روم، دمشق، ایران و توران میں ہجراتی دستکاری مشہور ہے۔ ابو الفضل بھی احمد آباد کی مدح سرا لے کر تا ہے۔ احمد آباد ایک شاندار شہر ہے اور وہاں کے رہنے والے سجدہ متوں ہیں۔ اپنی آب و ہوا کی لطافت اور دنیا کے بہترین اجناس اور مال تجارت کے مظاہر میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ شہر میں ایک ہزار سنگین مسجدیں ہیں جنہیں دو مینار اور نایاب کتبہ ہیں۔ فرشتہ تحریر کرتا ہے۔ ”مجموعی حیثیت سے یہ ہندوستان بلکہ شاید سارے جہان کا سب سے خوبصورت شہر ہے۔“

ان قصیدوں سے گجرات کی دولت مندی، رعایا کی خوشحالی، تجارت و دستکاری کی ترقی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جس سے سلاطین گجرات کے انتظام مملکت کی خوبی اور عمدگی کا ثبوت ملتا ہے۔ دہلی اور اور آگرہ کے شہر اپنے عروج پر نہیں پہنچے تھے اور احمد آباد ان پر سبقت لے جاتا تھا۔ طہارے مختلف ہوتی ہیں۔ یہی احمد آباد ہے جسے جہانگیر محمود آباد اور جہنم آباد کہتا ہے۔ احمد آباد کی مسجدوں کی تین خصوصیات ناقابل فراموش ہیں۔ اندرون مسجد کو روشن کرنے کا عجیب دلکش ذریعہ جو بصورت سارے اور نازک اور لطیف جالیاں۔ مسجد میں عمومات میں گنبد ہونے میں جو بارہ ستونوں کے سہارے قائم ہوتے ہیں اور سامنے دو ستون ہوتے ہیں جو کنارے کے ستون سے دو چند لائے ہوتے ہیں۔ ستون اور گنبد کے درمیان حسین تراشی ہوئی جالیاں ہیں جن سے روشنی چھن چھن کر



مسجد میں داخل ہوتی ہے۔ یہ دلفریب طریقہ احمد آباد کی مسجدوں کے علاوہ کہیں اور نہیں پایا جاتا ہے۔ ان مساجد کے علاوہ مانگ چوک جو سلاطین کا آخری آرام گاہ ہے اور تین دروازہ کی عمارتیں قابل توجہ ہیں۔ احمد شاہ کی عظیم الشان جامع مسجد جسے احمد شاہ اول نے تعمیر کرائی تھی ۱۷۲۲ء میں بن کر مکمل ہوئی یہ ہندوستان کی بزرگترین مساجد میں شمار ہوتی ہے اور بقول فرگوسن مشرق کی حسین ترین عبادت گاہ ہے۔ اس میں دو بلند ستون تھے جو تناسب کے سانچے میں ڈھلے تھے اور چابکدستی کے نمونے پیش کرتے تھے لیکن ۱۸۱۹ء کے زلزلے نے ان خوبصورت میناروں کو تباہ کر دیا۔

ایک عجیب و غریب خصوصیت ان میناروں کی یہ تھی کہ اگر ایک بلایا جائے تو دوسرے ستونوں میں بھی جنبش ہوتی تھی اور بیچ کی ہیت پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، رابرٹ گورڈن نے لڑاں میناروں کے تجربات ۱۸۲۷ء میں بیان کئے۔ Henry Cousens نے جو عمارات قدیمہ کے پرنٹنگٹن تھے ۱۸۶۹ء میں اپنی رائے لڑاں میناروں کے بارے دی ہے اور سیدی ایشر کے میناروں کی بھی یہی خصوصیت بیان کی ہے۔ آج تک اس خصوصیت کی سائنٹفک وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ اسلامی فن تعمیر کے کارنامے دیکھ کر باہرین فن بھی مبہوت رہ جاتے ہیں معانی فن تعمیر نے اسلامی فن تعمیر پر بہت کچھ اثر ڈالا یہ وہ ترکہ ہے جس سے مسلمان فن پرداز سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

”شہر معظم“ میں دارالضرب موجود تھا۔ سکوں سے ثابت ہے کہ احمد آباد دارالضرب ”دارالحلافتہ“ دارالسلطنت ”ہزینت اللیلا“

کے مختلف ناموں سے موسوم تھا۔

محمد شاہ ثانی ۱۲۴۱-۱۲۴۲ء تک احمد شاہ کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا محمد شاہ ثانی حکمراں ہوا اس کی فیاضی کی وجہ سے اُسے زرخش کہتے ہیں ۱۲۴۲ء شروع میں راؤ ایدر پر حملہ آور ہوا راؤ ایدر نے صلح کی اور اپنی لڑکی کی شادی سلطان سے کر دی سلطان نے ۱۲۵۱ء میں رحلت کی۔

قطب الدین احمد شاہ ثانی ۱۲۵۱ء سے ۱۲۵۶ء تک (ج) نوجوان سلطان نے محمد داؤل خلجی کو کید و رنج کے مقام پر شکست دی اور محمود کی فوج کو سخت تباہیوں سے دوچار ہونا پڑا یہ واقعہ ۱۲۵۱ء میں پیش آیا سلطان قطب الدین احمد آباد میں عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا لیکن غارات عالیہ سے اسے خاف زوق تھا۔ اس نے شیخ احمد کے روضہ کی تکمیل کرائی اس نے ایک بڑا حوض بنوایا جو حوض قطب کے نام سے موسوم ہے اور جس کے بیچ میں ٹیکینہ باغ تھا سلطان کا فاتحانہ کارنامہ ابو کی بہاڑی کی فتح ہے۔ سلطان نے ۱۲۵۶ء میں انتقال کیا جس وقت اُس ۲۰ برس کی تھی۔

اس فرماں روا کی سب سے بڑی یادگار حوض قطب ہے جسے ٹیکینہ تالاب بھی کہتے ہیں۔ اسے پورہ وازے سے جنوب مشرق میں تقریباً ایک میل پر واقع ہے سلطان نے اپنے والد کے زمانے میں اس کی تعمیر شروع کی تھی اور ۱۲۵۶ء میں مکمل ہوئی اس کا رقبہ ۴۶ میل ہے اور ٹیکینہ باغ اس کے وسط میں اصلی ٹیکینہ معلوم ہوتا ہے۔

سلطان محمود شاہ بگڑہ ۱۲۵۶ء میں تخت نشین ہوا اور اُس نے ۱۲۵۶ء تک فرماں روا کی محمود گجرات کا سب سے بڑا فرماں روا گجرات ہے اور اسی بادشاہ بھی دلوں میں تازہ ہے۔ فن تعمیر کا دلدادہ تھا اور سلطنت کی

بہت سی عمارات اس کی کُشاہدہ دلی کی منت پذیر ہیں۔ جو ناگڑھ کی مستحکم  
سلطنت جو احمد شاہ کی باج گزار نہ بن سکی محمود بیگڑھ کے زیر تسلط آگئی۔  
جو ناگڑھ پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے اور شمال مشرق میں ایرکوٹ  
کا حصین قلعہ ہے۔ اور گیر کا جنگل حائل ہے۔ ان صعوبتوں کا مقابلہ  
آسان نہ تھا۔ جو ناگڑھ کے راجپوت راجہ سے چار سال تک جنگ ہوئی  
یعنی ۱۷۶۷ء تا ۱۷۷۱ء تک۔

گیر کا فتح اور راجپوتوں کی شکست نے محمود بیگڑھ کا اقتدار دو چند  
کر دیا۔ راؤ منڈلیک مسلمان ہو گیا۔ راؤ نے احمد آباد چننے کے بعد شاہ عالم  
کی زیارت کی اور نور ایمان سے مالا مال ہوا۔ اور خان جہاں کے لقب  
سے ممتاز ہوا۔ جو ناگڑھ کی شہر پناہ جو ایرکوٹ کے قلعہ اور شہر کو  
احاطہ کئے ہوئے ہے۔ محمود کی یادگار ہے۔ اور آج بھی ۴۵۰ برس کے  
بعد کامل طور سے محفوظ ہے۔ دوسری یادگار شاہی مسجد ہے جو ایرکوٹ  
کے بلند حصہ پر واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ رائے کھیلگر کا محل تھا جسے  
محمود نے مسجد میں تبدیل کر دیا۔ محمود ایک زمانہ تک جو ناگڑھ میں مقیم  
رہا اور شہر کو عمارتوں سے مزین کرتا رہا۔ محمود نے اس شہر کو مصطفیٰ آباد  
کے نام سے موسوم کیا۔ محمود نے دوار کا پر حملہ وہاں کے بھری قزاقوں کی  
وجہ سے کیا تھا۔ مولا نا محمود مرقندی کی کشتی ہو اکی مخالفت کی وجہ سے  
دوار کا اپنی قزاقوں نے ان سے بال بچوں کو قید کر لیا اور مولا نا کو بے سربانی  
کی حالت میں جھوڑ دیا۔ بعد پریشانی مولا نا بیگڑھ سے دربار میں آئے اور  
اپنی بد قسمتی کا شکوہ کیا۔ سلطان نے ۱۷۷۳ء میں دوار کا پر حملہ کیا۔  
راجپوت بھاگ گئے۔ احمد بہت کے حمزیرے میں پناہ گزین ہوئے۔

شہر کی خاکری ہوئی جو اہل شہر کے عمل کا نتیجہ تھی۔ دوار کا کے بعد سلطان نے بیت کے جزیرے کو جمع کیا۔ پیر حاجی کرمانی کا مزار اسلامی فتح کی یادگار ہے ۱۲۴۳ء میں راستہ میں سلطان نے سرخ کے مقام پر تین روز تک قیام کیا اور نو سال تک فتوحات کا دریا ٹہر گیا۔ اسی اثنا میں دریائے وترک کے ساحل پر احمد آباد کے جنوب مشرق میں شہر محمود آباد کی بنیاد ڈالی گئی۔

دریا پر مضبوط بند بنائے گئے اور خوبصورت محل تعمیر ہوا۔ صاحب مرآت احمدی کی تصنیف کے وقت یعنی ۱۷۵۷ء میں صرف شاہی قصر کے کھنڈ رہا تھا رہ گئے تھے۔ پچاس سال سے اس مردہ شہر میں عمرتی کے آثار نہ نمایاں ہو رہے ہیں۔ مگر آج اس شہر کا نام تک مسخ ہو چکا ہے۔ اور محمود آباد کی بگڑی ہوئی صورت محمد آباد سے محمودی فتوحات کی تصریح اس موقع پر بے محل ہوگی۔

چند اہم واقعات پیش کئے جاتے ہیں، ملک عثمان نے سلطان کی مدد سے جالور پر قبضہ کیا اور اسلامی فتوحات کے جھنڈے جنوبی راجپوتانہ پر بھی لہرائے۔ سلطان شہی زبردست کامیابی چمپانیر کی فتح ہے۔ اس قہر مکرم کا نام محمد آباد رکھا گیا۔ اور راجپوتوں کی نواخوردی سلطان کے سامنے بیکار ثابت ہوئی۔ سلطان نے شہر کو عمارت عالیہ سے مزین کیا قصر حیاں پناہ آج بھی موجود ہے۔ چمپانیر کی مسجد کے متعلق ماہر صنعت تعمیر کا قول ہے کہ یہ مسجد فن تعمیر کے لحاظ سے گجرات کی بہترین مسجد ہے۔ محمود کے لقب کی تشریح ضروری ہے۔ مرآت سکندری میں دو قول منقول ہیں۔ چونکہ محمود نے چمپانیر اور جونا گڑھ کے قلعہ فتح کئے اس لئے بگڑہ تسلایا، بحرانی زبان میں بگڑہ اس بل کو کہتے ہیں جس کی سینکھیں ایک دوسرے سے موافقہ کرتی ہوئی مخلوم ہوں۔ محمود کی چھٹیں

اسی طرز کی تھیں اس لئے بیگڑہ کہلایا۔  
 جہانگیر نے بھی اپنی توڑک میں لکھا ہے کہ اہل گجرات کی زبان میں  
 بیگڑہ خملہ موچھہ کو کہتے ہیں۔ سلطان کے لقب کی وجہ یہی تھی گو شہنشاہ  
 جہانگیر نے لفظ کے سمجھنے میں غلطی کی لیکن اصلی حقیقت پر پہنچ گیا۔  
 آج بھی بیگڑہ کا لفظ گجرات کے دیہاتی طبقے میں مستعمل ہے۔ رس مال میں  
 بھی ویگڑہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جہاں بڑی سنگھ کے بیل سے مراد ہے  
 اور لقب کی یہی وجہ تسلیم کر لینی چاہیے محمود کے دور سلطنت میں گجراتی  
 اسلامی طرز تکمیل پر پہنچا سرخ میں سلطان نے ایک بڑا تالاب بنوایا جس کا  
 رقبہ ساڑھے سترہ ایکڑ ہے۔ محمود بیگڑہ کا محل تالاب کے کنارے واقع  
 ہے۔ رانی روپ دتی کی مسجد جو احمد آباد میں واقع ہے محمود کی سلطنت  
 کی یادگار سمجھی جاتی ہے گجرات کے دلکش کوئیں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔  
 یہ عام طور سے دور یا ہشت پل تھے۔ کشادہ نیسے سطح آب تک بنے  
 ہوئے ہیں۔ کئی طبقے عالی شان برآمدوں کے ہوتے ہیں۔ جس میں طرح  
 طرح کی نقاشی سے زینت دی جاتی ہے۔ مارشل کا قول ہے کہ دنیا  
 میں کہیں بھی اس قسم کے نقش اور خوبصورت کوئیں نہیں پائے جاتے۔  
 جس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی ہند کے چابکدست معماروں نے اپنے  
 قدیم روایات کو نہیں بھلایا۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے فن میں کمال حاصل  
 کر سکے۔ او کا لقب بہت قدیم نہیں ہے جس کے معنی بہت بڑے کنوئیں  
 کے ہیں گو کہ ماما بھوانی کا داو اسلامی سلطنت کی پیشتر کیا دگار ہے۔ اور  
 غالباً سولائی خاندان کی نشانی ہے۔ یہ اساروا کے مقام پر احمد آباد کے  
 کے قریب موجود ہے۔ اور اسلامی کوشش کا نقش اول ہے باقی حریہ کا

واو بانی حریر سلطانی کے خرچ سے محمود بیگڑہ کے دوران حکومت میں تعمیر ہوا۔  
 بانی حریر سلطانی شاہی زمانہ کی مستقیم تھی سنسکرت اور عربی میں کتبہ کندہ  
 ہے۔ رورادیوی کا واو بھی اسی زمانہ میں تعمیر ہوا جو آدنچ میں واقع ہے۔  
 سنسکرت کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہندو عورت نے ۷۹۹ء  
 میں بنوایا تھا۔ فن تعمیر کے لحاظ سے بانی حریر کے کنویں سے بہت  
 مشابہ ہے۔ لیکن سیاروں کے نقوش اور جانوروں کے محسوس بھی  
 پائے جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہنود کو اپنی مذہبی عمارتوں  
 کی تعمیر میں پوری آزادی تھی۔ گجراتی اسلامی فن تعمیر نے چینی روایات  
 کو اپنے میں سمویا اور محمود بیگڑہ کے عہد تک ”جینی“ اور ”اسلامی“  
 عناصر کا دلکش امتزاج ہو گیا۔ سرنج کی عمارتوں میں ہندو طرز  
 حاوی ہے۔ بنیرینار کی اور محراب کی مسجدیں نظر آتی ہیں لیکن  
 ۷۲۵ء تک اسلامی عناصر کا اثر زائد ہو جاتا ہے۔ اور ان دونوں  
 عناصر کا حسین امتزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی نظیر نہیں جیسے  
 بی بی کو کی کی مسجد جو ۷۲۵ء میں مکمل ہوئی اور صرف ایک ماہر دیدہ  
 دونوں عناصر کی تفریق اور تمیز کر سکتا ہے۔ ہر کیف ہندو عنصر بالکل  
 ناپید نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ رانی صابری کی حسین مسجد سے ظاہر ہے۔  
 جو احمد آباد کا نمونہ کہلاتی ہے۔ اور ۱۵۱۲ء میں تعمیر ہوئی۔ یہ مظفر شاہ ثانی  
 کا دور تھا۔ سولہویں صدی کے اخیر میں فن تعمیر روبہ زوال ہوتا ہے۔  
 امہجرات کے تعمیری شاہکاروں کی تاریخ ختم ہو جاتی ہے۔  
 ۱۵۲۶ء سے ۱۵۲۷ء تک سلطان مظفر ثانی نے حکومت کی سلطان  
 بہادر سخی اور عالم تھا۔ اور اپنی نرم طبیعت کی وجہ سے کریم کہلایا۔ یہ وہ دور

نہیں تھا کہ جب نرم مزاج سلاطین حکمرانی کرتے۔ لہذا انتظام مملکت میں خلل آنے لگا۔ سلطان مظفر کی سلطنت کے اہم واقعات حسب ذیل ہیں۔

ایدر کے راجہ بھیم سنگھ نے سلطان کی ماہوہ میں مشغولیت سے قائدہ اٹھا کر ہتھیار اٹھائے بغاوت کی اور سیرامتی کے مشرقی کنارے پر حملہ کیا۔ عین الملک فولادی نے جوین کا عامل جھما مقابلہ کیا۔ مظفر نے خود بھیم سنگھ کی سرکوبی کی، فتح فوج نے ایدر کو تباہ کیا۔ راجہ کے ملک گوئی کی وساطت سے عذر خواہی کی راجہ کو کافی رقم پیش کرنی پڑی اور کہیم سلطان نے بھیم سنگھ کو معاف کر دیا۔ یہ نکتہ غور کرنے کے قابل ہے کہ ملک گوئی سلطان کے وزیر اعلیٰ سے تھا اور اس ہندو وزیر کے اثر سے واضح ہوتا ہے کہ سلاطین گجرات انتظام مملکت میں اپنی رعایا کو کافی حصہ دیتے تھے۔ شہروں کی غارتگری سنا دہ کی تباہی اور ویرانی سے ہمارے روشن دماغ سوچیں مسلمان فرماں رواؤں کے ظلم و تشدد کی داستانیں رنگین الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ ان کے تقصیب کی کہانیاں بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ لیکن ہم یہ قطعی قبول جاتے ہیں کہ جنگ نام ہے غارتگری کا۔ اس قسم کے صدمات دل شکن سانحے روز پیش آتے ہیں۔ سوٹھویں صدی میں ملک گوئی سلطنت کا وزیر تھا۔ آج ڈھائی سو سال سے غلامی کا زہریں طوفانی جاری گردنوں میں پڑا ہے۔ اور ایک مہذب اور متقدم قوم کی حکومت میں ہم میں سے کتنے ایسے عہدوں سے سرفراز ہوئے ہیں۔

۵۱۱ھ میں بھیم سنگھ کا لڑکا بھرمل ایدر کا جانشین ہوا لیکن اس کے چچا زاد بھائی رنمل نے اسے راج سے خارج کر دیا۔ رانا سنگرام سنگھ اس کا معاون تھا۔ سلطان مظفر اس مداخلت کی تاب نہ لا سکا اور اس نے

نظام الملک کو حکم دیا کہ بھرل کی مدد کرے نظام الملک نے بھرل کو راجدڑی پر بٹھا دیا۔ اور نظام الملک نے رعیشلی کا جو رانا سانگا کا داماد تھا تعاقب کیا۔ لیکن پہاڑی علاقوں میں اُسے شکست ہوئی۔ دو سال کے بعد رائے رمل کی سرکوبی مناسب طریقے پر ہوئی۔

۱۵۱۸ء میں محمود خلجی نے ماندو پر قبضہ کر لیا۔ محمود خلجی راجپوتوں کی معاونت سے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تھا۔ تھوڑے ہی زمانہ بعد وہ مدنی رائے چندیری کے راجہ کا آلہ کار بن گیا۔ مسلمان اپنے عہدوں سے برطرف کر دئے گئے محمود اپنی دولت کو برداشت نہ کر سکا اور آخر میں مظفر سے مدد مانگی۔ مظفر نے مانوہ پر حملہ کیا۔ مدنی رائے نے رانا سانگا سے مدد طلب کی اور سارنگ پور تک امدادی فوج کے ساتھ آہنچا۔ سلطان مظفر نے قوام الملک اور عادل خاں سوم کو مدنی رائے سے مقابلے کے لئے بھیجا۔ اور خود ماندو کے محاصرے پر جمارہا۔ ۱۵۱۹ء میں قلعہ سر ہو گیا اور ہزار ہا راجپوت مارے گئے۔ اس محاصرے سے گجراتی فوجی اقتدار کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ رانا سانگا اور مدنی رائے جیسے با اقتدار اور بہادر راجپوت راجاؤں کو شکست دینا آسان کام نہ تھا۔ محمود نے مظفر شاہ کی بڑی عالی شان دعوت دی اور مظفر نے محمود کو تخت نشین کرایا۔ پرتگالیوں اور گجرات کے فرماں رواؤں کی جنگی داستان دراز ہے اور یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں۔ صرف یہ کہدینا ضروری ہے کہ جب تک ملک ایاز زندہ رہا۔ گجراتی فتوحات جاری رہیں۔ اس کے انتقال کے بعد خاص طور سے بہادر شاہ کے دور میں پرتگالیوں کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ ملک گوپی جو مظفر کا وزیر تھا، پرتگالیوں کا ”دوست“ تھا



اور اس نے اپنی تمام کوشش پر تنگالی حکومت کے قیام کے نذر کر دی تھی۔  
ہندوستان جنت نشان میں جعفر سیرت گوپی فطرت ہی انسان پیدا ہوتے ہیں۔  
بہر کیف پر تنگالیوں سے کشمکش ہجراتی حکومت کی بیج گئی کا ایک بڑا سبب  
تھا۔ ۱۵۲۶ء میں سلطان مظفر نے انتقال کیا۔ اس کا دوسرا لڑکا سلطان  
بہادر برہم لودی کے معاہدے پر ہلکے یوں کہنا چاہئے کہ خانہ جنگیوں سے نجات  
حاصل کرنے کے لئے ۱۵۲۷ء میں پانی پت کے میدان میں موجود تھا۔  
سلطان مظفر کے بعد سلطان سکندر تخت نشین ہوا۔ اور تھوڑے ہی دنوں  
میں عماد الملک کی سازشوں سے مارا گیا۔  
سکندر کی حکومت چھ مہینے رہی اور یہ پہلا سلطان ہے جو قتل کیا گیا۔  
اور اس کے بعد سلاطین ہجرات کیے بعد دیگرے سلطان مظفر سوم تک قتل  
ہوئے۔ اس سے سلطنت کی کمزوری کا اندازہ ہوتا ہے۔ عماد الملک نے  
نصیر خاں کو محمود تانی کے نام سے تخت نشین کرایا۔ جس کی عمر صرف چھ  
برس کی تھی۔ اور ساری قوت عماد الملک کے ہاتھ میں تھی۔ محمود کی سلطنت  
صرف چند مہینے قائم رہی امرائے سلطنت عماد الملک کے خلاف ہو گئے اور  
خداوند خاں مسند عالی نے جو مظفر کا وزیر تھا۔ اور تاج خاں بریلی اور مجلس  
سامی فتح خاں بلوچ نے جو مظفر خاں کا بہنوئی اور سندھ کا سلطان  
نکھامشورہ کیا اور سلطان بہادر کو بلوایا۔ عماد الملک خوش قدم نے راجپوتوں  
سے مدد طلب کی اور شہنشاہ بابر کو خطوط لکھے ۱۵۲۶-۲۷ء سلطان بہادر  
۱۵۲۶ء میں پٹن آیا اور سلطان ہجرات مقرر ہوا۔ اس کے بعد احمد آباد اور وادی  
ہوا اور تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔ عماد الملک قتل کیا گیا۔ بہادر شاہی  
دور سے ہجرات کی تاریخ شاہ ابوترک زبانی زیادہ بہتر ہے۔

محمود شاہ سوم ۱۵۲۸ء سے ۱۵۵۲ء تک۔ احمد شاہ سوم ۱۵۵۲ء سے ۱۵۷۱ء تک مظفر شاہ سوم ۱۵۷۱ء سے ۱۵۹۳ء تک۔ آخری سلاطین گجرات کی تاریخ اس موقع پر بے سود ہے۔ گجرات کی سلطنت سلطان بہادر کے بعد امراء کی سازشوں اور خانہ جنگیوں کی آماجگاہ بن گئی تھی سلطنت مظفر سوم کے زمانہ میں مختلف امراء کے ہاتھوں میں تھی۔ اعتماد خان نے سلطان مظفر کو تخت پر بٹھلایا تھا اور اعتماد خان کا اقتدار سب سے زیادہ تھا۔ احمد آباد کھمبات اور سیرامتی اور ماہی کے درمیان کے علاقے اس کے قبضے میں تھے۔ پٹن کی سرکار شیر خاں فولادی کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ سورت بھوج چنبیار پر جنگیز خاں ابن عبد الملک اصلان کا تسلط تھا۔ تاناہ خاں غوری جو ناگڑھ پرتابض تھا۔ وھولہ کے قرب و حصار کے علاقے سید مبارک بخاری کے لوط کے سید میران اور پوتے سید حامد کے قبضے میں تھے۔ یہ تھی گجرات کی زبون حالت جب اعتماد خان نے اکبر کو مدعو کیا تھا۔ اکبر ۱۵۶۵ء میں وارد ہوا اور اس نے اس عظیم الشان سلطنت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ غور فرمائیے کہ جس سلطنت میں سیدی سعید کی سبزی اور اس کی دلکش جالیاں دورِ انحطاط میں تعمیر ہوئی ہوں وہ آپ بھوج پر کیا رہی ہوگی۔

حسب ذیل خطابات گجرات کی تاریخ کے سلسلے میں قابل ذکر ہیں :-  
 امین خاں غوری :- تاناہ خاں کا لڑکا تھا اس نے ۱۵۹۹ء میں گجرات کی تاریخ میں کافی حصہ لیا۔ تقریباً ۱۶۰۹ء میں مارا گیا۔  
 امین خاں :- عبد الکریم خاں فولاد خان کا بیٹا لڑکا ۱۶۰۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۶۱۱ء میں اس کا انتقال ہوا۔

چنگیز خاں :- عماد الملک اصلاں کا لڑکا۔ عماد الملک کے لقب سے سرفراز ہوا مگر عموماً اپنے لقب سے یاد نہیں کیا جاتا تھا۔ اُس نے ۹۶۷ھ میں خداوند خاں کو مارا جس نے اُس کے والد کو ۹۶۷ھ میں قتل کیا تھا کچھ عرصہ تک بھروج کا ناظم تھا ۹۷۶ھ میں قتل ہوا۔

فولاد خاں :- عبد الکرم سیف الدین محمد حبشی خاندیش کے فرماں روا کے تخت میں سوگیر کا حکمران تھا۔ جب اکبر نے نظام شاہ کو اسیر میں شکست دی۔ فولاد خاں شہنشاہ اکبر سے جا ملا اور اکبر کی طرف سے بھی سوگیر پر قابض رہا۔

فولاد خاں :- مہندل حبشی مذکورہ بالا فولاد خاں کا والد تھا۔ اور جامود کے شہر پر قابض رہا تھا۔ ۹۷۷ھ میں مرا۔

اختیار الملک :- دولت بادشاہیوں کا سپہ سالار نے ۹۷۷ھ میں خطاب پایا۔ ۹۷۶ھ میں مجلس سماعی کے خطاب سے بھی سرفراز ہوا۔ اپنے لڑکے عماد الملک کے ساتھ ۹۷۶ھ میں جنگ میں مارا گیا۔

عماد الملک ”خوش قدم“ سلطان سکندر کا قاتل ۹۷۷ھ میں قتل ہوا۔

عماد الملک مصلح الملک ملک جیون کا لڑکا تھا اُسے ملک جیو بھی کہتے ہیں۔ خوش قدم کے بعد عماد الملک کے لقب سے سرفراز ہوا اور محمود سوم کا قیدی راقل تھا۔ ۹۷۳ھ میں فوت ہوا۔ سلطان بہادر کا سپہ سالار تھا۔ خداوند خاں صفر سلیمانی نے اُسے ۹۵۶ھ میں قتل کیا۔

عماد الملک اصلاں رومی :- رومی نے عماد الملک کا لقب ۹۶۱ھ میں پایا اور فوج کے خارجی دستہ کا سپہ سالار مقرر ہوا۔

اعتماد خاں: محمود سوم نے عبدالکریم کو ۹۶۵ھ میں یہ لقب عطا فرمایا تھا۔  
 ۹۶۶ھ میں احمد سوم کے قتل کے بعد گجرات کا ولی مقرر ہوا عہد الملک  
 اصلمان رومی اس کے بڑے حریفوں میں تھا۔ ۹۵۵ھ میں ابوتراب کے  
 ساتھ حج کرنے گیا۔ ۹۶۶ھ میں گجرات کا ناظم مقرر ہوا اور ۹۶۹ھ  
 میں پٹن میں انتقال کیا۔

”جھو جھار خاں“ بلال حبشی نے ۹۶۵ھ میں خطاب حاصل کیا۔  
 مبارک شاہ فرمانروائے خاندیش کے زیر سایہ برہان پور کا ناظم تھا۔  
 یہ عزیز خاں کا باپ اور امین خاں کا دادا تھا۔

سرجم میں مدفون ہوا۔  
 ”جھو جھار خاں“ مرجان سلطانی حبشی بہ ہنول ادب منڈا کی جائیں  
 پر قابض تھا۔ یاقوت الخ خاں نے اُسے اپنا بھائی بنایا تھا۔ ۹۶۸ھ  
 میں یاقوت الخ خاں کے ساتھ تھا اور بعد میں اکبر کے حکم سے ہاتھی کے  
 پاؤں کے نیچے کھل ڈالا گیا۔ سرجم میں مدفون ہوا۔ اس کے لڑکے ولی  
 خاں کو شہنشاہ اکبر نے گجراتی فوج کا سپہ سالار بنایا۔

خیرات خاں: بلال خلع خاں حبشی محمد الخ خاں کا وزیر تھا۔ اور  
 اس لئے اُس نے خیرات خاں کے خطاب سے عورت پائی۔ جو اس کے  
 پہلے محمد الخ خاں کا لقب تھا۔ جب وہ یاقوت خاں کا وزیر تھا۔ ۹۶۶ھ  
 میں اعتماد خاں نے اُسے بے جرم قید کر لیا۔ بعد میں اعتماد نے اُسے رہا  
 کر دیا۔ اعتماد خاں نے اُسے امیر بنایا اور خیرات خاں کا خطاب قائم رہا۔  
 اس نے ۹۶۹ھ میں انتقال کیا۔

خداوند خاں: مجد الدین محمد تلمیذ ثانی کے عہد حکومت میں ۹۶۱ھ سے

۹۳۰ء تک وزیر رہا۔ سکندر اور بہادر کے ایام حکومت میں بھی اسی عہدہ پر فائز تھا۔

سعید صفراں سلطانی مصطفیٰ سلیمانی کا جو بعد میں روم خاں کے لقب سے ممتاز ہوا وکیل تھا۔ سلطان بہادر کے انتقال کے بعد سورت کا ناظم مقرر ہوا ۹۳۳ء میں اسے خداوند خاں کا لقب عطا ہوا ۹۵۲ء میں اُس نے حماد الملک ملک جیو کو قتل کیا۔

خداوند خاں :- رجب سلیمانی صفراں کا لڑکا تھا ۹۵۳ء میں سورت کی نظامت اُسے سپرد ہوئی اور باب کا خطاب خداوند خانی بھی حاصل ہوا ۹۶۶ء میں اُس نے حماد الملک اصلان ردی کو مار ڈالا اور ۹۶۷ء میں اصلان روی کے لڑکے چنگیز خاں نے اُس سے باپ کا بدلہ لیا۔ اور ہلاک کر ڈالا۔

ملک الشرق :- محمد چورابن بابو جو سلطان محمد سوم کے قتل کے جرم میں ماخوذ ہوا لیکن اس نے اپنے کو بے قصور ثابت کیا ۹۶۱ء میں اعتماد سے مل گیا اور ملک مشرق اور مجلس ہمایوں کے خطاب سے ممتاز ہوا۔

روی خان :- امیر مصطفیٰ ابن بہرام ۹۳۸ء پہلے پبل ہندوستان میں وارد ہوا اور اُس نے پڑنگالیوں کو سخت شکست دی۔ سلطان بہادر نے اسے روی خاں کا خطاب عطا کیا ۹۴۲ء میں چوڑے کے محاصرے کے بعد ہمایوں سے مل گیا۔

سید مبارک :- بخاری سادات کا سردار تھا اُس نے سولھویں اور سترھویں صدی میں ہجرت کی تاریخ میں بڑا حصہ لیا ۹۶۱ء میں فوج کا

سپہ سالار ہو گیا اور مجلس اشرف کے لقب سے سرفراز ہوا ۹۶۵ھ میں جنگ میں مارا گیا۔ اس کا لڑکا میرن اور پوتا حامد دونوں جگرات کے سربراہ اور وہ اشخاص میں ہوئے ہیں۔


سیف الملک :- مفتاح الخ خانی۔ محمد الخ خاں نے اسے دمن کی نظامت سپرد کی تھی بعد میں حبيب عماد الملک نے دمن پر نگالیوں کے سپرد کر دیا تو اسے بڑودہ کی نظامت مل گئی۔

شیر خاں :- با اعتماد خاں کا لڑکا تھا اور وجہ الملک کے لقب سے سرفراز ہوا۔ شیر خاں فولادی، عین الملک فولادی ۹۶۶ھ میں اس نے چنگیز خاں سے مل کر اعتماد خاں کے خلاف سازشیں کیں۔ ۹۶۸ھ میں الخ خاں بھی اس سازش میں شریک ہو گیا۔ بعد میں مرزا لوگوں سے جالام۔

الخ خاں مندل دلا اور خاں ۹۶۶ھ میں محمود سوم کے زمانہ سلطنت میں سپہ سالار تھا۔ یا قوت ثابت خاں حبشی اس کا وزیر تھا جو اس کے انتقال کے بعد ۹۶۶ھ میں جاپنین مقرر ہوا۔

الخ خاں :- یا قوت ثابت خاں حبشی جیسا ذکر ہو چکا ہے ۹۶۶ھ میں اسی خطاب سے سرفراز ہوا۔ اس کا لڑکا سید محمد خیرات خاں اس کا وزیر تھا اور الخ خاں خطاب سے ۹۶۹ھ میں اپنے باپ کے انتقال کے بعد سرفراز ہوا۔ یا قوت سرخ میمن مدفون ہوا۔

الخ خاں :- خمس الدولہ محمد حبشی اپنے باپ یا قوت الخ خاں کا وزیر تھا۔ اس کی وزارت کا لقب خیرات خاں تھا۔ اسے مجلس اشرف عالی کا خطاب بھی عطا ہوا تھا۔ اس کی وزارت ۹۶۹ھ سے ۹۶۵ھ تک قائم رہی۔

یہ بھی تاریخ جگرات کی داستان جس کا ذکر میں نے اپنے مقدمہ میں پیش کیا ہے۔ زبان زکوة فرماندہ راز من بانی است  بضاعت سخن آخر شد و سخن باقی است  
شعبہ احمد۔ الہ آباد۔

# دیباچہ

فارسی ادبشن کا دیباچہ

از  
(ڈیفنس راس)

اس چھوٹی سی کتاب کے مصنف میر علی تراب ولی کا سلسلہ نسب شیراز کے سلامی سادات کے خاندان سے تھا۔ ان کے والد شاہ قطب الدین شکر اللہ صوبہ گجرات میں کافی اثر رکھتے تھے۔ ان کے دادا میر عنایت الدین (معاصر الامراء) عنایت الدین پڑھا ہے) المعروف بہ سید شاہ میر ایک بہت مشہور عالم تھے۔ اور امیر صدر الدین بن میر عنایت الدین منصور شیرازی جیسے شہرہ آفاق شخص آگے ہم سبق تھے۔ امیر صدر الدین انجینی بن میر عنایت الدین منصور شیرازی ۸۲۵ھ مطابق ۱۴۲۵ء میں شیراز میں پیدا ہوئے تھے وہ ایک مشہور فلسفی اور عالم دین تھے۔ انھوں نے بہت سی تصانیف عقائد پر چھوڑی ہیں۔ ان کو بامندری ترکوں نے ۹۰۵ھ مطابق ۱۴۹۴ء میں شہید کر دیا۔

سید شاہ میر اول اول سلطان قطب الدین (۷۵۵ھ لغایت ۷۶۳ھ) کے حکومت میں گجرات میں داخل ہوئے۔ لیکن مستقل سکونت انھوں نے اس ملک میں ۷۹۲ھ (۱۳۹۰ء) میں سلطان محمود بیگارہ کے عہد حکومت میں اختیار کی اور اپنے بیٹے میر کمال الدین کے ساتھ چمپانیر میں رہنے لگے۔

سید شاہ میر نے بہت سے لڑکے چھوڑے۔ مگر صرف دو کے نام ہم تک پہنچے ہیں۔ میر کمال الدین اور شاہ قطب الدین شکر اللہ۔ ابو الفضل نے اپنے اکبر نامے میں

(جلد ۳ ص ۲۱) اور صاحب الامر اور دونوں کہتے ہیں کہ ابو تراب لڑکے تھے میر  
 کمال الدین کے لیکن ہم کہ خود ابو تراب کی تحریر سے (دیکھو صفحہ ۲۷) جیسا کہ ڈاکٹر پونے  
 بھی اختیار کیا ہے پتہ چلتا ہے کہ وہ قطب الدین شکر اللہ کے بیٹے تھے۔ ہم کو نہیں معلوم  
 کہ ابو تراب کب پیدا ہوئے تھے اور نہ ہم کو ان کی زندگی کے بارے میں اس سے پہلے کچھ  
 علم ہے۔ جیسا کہ ہم ان کو ۹۵۹ء میں اعتماد خاں کی ملازمت میں پاتے ہیں جو گجرات  
 کے امراء میں سے ایک نہایت با اثر امیر تھا۔ اکبر سے مراسلت میں انھوں نے نمایاں حصہ  
 لیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اعتماد خاں کے یہاں وہ کوئی بڑا منصب رکھتے تھے۔  
 ابو تراب کا خود اپنی بیان اس معاملے میں ابو الفضل کے بیان سے بالکل مطابق ہے۔  
 ابو الفضل ان کے بارے میں کہتا ہے۔ محدث اصحاب مشہور گجرات ۱۰۷۵ء میں دہ  
 کہ ۹۵۹ء میں جیسا کہ معاصر کے مصنف نے لکھا ہے۔ ابو تراب نے بحیثیت میر حاج کے  
 مکہ معظمہ کی زیارت کی ان کی ماتحتی میں درباریوں اور بیگیوں کی ایک بڑی جماعت تھی۔  
 اعتماد خاں بھی اس میں شامل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر نے پانچ لاکھ روپیہ نقد اور دس ہزار  
 کی خلعت ابو تراب کے سپرد کی تھی تاکہ وہ اس متبرک شہر میں حاجت مندوں میں تقسیم کر دیں۔  
 ۹۸۸ء میں اپنی واپسی پر ابو تراب اپنے ساتھ ایک بڑا پیچ لائے جس پر قدم رسول کا نشان  
 تھا۔ ان کی واپسی کی تاریخ غیر الاقدم سے نکلتی ہے۔ مشہور روایت کے مطابق یہ پیچ بھی  
 اسی قسم کا تھا جیسا کہ دہلی میں فیروز شاہ کے عہد میں سید جلال بخاری لائے تھے۔ معاصرین  
 ہے کہ جنہیں رگوں پر کہ اس عہد سے آج تک سید جلال بخاری در زمان فیروز شاہ بدلی  
 اور ”مسٹر بلوگین“ نے اپنے آئین اکبری (جلد اول صفحہ ۸۷) کے ترجمے میں عہدست کی وضاحت  
 کرتے ہوئے اس کے معنی (دہلی) لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیچ وہی تھا جسے  
 سید جلال بخاری عہد سلطان فیروز میں دہلی لائے تھے۔ مگر اعلیٰ عہدست کے معنی یہاں سناٹھی ہیں۔  
 سورت کے بندرگاہ میں پہنچ کر ابو تراب نے اپنی واپسی کی اطلاع اکبر کو بھیجی جس نے ان کو



کما بھیجا کہ اگر وہ سے ہم میل کے فاصلے پر رکے رہیں، کہا جاتا ہے کہ اگر اپنے امراء اور درباریوں کے  
 ساتھ نکلا اور اس متبرک پتھر کا نہایت شان سے استقبال کیا۔ وہ اس پتھر کو اپنے کندھے پر کئی  
 قدم لے گیا اور اس کی تقلید امراء نے کی جو اس پتھر کو اسی عزت کے ساتھ شہر تک لے آئے اور  
 اکبر کی خواہش کے مطابق اس کو ابوتراب کے گھر میں رکھ دیا۔ معاصر الامراء کا بیان ہے کہ اس وقت  
 اکبر اسلام کا مخالف خیال کیا جاتا تھا اور خود نبوت کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور پتھر کے ساتھ اظہار عقیدت  
 کا اس کے سوا کچھ اور مطلب نہ تھا کہ عام لوگوں کی حرف گیری کو ٹھنڈا کیا جائے۔ ابو الفضل  
 بھی ان تمام واقعات کی تعوییل اکبر کی طرف سے ایک مذہبی ڈرامے سے زیادہ نہیں کرتا  
 ہے اور لکھتا ہے کہ بادشاہ کا اصلی مقصد اس پتھر کو اظہار عقیدت کے ساتھ لانے کا خواہش آمدید  
 کہنے کا سوا اس کے کچھ نہ تھا کہ ابوتراب کی عزت افزائی کرے۔ ۹۸۵ء میں جب ابوتراب  
 کو گجرات واپس جانے کی اجازت ملی تو اس نے پتھر کو اپنے ساتھ اس ملک میں لے جانے کی  
 اجازت حاصل کر لی۔ وہ پتھر کو احمد آباد کے نزدیک اساول میں لے گیا۔ جہاں ۹۹۲ء  
 میں اس نے اس کے اعزاز میں ایک گنبد اور ایک خانقاہ تعمیر کی۔ کہا جاتا ہے کہ بعد میں  
 مرہٹہ کے ہاتھوں اساول کی بربادی کے زمانے میں ورثائے ابوتراب نے اس پتھر کو  
 احمد آباد منتقل کر دیا۔ ۹۹۲ء (۱۵۸۳ء) میں جب اعتماد خاں گجرات کا گورنر مقرر ہوا تو ابوتراب  
 اس صوبے کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اس کا لڑکا میر گڈائی اکبر کے یہاں منصب دار تھا۔  
 ابوتراب کا انتقال ۱۰۰۲ء (جلد دوم ص ۷۷) کے مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۰۰۲ء  
 (مطابق ۱۵۹۲ء) کو ہوا۔ اور معاصر الامراء (جلد ۲ ص ۷۷) کے حوالے سے ۱۰۰۲ء (۱۵۹۲ء) میں  
 ہوا۔ اور اساول میں دفن ہوا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے ابو الفضل ابوتراب کا اتنی بارگاہی لے میں  
 ذکر کرتا ہے اس کی وفات کی تاریخ نہیں دیتا۔

اگرچہ اس چھوٹی سی تاریخ کا مصنف اپنے معاصرین میں کافی شہرت رکھتا تھا تاہم  
 اس زمانے کے کسی مورخ کی نظر کے سامنے سے یہ تصنیف نہیں گذری معلوم ہوتی۔ درحقیقت

اس کی سوانح حیات کے خاص خاص ماخذ جیسے معاصر الامراء امراء احمدی سائڈ کلبرن آ  
اس بات کا ذکر نہیں کرتے کہ اس نے کبھی کوئی ٹھکات لکھی ہو۔ اس کتاب کا  
بے مثل نسخہ جو برٹش میوزیم میں ہے ابونزاد کے انتقال کے ۵۰ برس بعد  
نقل کیا گیا تھا۔

کتاب بے ربطی کے ساتھ بغیر کسی مقدمے کے شروع ہوتی ہے مگر چھ مصنف  
اکثر اپنے بارے میں لفظ فقیر استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کا نام  
صرف ایک مرتبہ منظوم تاریخ میں آتا ہے (دیکھو ص ۹۹) موجودہ طباعت  
اس نسخے کے مطابق کی گئی ہے جو میرے لئے ایک بغدادی عالم موسومہ بہ حاجی  
عبدالحمید نے برٹش میوزیم کے قلمی نسخے سے تیار کیا تھا۔ پروف پڑھتے ہوئے میں نے  
وہ عبارتیں اور جملے جن کے بارے میں مجھے کچھ شبہ تھا لکھ لئے اور اس کتاب  
کا ایک نسخہ اس طرح نشان لگا کر مسٹر ارون کے پاس بھیجا۔ جنہوں نے بڑی مہربانی  
سے ان تمام مشکوک مقامات کو اصلی قلمی نسخے سے ملایا اور مجھے اپنی اس جانچ کے  
نتیجے سے مطلع کیا۔ جس کا حوالہ جا بجا نوٹ میں ملے گا۔

میں نہایت خلوص کے ساتھ ان کی اس کریمانہ خدمات کا اس موقع پر شکریہ  
ادا کرتا ہوں۔ میں نے نوٹ میں ان اغلاط کی بھی اصلاح کر دی ہے جو سہوایا  
میری نظر سے بچ کر کتاب میں آ گئیں جب وہ چھپ رہی تھی۔ اور جہاں جہاں  
مجھ سے ہو سکا ہے میں نے الفاظ اور جملوں کے وضاحت کی بھی کوشش کی ہے  
جو پڑھنے والوں کے لئے مشکل معلوم ہوں۔

این۔ دینی سن راس کلکتہ ۱۹۰۹ء جنوری



۲۔ ہمایوں اور بہادر شاہ کے درمیان جنگ کا چھڑ جانا مادرِ مندر سور کے مقام پر موخر الذکر کی شکست۔ صفحہ ۱۶ سے ۲۲ تک۔

۳۔ بہادر شاہ کا قلعہ مندر میں محصور ہو جانا اور کھمبایت کے مقام پر ہمایوں کے غیہوں میں شیخون مارنا۔ صفحہ ۲۲ سے ۲۳ تک۔

۵۔ بہادر شاہ کا عماد الملک کو فوج اکٹھا کرنے کا حکم دینا۔ احمد آباد کے نزدیک پچاس ہزار گجراتی سپاہ کا معائنہ۔ البتراء کے باب اور چچا کا چمپانیر کے مال غنیمت میں سے بہت مال و دولت کا ملنا۔ صفحہ ۹۳ سے ۹۴ تک۔

۷۔ محمد زماں مرزا کا گجرات کے تحت دنان پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنا۔ عماد الملک اور مرزا یوں کا شکست ہوینا اور موخر الذکر کا اپنے مال و دولت کے ساتھ سندھ کی طرف بھاگ جانا۔ صفحہ ۵۴ سے ۵۹ تک۔

۸۔ سلطان محمود غسانی کا تخت نشین ہونا۔ الہ تبارک کے خیال میں ۹۴۴ھ میں اور  
مراۃ البسکندری کے مطابق ۹۴۳ھ میں)۔ صفحہ ۵۹ سے ۶۲ تک۔

۹۔ عالم خاں کی کامیاب وراثت، ہمایون کا سلطان محمد دکن خط بھیجنا۔ صفحہ ۶۲

## حقہ دوئم

۱۰۔ سلطان محمود کا غدار بہان الدین کے ہاتھوں قتل ہونا اور گجرات کے اور چوٹی کے امراء اور وزراء کا قتل ہونا۔ اس سلطنت میں خلل واقع ہونا (صفحہ ۶۲ تا ۶۴ تک)

۱۱۔ دوسرے واقعات اور مجاہدین کا انتقال کرنا۔ ... (صفحہ ۶۶ سے ۷۷ تک۔

(ابو تراب کے خیال میں ۹۶۲ء میں

لیکن دراصل ۹۶۳ء میں)

۱۲۔ اکبر کا پہلی بار گجرات میں داخل ہونا (۹۶۸ء میں)۔ گجرات کے امیر نل میں ناچاتی۔ لیکن اکبر کی آمد کی خبر سن کر مقابلہ کے لئے متحد ہونا۔ اعتماد خاں کا ابو تراب کے ذریعہ اکبر کے پاس نامہ بھیجنا۔ ... (صفحہ ۷۷ سے ۸۲ تک۔

۱۳۔ ابو تراب کا دوبارہ لکھنؤ میں سروراز ہونا۔ (صفحہ ۸۶

۱۴۔ اکبر اور اعتماد خاں کی ملاقات۔ ... (صفحہ ۸۷

۱۵۔ ان خاں اور جھو جھار خاں کی حیثیت۔ ... (صفحہ ۸۸

۱۶۔ ابو تراب کا اعتماد خاں کی وفاداری اور ایمان داری کا ضامن

بننا۔ ... (صفحہ ۹۱

۱۷۔ اکبر کا اعتماد خاں کو یقین دلانا کہ وہ موخر الذکر کو باغی حبشیوں

سے نجات دلانے آتا ہے۔ ... (صفحہ ۹۳

۱۸۔ اعتماد خاں کے ساتھ اکبر کا بہت اچھا سلوک کرنا۔ ... (صفحہ ۹۴

۱۹۔ اختیار الملک کا فرار ہونا۔ ... (صفحہ ۱۰۲

۲۰۔ اکبر کا اختیار الملک کے فرار کا الزام اعتماد خاں پر عائد کرنا۔ اکبر اور

ابو تراب کے درمیان بحث کا ہونا اور ابو تراب کا اکبر کے الزام کو غلط ثابت

کرنا۔ ... (صفحہ ۱۰۷

۲۱۔ اکبر کا ابراہیم حسین خاں کا تعاقب کرنا اور سرنال کے محکم پر اسے

جالیٹا ..... صفحہ ۱۱۰

۲۲۔ سورت پر قبضہ کرنے کے بعد اکبر کا جمال پور میں قیام کرنا۔ اور

بوتراپ پر عنایات کی بارش ..... صفحہ ۱۱۳

۲۳۔ اکبر کا دوبارہ گجرات میں داخل ہونا اس کا فتح پور سے بالیسارہ کو  
پلخا کر کرنا اور دو ماہ کی مسافت کو نو دین میں طے کرنا۔ اور گجرات پر کامل  
فتح حاصل کرنا ..... صفحہ ۱۲۳ سے ۱۳۱ تک۔

۲۴۔ ۹۵ھ میں بوتراپ کا حج کے لئے عازم کئے ہونا اور میرکارواں

بننا ..... صفحہ ۱۳۱ سے ۱۴۴ تک۔

۲۵۔ حج سے واپس آنا اور اس کے بعد کے واقعات۔ صفحہ ۱۴۴ سے ۱۵۸ تک۔

[آخری واقعات :- اعتماد خاں اور بوتراپ کا احمد آباد میں وارد ہونا۔

جس پر مظفر شاہ سوگم کی سرداری میں باغیوں نے قبضہ کر لیا تھا (۹۹۲ھ) ان کا  
پٹن کی طرف پیچھے ہٹنا۔ یہاں پر بیان ختم ہو جاتا ہے۔]



# تشریحات

صفحہ ۷۰

۱ - ۴ - والحمد..... برسولہ - تمام تعریف اللہ کے واسطے ہے اور درود

اُس کے حصول کے لئے۔

۸ - ۱۱ - یا..... بالعقود - اے ایمان والو عہد پورا کرو۔

۸ - ۱۲ - ان..... الایمان - بیشک اچھا ایمان کا جزو ہے۔

۹ - ۱۶ - کا شمس..... السماء - جیسے آسمان کے وسط میں آفتاب۔

۱۴ - ۱۵ - وہ..... نوکیدھا - قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ ٹوڑو۔

۱۵ - ۱۴ - لكل..... لذّة - ہر نئی چیز کے واسطے لذت ہے۔

۱۶ - ۱۸ - وہ..... الشیطان - تم کو شیطان دھوکا نہ دے۔

۲۱ - ۲ - الغرار..... الماسکین - جس چیز کی طاقت نہ ہو اُس سے بھاگنا

پیغمبروں کی سنت ہے۔

۲۲ - ۱۶ - یوم..... بینہ - وہ دن جب انسان اپنے بھائی، ماں، باپ اور

دوست اور لڑکے سے بھاگے گا۔

۳۷ - ۹ - الہم..... فاہم - پہلے زیادہ ضروری کام پھر اس کے بعد اس سے کم چیز

۳۸ - ۹ - لبشہر..... وارت - بخیل کے مال کو کسی حادثہ یا وارث کی خوشخبری دو۔

۴۷ - ۱۶ - واللہ اعلم..... اللہ بہتر جانتا ہے۔

۴۹ - ۱۵ - اذ..... لیستقدمون - جب ان کا وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی تقدیم مانگیں گے۔

۱۷ - ۱۷ - ایما..... مبشیدہ - جہاں تم رہو گے موت تمہیں اُن جی ٹولہ تمہیں بطور جہنم میں لے

۵۹ - ۹ - یا ایھنا..... مرضیۃ - اے مومن! اپنے رب کی طرف لوٹ اس

حال میں کہ تم اس سے راضی ہو اور وہ تم سے راضی ہو۔

صفحہ - سطر -

- ۶۶ - ۷ - سیجعل..... وڈا - قریب تر پیدا کر دے گا ان میں نجات۔  
 ۷۵ - ۱۱ - تمم..... النخالقین - پھر ہم نے اُس کو دوبارہ پیدا کیا پس پاک ہے  
 اللہ جو سب صورت گروں سے بہتر ہے۔  
 ۷۶ - ۴ - توتی..... تشاعر - تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے۔  
 ۷۶ - ۸ - اخرجت..... لھا - زمین اپنا بوجھ نکالے گی اور کسے گی کہ اس کو  
 کیا ہو گیا ہے۔  
 ۱۰۳ - ۵ - الحکیم..... للہ - حکم اللہ کے واسطے ہے اور ہم اُس کے  
 حکم پر راضی ہیں۔  
 ۱۰۷ - ۸ - سبیلک..... عظیم - پاک ہے تو، یہ بڑا بہتان ہے۔  
 ۱۳۰ - ۱۲ - وہ..... اخری - نہ اٹھائے گا کوئی دوسرے کا بوجھ۔

## حل لغات

الش - پس ماندہ کھانا - سلاطین عزت افزائی کے لئے مرحمت فرماتے تھے۔

کھو ربیل - کاڑی۔

کپیری - بوڑھی عورت۔

وقور - احترام، وقار اور عزت۔

## صحیح نامہ

کتابت کی سنت میں فرق آجاتا اگر کتاب اغلاط سے پاک ہوتی ہیں۔  
اُن حضرات کا رہینِ منت ہوں گا جو کتاب شروع کرنے کے قبل تصحیح فرمالیں گے۔  
شبیبہ احمد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۱	سلطان بہادر کا دل سے	سلطان بہادر دل سے
۱۲	۲	درود و سلام	درود و سلام
۲۷	۳	بھوبت رائے	بھوبت رائے
۳۱	۱۳	ہمراہ لیا تھا	ہمراہ لیا تھا اگر قتار ہوئے
۴۱	۱۴	جنت آشیانے	جنت آشیانی۔
۴۲	۱۷	بسرکھیچ	بسرکھیچ
۴۳	۹	نوساری	نوساری
۴۳	۱۰	بسرکھیچ	بسرکھیچ
۴۵	۳	الف خاں	الف خاں
۴۵	۶	مشورہ	مشورہ
۴۶	۱	تردد بیگ	تردد بیگ
۴۷	۵	ورند	ورند
۵۱	۸	بڑھا یا	بڑھا یا
۵۲	۱۶	بڑھا یا	بڑھا یا
۶۰	۱۶	بڑھا یا	بڑھا یا



صفحہ	سطر	علا	صحیح
۶۲	۱	دیار خاں	دریا خاں
۶۲	۱۲	قور	وقور
۶۶	۱۷	چڑھائی	چڑھائی
۶۷	۱۳	کپڑہ	کپڑا
۷۳	۱۷	الف خاں	الف خاں
۷۴	۱۲	اُس	اِس
۷۶	۳	چھٹن کے بعد دھونڈ نکالا	چھٹن کے بعد ایک کوڑھونڈ نکالا۔
۷۶	۱۳	سیدو جی طیب	شیو جی طیب
۷۷	۳	دبوی	دبوی
۷۸	۱۱	ربانی	ربانی
۷۸	۱۱	کسی شرمی تھی۔	کسی شرمی تھی پیش آئی۔
۸۴	۷	اعتماد خاں کی مسند عالی	اعتماد خاں مسند عالی
۸۶	۱۳	باردو	اُردو
۸۷	۱۶	الف خاں	الف خاں
۸۸	۹۱۸	"	"
۸۹	۱۳۷۱۳۱	"	"
۹۰	۸	"	"
۹۴	۱۷	"	"
۹۵	۱۰۷۷	"	"
۹۷	۴	آصف خاں مرحوم فرماں لکھنا	آصف خاں مرحوم نے فرماں لکھ دیا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۴	۹	مرزا ع. یز کے	مرزا ع. یز نے
۱۰۵	۱۳	اعتماد خاں لایا ہوں	اعتماد خاں کو لایا ہوں
۱۰۹	۵	اعتماد خاں چھاوئی	اعتماد خاں کی چھاوئی
۱۱۰	۱۴	خواجہ صفیر رومی بنایا ہوا ہے	خواجہ صفیر رومی بنایا ہوا ہے۔
۱۱۱	۱۰	کم نہیں اور محمد حسین مرزا	کم نہیں محمد حسین مرزا
۱۱۲	۱۲	اجتیار الملک	اجتیار الملک
۱۱۹	۹	ہاتھیوں کے آگے کر کے	ہاتھیوں کو آگے کر کے۔
۱۲۱	۲	اس واسطے کے	اس واسطے کہ
۱۲۶	۵	تعاقب کیا تھا گھوڑے سے	تعاقب کیا تھا ان کو گھوڑے سے۔
۱۲۶	۱۶	دکھنا	رکھنا
۱۳۲	۱۱	سر	سیہ
۱۳۵	۱۰	کچھ	کچھ
۱۳۸	۱۲	صورت	سورت
۱۴۴	۱۵	عرض	غرض
۱۴۷	۲	جانتا	نہ جانتا
۱۵۵	۱۳	راہ میں	راہ

# تاریخ گجرات

تالیف شاہ ابوتراب ولی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

والحمد لله والصلوٰۃ علیٰ رسولہ۔ حمد اور نعت کے بعد واضح ہو کہ چونکہ وصف دوستی ہر فرد بشر کے لئے زیبا ہے۔ خصوصاً صاحب مرتبہ بادشاہوں کے واسطے۔ اور چونکہ ان کی دوستی بہت زیادہ آرام اور ملک کے امن کا ذریعہ ہوتی ہے بہت زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور یہ نسبت محبت درمیان حضرت جنت آشنائی ہمایوں بادشاہ اور آقا سلطان بہادر میں مستحکم ہو کر اس امر کا ذریعہ ہو گئی تھی کہ سلطان بہادر کو حضرت ہمایوں کے اتفاق کے سبب سے اطمینان دل حاصل ہوا کہ وہ راجاؤں

کے ملکوں کے فتح کرنے اور اعلیٰ اعلام کلمۃ اللہ ہی العلیا میں مشغول ہو گئے۔ اکثر اطراف و جوانب کو اپنے اقتدار و تصرف میں لائے اور ان کی سخاوت اور ملک گیری کی شہرت دنیا میں ہو گئی۔ اور بہت سے فہم مند شہزادے اُن کی خدمت میں کمر بستہ تھے۔ سفر کے زمانے میں بادشاہی سرخ خیمہ کے پاس اطراف ملک۔ نواحی گیلان و لارہ عجم و فارس و عراق و کشمیر و خطا و ختن وزیر باد کے شہزادے جمع تھے۔ تقریباً چودہ خیمے سرخ رنگ کے بادشاہی خیمے کے گرد نصب ہوتے تھے۔ بادشاہ کے خیمے کے امتیاز کے واسطے یہ حکم تھا کہ وہ محل کا ہوا اور اُس میں زیر بفت اور غلطہ کے پردے ہوں، ان ریشمی پردوں کی وجہ سے امتیاز بھی ہو گیا۔ اور گرمی کا دفیجہ اور سایہ کی زیادتی کے لئے مفید ثابت ہوئے۔ بادشاہی خیمے کے گرد تقریباً آدھ کوس تک بادشاہی خیموں کا احاطہ ہوتا تھا۔ اور ریشمی طناب اور سونے چاندی کی مینوں کا بھی حکم صادر ہوا۔ آسمان کو اس سلامت اور استقامت کی وضع پر رشک ہوا۔ اور ان دو بادشاہوں کی دوستی میں خلل واقع ہو گیا۔ لڑائی اور اختلاف کا سبب محمد زماں مرزا کی ذات تھی۔ کہ ہمایوں کے دربار سے بھاگ کر سلطان بہادر کی خدمت میں پہنچا تھا اور حضرت جنت آشیان کو اس کے سبب سے رنج ہوا۔

جنت آشیانی نے محمد زماں مرزا کو ملک گجرات سے نکال دینے کا نصیحت نامہ صلا سرح الملک مرزا قاسم اور غیاث الدین قورچی کی معرفت سلطان بہادر شاہ کے پاس بھیجا۔ یہی اختلاف کا باعث ہوا۔ سلطان بہادر کے غصہ نے سات پشت کی سلطنت کو برباد کر دیا۔

اڑائی سے ہوتا ہے ایسا غضب کہ برباد ہونا ہے گھر بار سب حق تو یہ ہے کہ جب خداوند عالم کی مشیت ازلی یونہی تھی۔ کہ مٹی کی بلکہ آسمانی نور کی ایک ذات یعنی خلاصہ خاندانی صاحب قرانی اور برگزیدہ سلاطین کو اس زمانے میں پیدا کرے بلکہ اس عالم بلند و پست کے بادشاہ کے وجود کی صورت کے نقش کو قدرت ایزدی صفیہ روزگار پر کھینچے۔ یعنی خلیفہ اصلی اور مالک حقیقی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ مدظلہ کی جہاں گیری کا علم تمام عالم میں بلند کرے اس وجہ سے اس نئے تغیر و تبدل کا طریقہ قائم کیا۔ اور ہمایونی دبدبہ کے ذریعہ سے گجراتیوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور وہ اس طرح ہوا کہ جس زمانے میں فردوس مکاری بابر بادشاہ سلطان ابراہیم کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے اور ہندوستان فتح کرنا چاہتے تھے اس کے چھ مہینے پیشتر اسی سال رحمدل بادشاہ مظفر یعنی سلطان بہادر کے باپ نے انتقال فرمایا۔ اور باپ کی وصیت کے مطابق سلطان بہادر

کا بڑا بھائی سکندر شاہ کے خطاب کے ساتھ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ دوسرے  
 بھائی علیحد علیحدہ ملکوں میں پریشان ہو گئے۔ ان میں سے لطیف  
 خاں محمود شاہ شہید کا باپ اور چاند خاں ساتھ ساتھ سلطان محمود  
 خلجی سندھ اور مالوہ کے بادشاہ کے پاس چلے گئے۔ سلطان بہادر  
 ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا۔ جس دن بابر شاہ سلطان ابراہیم سے  
 جنگ کر رہا تھا۔ بغیر سلطان ابراہیم کی ملاقات کے الگ سے مغلوں  
 کی لڑائی کا تماشا دیکھتا رہا۔ بابر بادشاہ کی فتح مند فوج کی فتح کے  
 بعد تین سو جوان جو سلطان بہادر کے ساتھ تھے لشکر کے کنارے سے  
 اڑ بھڑ کر نکل گئے۔ دلی تک پہنچے ہوں گے کہ ان کو خبر ملی کہ عماد الملک  
 نے سلطان سکندر کو مار ڈالا اور ان کے چھوٹے بھائی نصیر خاں کے  
 گجرات کے تخت سلطنت پر بیٹھنے کی خبر محمود شاہ کے خطاب کے  
 ساتھ بہادر شاہ نے سنی۔ اس خبر کو سن کر خوشی خوشی تیزی کے ساتھ  
 گجرات کی طرف چلا۔ جب وہ سرحد کے قریب پہنچا سب ارکان دولت  
 نے سوائے عماد الملک مذکور کے فرماں برداری و اطاعت کی عرضیاں  
 بھیجیں اور استقبال کر کے شہر میں لائے اور تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔  
 عماد الملک اجل رسیدہ کو ہاتھ باندھ کر حاضر کیا اور دربار کے میدان  
 میں سر سے پاؤں کے ناخن تک زندہ کھال کھینچ لی۔ الغرض سلطان بہادر

کی ترقی کے زمانے میں بہلول کی اولاد جو مغلوں کی فتح اور غلبہ سے  
 رنجیدہ تھے، سلطان بہادر کی خدمت میں آئے اور انتقام و تلافی کے  
 لئے وقتاً فوقتاً ہندوستان پر حملے کی ترغیب دیتے تھے اور اس کے  
 باپ سلطان مظفر کے اچھے برتاؤ کا لحاظ کر کے اپنے ملک کے فتح کی  
 تمنا کرتے تھے۔ اور واقعی سلطان مظفر کے احسانات جو اُس نے  
 سلطان محمود خلجی پر کیے تھے۔ ایسے ہیں کہ کتب تواریخ میں آب زر  
 سے لکھے جائیں اور بلند مرتبہ بادشاہوں کے دربار میں اُس کے  
 قصے آب و تاب کے ساتھ پڑھے جائیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ  
 جب امرائے پوربہ اپنے پورے قبضہ و اقتدار کی وجہ سے سلطان  
 محمود پر غالب ہو گئے اور اُس کو چڑیہ کی طرح پنچرے میں قید کر لیا۔  
 وہ اُن کی وجہ سے مرا جاتا تھا۔ وہ قلعہ گنگرہ سے کندکے ذریعے سے  
 اُتر کر گھوڑے پر سوار ہو کر غار کے راستے سے باہر نکل کر تھوڑے  
 دنوں میں فریاد کے واسطے پایہ تخت سلطنت مصیر میں حاضر ہوا۔ اور  
 پہلی مجلس میں بادشاہ کی ملاقات سے مشرف ہوا اور جب اُس نے  
 کہا کہ میں نے اس درگاہ میں پناہ لی ہے تو مدد اور فتح کے مژدے  
 سے ممتاز ہوا۔ تھوڑے عرصے میں تہیہ سفر و سامان لشکر کا انتظام  
 کر کے خود بدولت نے قلعہ مندو کے فتح کے ارادے سے کوچ کیا۔

مندو کے قلعہ کے سامنے فوجی خیمے لگا کر لڑائی میں مشغول ہو گئے۔  
 آتش جنگ مشتعل ہوئی۔ مدد خداوند عالم اس فتحمند بادشاہ کے  
 شامل حال تھی۔ ہزاروں کافر مارے گئے اور کل قلعہ اور ساری  
 سلطنت مالوہ کافروں کے ہاتھ سے بکھل گئی۔ جشن عظیم تین دن  
 تک قلعے میں منایا۔ سلطان محمود خلجی کی طرف سے عمدہ عمدہ چیزیں  
 ہمت والے بادشاہ کے حضور پیش کی گئیں۔ لیکن اس کی بلند ہمتی اس  
 سے کہیں زیادہ برتر تھی۔ خزانے اور زیور اور مرصع ظروف، تیز  
 گھوڑے، بڑے بڑے ہاتھی۔ اس کے نزدیک گھاس کے برابر  
 بھی نہ تھے۔ سب کو اُسی کے پاس چھوڑا۔ دوا می نیک نامی کی  
 سلطنت اپنے واسطے پسند فرمائی۔ بارہ ہزار سوار پانچ افسروں  
 کے ساتھ جن کی جاگیر گجرات سے مقرر تھی۔ اس کی مدد کے واسطے  
 ایک سال تک قائم رکھا۔ اور خود اپنے دار السلطنت میں واپس  
 تشریف لائے۔ اس احسان کی تاریخ یہ ہے :-

تاریخ      گرفتاری ملک مندو باز دادی  
 اور ملا شہیدی نے اس بادشاہ کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا ہے۔  
 جس کا مطلع یہ ہے۔

شاہ دنیا بہ دلِ عمر دگان نزلِ توست      گریستانی دگرش باز دہی آن دلِ توست



الفرض جب اولاد پہلوی سلطان علاء الدین جو کچھ دنوں باہر بادشاہ کی خدمت میں تھا اور فتح خاں، تاتار خاں ولد سلطان علاء الدین نے بخیال احسان سلطان مظفر شاہ خلیفوں سے لشکر کشی کرنے کا اصرار حد سے زیادہ کیا تو سلطان بہادر نے کہا کہ میں نے مغلوں کی جنگ دیکھی ہے اس فوج میں ان لوگوں سے لڑنے کا دم نہیں ہے۔ صبر کرو میں صحیح فکر کروں گا۔ تاتار خاں نے جو سب لودیوں سے زیادہ بہادر تھا عرض کیا جن مغلوں کو سلطان مرتبت نے دیکھا ہے وہ اپنی حالت پر باقی نہیں ہیں۔ عیش و عشرت کے عادی ہو گئے ہیں۔ اُن کے سردار میں اس فوج کے مقابلے کی اور اس جوان بادشاہ کی جس نے کبھی شکست نہیں کھائی مقابلے کی قوت نہیں رہی۔ ہر وقت اسی قسم کی باتیں کیا کرتا تھا کہ رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اسی درمیان میں محمد زماں حضرت ہمایوں بادشاہ سے رنجیدہ ہو کر سلطان بہادر کے پاس آیا۔ اس کا آنا سلطانی تدبیر کے موافق تھا۔ اس سے بہت عزت سے ملا۔ اور قسم قسم کی مہربانیوں سے اس کو خوش کر کے چاہا کہ اُس کو جنگ کا پیشوا بنائے۔ بکثرت انعام و صلہ و خلعت اور گھوڑے، جاگیر نقد عنایت کیا اور خواہش کی کہ مغلوں کی فوج کو اپنی طرف متوجہ کرے اور کار آمد سپاہیوں کو اپنا بنالے۔ غالباً اُس کی یہ بات

جنتِ آشیانی کے حقیقت دریافت کرنے والے دل پر ظاہر ہو گئی اور سمجھ لیا کہ محمد زماں مرزا کا گجرات میں رہنا ملک داری کی مصلحت سے بعید ہے۔ اس کے نکالنے کے واسطے سلطان بہادر شاہ کو خط لکھا جس کی نقل یہ ہے :-

اللہ تعالیٰ جل نہماہ کی حمد اور شکر اور حضور رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ثنا و صفت کے بعد واضح ہو کہ آج کل قاضی عبدالقادر و محکم آستان ملک آشیان میں آئے اور آپ کے عہد و قرار کی خبر ہم کو دی۔ ہمارا کیا اثر دل راہ و فاداری و اتحاد پر چلنے کے واسطے جس سے رعایا کو آرام اور شہروں میں آبادی ہوتی ہے تیار ہو گیا۔ اور ہمارے روشن دل میں ہرگز نہیں آتا کہ آپ مضمون آیہ کریمہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا بِالْعُقُودِ** سے تجاوز جائز رکھیں گے اور مضمون **إِنْ أَحْسَنْ** **الْعَهْدَ مِنَ الْبَيْتَانِ** کو کالعدم سمجھیں گے۔ لہذا صلاح الملک مولانا قاسم علی اور غیاث الدین قوہ چی کو بھیج کر ہم نے پیغام دیا کہ اگر آپ دوستی اور یکجہتی کے سیدھے راستے پر مضبوطی سے چلنا چاہتے ہیں تو مناسب ہے کہ اُن لوگوں کو جنہوں نے نعمت کا بدلہ نمک حرامی قرار دیا ہے اور آپ کے یہاں بھاگ گئے ہیں ہمارے یہاں بھیج دیجئے یا باغی گروہ کو اپنے پاس سے الگ کر کے اس ملک سے نکال

دیجئے اور پھر ہمارے یہاں کے کسی وابستہ کو اغوا کر کے اپنے یہاں  
 نہ رکھیں امید ہے کہ صلاح الملک مذکور ان باتوں کا جواب لائے گا۔  
 تاکہ مخالفت کا غبار ہمارے دریا کے مثل دل سے اتفاق کے زلال  
 سے دھو جائے اور محبت کا درخت دوستی کے باغ میں پھلے۔ چونکہ  
 صلاح الملک نور محمد خلیل کے ساتھ جیسا چاہئے تھا ویسا عہد نہیں لایا۔  
 اس وجہ سے تعجب ہوا۔ واضح ہو کہ محمد زماں کے بارے میں آپ نے  
 فرمایا ہے کہ وہ سلطان مغفور، سلطان مظفر اور سلطان مرحوم،  
 سلطان سکندر اور سلطان علاء الدین اور کئی بادشاہوں کی موافقت اور  
 عہد کی وجہ سے آگرہ سے گجرات آیا ہے اور اپنی حالت کے مناسب  
 رعایت حاصل کی ہے۔ اس کی وجہ سے ہرگز ہرگز دوستی میں خلل نہیں  
 ہوگا۔ اگر وہ یہاں رہے گا اور رعایت حاصل کرے گا تو کیا ہو جائے گا۔  
 قابل سماعت نہیں ہے کیونکہ قیاس مع الفارق ہے اور تعجب ہے کہ آپ  
 نے اس واقعہ کو اس پر قیاس کیا۔ واضح ہو کہ عہد نامہ قیام و استقلال  
 کی علامت سوا اس کے نہیں ہے کہ یہ خدلاں نصیب ہمارے پایہ تخت  
 میں بھیج دیئے جائیں۔ یا ان کی رعایت سے پرہیز کر کے ان کو اپنے  
 ملک میں نہ رہنے دیں۔ اور جب آپ ایسا کریں گے کمال شمس فی  
 وسط السماء یہ امر روشن ہو جائے کہ آپ کی زبان دل کے موافق ہے۔

ورنہ کس دلیل سے اس عہد نامہ پر بھروسہ کیا جائے۔  
 اے کہنے والے اپنے کو پابندِ عاشقی  
 دل ہے اگر زباں کے موافق تو ٹھیک ہے

شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ صاحبقران تیمور ایلدرم بایزید کی مخالفت  
 کے باوجود روم کو تباہ و برباد کرنے کی طرف متوجہ نہ تھے اس واسطے  
 کہ صاحبقران پوری طرح سے کفار یورپ سے جنگ میں مصروف تھے۔  
 اور چونکہ قمریوسف ترکمان اور سلطان احمد جلایر قحمد لشکر کے غلبے کی وجہ  
 سے بھاگ کر ایلدرم بایزید کے یہاں پناہ گزیں ہوئے تھے۔ اور کئی مرتبہ  
 صاحبقران نے خطوط بھیجے اور بایزید کو ان دونوں پر رعایت کرنے  
 سے منع کیا۔ چونکہ بایزید نے قبول نہیں کیا اس لئے جو کچھ قسمت میں  
 لکھا تھا ہوا۔

درخت دوستی نشان کہ کام دل بہار آرد  
 نہال دشمنی برکن کہ ریخ بے شمار آرد

زیادہ کیا لکھوں۔  
 مثنوی

اگر در سرے سعادت کس است ز گفتارِ سعدیش حرفی بس است  
 ترا ایں بسند است اگر بشنوی کہ گر خارِ کاری سمنِ مذروی  
 اُس خط میں جس کو محمد مقیم نے پہلے بھیجا تھا اس وجہ سے کہ

موحش خبریں اور ناپسندیدہ حرکتیں اُس طرف سے لکھی تھیں گویا رکی طرف روانگی کا ارادہ ہو گیا تھا۔ چونکہ نور محمد آپ کا عہد نامہ لایا ہم نے ملاحظہ فرمایا اور اُس کو رخصت کر دیا۔ شیخ ابراہیم جو ہماری بارگاہِ فلک منزلت کے مخصوص لوگوں میں سے ہے ہم نے اس کے ہاتھ عہد نامہ بھیج دیا کہ اس کا جواب فوراً لائے اور فوراً اُس کے بھیجنے کا مقصود عہد نامہ ہے جلد واپس کر دیجئے وَالسَّكَاةُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ ۝۔

جو تحفہ نور محمد خلیل نے جنتِ آشیانی کے حضور میں سلطان بہادر شاہ کی طرف سے پیش کئے اتفاقاً اس میں ایک قرآن شریف تھا۔ جنتِ آشیانی اس کی خوش خطی اور تکلفات دیکھتے جاتے تھے اور مذکور الصدر باتیں کہتے جاتے تھے یہاں تک کہ قول و قرار کا تذکرہ کیا۔ اور پورے وثوق اور اعتماد کے واسطے کلامِ مجید کی قسم بھی اُن کی سخی زبان سے نکل گئی۔ جب نور محمد خلیل نے یہ قصہ سلطان بہادر کے سامنے بیان کیا۔ اہل مجلس وہم میں مبتلا ہو گئے۔ اور سلطان بہادر کے غور میں زیادتی کا سبب یہ قصہ ہوا۔ مآ محمد لاری کو جو منشی تھا جواب لکھنے کا حکم دیا۔ جب جواب جو کہ حد اعتدال سے باہر تھا لکھ کر عام مجمع میں پڑھا تو ان لوگوں نے جو ہمیشہ تحریک کیا کرتے تھے اور ہاں میں ہاں ملایا کرتے تھے جواب کی بہت تعریف کی گو کہ سلطان بہادر

کا دل سے ان باتوں کا منکر تھا لیکن غرور اور اہل مجلس کی شرم کی وجہ سے اس عبارت کو بدلنے کا حکم نہیں دیا۔ اور بمقتضائے المقدور اس خط کا جواب اس طرح کا جو موافق مضمون جہ القلم کے تھا اس دربار میں پہنچا اور جو ہونے والا تھا ہوا۔

## حضرت بادشاہ کے خط کا جواب سلطان بہادر شاہ کی طرف سے

لک ملام کی حمد و ثنا کرنے اور خیر الایمان پر درود و سلام کی خوشبو سے خوشبودار ہونے کے بعد واضح ہو کہ آپ کے ایلچی نے جو مقرب بارگاہ نور محمد خلیل کے ہمراہ متوجہ دربار عالی ہوا تھا پہنچ کر عمدہ خط پہنچایا۔ اور اُس کا یہ غرور کا مضمون مقربان بارگاہ عالی پر ظاہر اور روشن ہوا۔ اُس میں یہ بھی لکھا تھا کہ قاسم علی و غیاث الدین اس واسطے حضور عالی میں بھیجے گئے تھے کہ ظاہر کر دیں کہ وہ لوگ جو آپ کے یہاں سے نکال دیئے گئے ہیں اور ہمارے ہاں پناہ گزیں ہیں نکال دیئے جائیں تاکہ دوستی اور اتحاد کے آثار ظاہر ہو جائیں۔ یہ بالکل خلاف اور سراسر غلط ہے۔ کیونکہ ان دونوں ایلچیوں نے ہمارے حضور میں

سوا خلوں اور وثوق عہد کے دوسری بات نہیں عرض کی۔ اگر ان کی عرض داشت سے سمجھا جاتا یا ذرا بھی ایسے الفاظ سننے جاتے تو معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا کہ آپ قدم رنجہ فرما کر گوا لیا ر تک بہادری کے ساتھ آتے یہ کیسی طمع خام اور خیال محال ہے یہ امر سب پر ظاہر ہے کہ آپ نے بڑے بڑے بادشاہوں اور بزرگ سلاطین کے یادگار محمد زماں مرزا کی دوستی اور بھائی بندی کا عہد قسم کھا کر مضبوط کیا تھا۔ اور جب اس پر قابو پا لیا عہد شکنی کر کے صدق و صفائی راہ سے منہ پھیر لیا۔ اور مخالفت و دشمنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ خلاصتہ السلاطین مذکور نے چونکہ تخت نشینی اور ملک گیری اس بلند بنیاد خاندان کی دنیا اور دنیا والوں سے سنی تھی کہ سلطان محمود نے حبشوں اور باغیوں کی سرکشی کے بعد اس بارگاہ میں پناہ لی تھی۔ حضور فردوسِ مسانی رحم دل مالکِ طباطبائے ثراہ و جعل الجنت متواہ کی طرف سے اُس کے حق میں کتنی رعایت اور حمایت ظاہر ہوئی۔ اسی بنا پر مبارک اقبال کی رہنمائی سے اسی امید پر اُس نے اس آسمانِ مرتبہ درگاہ میں پناہ لی اور ہمارے حضور میں فریاد کی کہ اُس پر ظالم عہد شکنوں کی طرف سے کیسے مظالم ہوئے ہیں۔ چونکہ ہماری دین پروری و داد گستری کا مقتضی حدیث نبوی علیہ الخیرۃ والتسلیم پر عمل کرنا ہے کہ حضور

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم۔ اس لئے ہم نے اس پر سایہ حمایت اور مہربانی کا ڈالا۔ اور رعایت و مدد لینے اور لازم قرار دی۔ اور خداوند عالم کی عنایت پر یقین اور اس کی بے حد فضل کے فیض سے امید قوی ہے کہ اُس کے تمام مقاصد و مطالب حاصل ہوں گے۔ باوجود عہد و پیمان کی مضبوطی کے ایسی باتیں ظاہر ہوئی تھیں۔ اور آپ نے فاضل عبد القادر و موتمن الزماں خراساں خاں کے سامنے بغیر اس کے کہ ہماری طرف سے کوئی شرط لگائی گئی ہو قیامِ محبت و وفا کے بارے میں اپنی دلی رغبت سے قرآن مجید کی قسم کھائی تھی۔ اس سے مطلع ہونے کے بعد ہم نے اس کو تسلیم اور یقین کر لیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ حسن عقیدت اور گمانِ نیک کی وجہ سے ہم نے سچ خیال کیا۔ اور انجائسی کی مہم کے انتظامات میں تاخیر ہو گئی۔ یہاں تک کہ آج کل ملاعین فرنگ کی بنیاد قلع قمع کرنے کے واسطے دیپ کی بندرگاہ تک سفر کا اتفاق ہوا۔ آپ نے صرف وہم اور موقع ہاتھ آنے کی وجہ سے ایسے وقت کو غنیمت سمجھا اور **وَلَا تَقْنُصُوا الْإِيمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا** کے فہم پر عمل کرنے کو صفحہ خیال سے مٹا دیا۔ اور خیالِ محال کی وجہ سے بے تاثر ہو گیا۔ پر حملہ کر دیا۔ نواب کامیاب کو اس حرکت



ناصواب کی اطلاع اور خطہ دیب سے فتح مند فوج کی واپسی کے بعد آپ نے جان لیا کہ یہ پیش قدمی وقت سے پہلے اور آپ کی طاقت اور قدرت سے زیادہ ہے جہاں سے آئے تھے وہیں چلے گئے اور آپ کے عہد شکنی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض ملکوں کا خطہ ہمارے نام سے مزین ہو گیا۔ اور اس موقع پر ایک ہنگامہ فساد کی شکل میں برپا کیا۔ یعنی مشارالہ کے آنے کی وجہ سے ہم کو لوٹنا پڑا۔ اس طرف سے اگرچہ عزت نہیں کی گئی تھی آپ نے نہ کئے ہوئے عذر کو نامقبول عذر قرار دیا۔ لیکن آپ کا عذر باموقع ہے اور آپ کی تحریر سے بہت زیادہ دلیری ظاہر ہوتی ہے۔ آپ اپنے ساتویں دادا پر فخر کرتے ہیں۔ خیر۔ اگر آپ اپنے کام کا تذکرہ کرتے تو مناسب تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ آپ نے ابھی تک کچھ کیا بھی نہیں جس کا تذکرہ کیا جاسکے۔ اگر باپ دادا کی کسانِ بیان کرنی مقصود ہے تو ہمارے ذاتی کاموں میں سے دو ایک کام کو جو آپ نے بحشم خود دیکھا ہے اپنے لوحِ دل پر عبرت کے لئے لکھنا چاہئے۔ لَکَلِّ جَدِّیْدٍ لَدَّا کَا اس لئے جو کارروائیاں تھوڑے عرصہ میں ہمارے حضور سے ظاہر ہوئی ہیں۔ کسی تاریخ میں مذکور نہیں ہیں۔

مثنوی

چوتھت نذر د زباں در مصاف . مکن رنجہ تیغ زباں را بہ لاف

چوتیخ تو بے گوہر است آہ پسر بہ تیخت بگوہر ملاٹ از پدر  
 اگر کو تہی پائے چوبیں بہ بند کہ در چشم طفلان نہائی بلند  
 اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب پر روشن ہے کہ جب سے  
 سلطنت کا تخت ہمارے وجود سے شرف یاب ہوا ہے کسی بادشاہ  
 کو ہمارے نوح سے مقابلے کی تاب نہیں ہے اور آپ حضورؐ  
 سے افغانوں سے لڑ کر اپنے کو در دسریں مبتلا کرتے ہیں۔

### بیت

چو سہمانِ خرابا تی بغرت باش بارندان کہ در دگرشی جانان گرتستی خمار آرد  
 لازم ہے کہ مضمون **وَلَا يَغْوُكُمْ الشَّيْطَانُ** پر عمل کر کے غرور کو  
 سر سے نکال ڈالئے۔

بیت

کہ مغروری کلاہ از سر کشد دور

مبادا کس بزور خویش مغرور

ہم کو یقین ہے کہ چند دنوں میں جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے

بیت

ظاہر ہوگا۔

زاہد شراب کو شر و حافظ پیالہ خواست

تادر میانہ - خواستہ کردگار چیت

پھر مجلس لودیوں کے شور سے گرم ہو گئی۔ تاتار خاں اور اسکے

باپ علاء الدین لودھی نے مبالغہ کو اصرار کے حد تک پہنچا دیا سلطان  
 بہادر نے بھی ان کی گزارش قبول کر کے فوج جمع کرنے کا حکم دیا۔  
 اور اس گمان میں کہ ہندوستان کے وارث ہیں اور کوشش سے  
 اس پر قبضہ کیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے ہاتھ سے کچھ کام ہو۔  
 بیس کروڑ تنکہ (۲۰۰۰۰۰۰۰) قدیم سونے کا جو تیس کروڑ پچاس  
 لاکھ مرادی (۳۰۵۰۰۰۰۰) ہوتا ہے برہان الملک حاکم رنجھور  
 کے پاس فوج جمع کرنے کے واسطے بھیجا کہ تاتار خاں جس طرح  
 چاہے صرف کرے۔ تاتار خاں نے کرم کا ہاتھ کھول دیا اور چالیس  
 ہزار سوار کا انتظام کیا اور سلطان بہادر نے اپنے لشکر سے عہد کا لحاظ  
 کرنے کے واسطے کسی کو ہمراہ نہیں لیا بلکہ خود اُس نے ایک بڑی  
 فوج لے کر چتوڑ کے قلعہ کا دوبارہ محاصرہ کر لیا اور تاتار خاں کو  
 بیانہ کے قلعہ کی فتح نصیب ہوئی اور سلطان کے پاس خبر بھیجی  
 کہ شہی اقبال سے بیانہ فتح ہو گیا۔ اب آگرہ کی طرف متوجہ ہوتا  
 ہوں۔ اس اثناء میں جنتِ مکانی خود بدولت آگرہ میں تھے۔  
 مرزا ہندال کو تاتار خاں کے مقابلہ کے واسطے مقرر کیا اور اپنا  
 خیمہ بھی باہر بھیج دیا۔ تاتار خاں سیکلی میں پہنچا تھا کہ مرزا  
 ہندو ہزار سوار لے کر اس کے مقابلہ میں اُترا۔ اس رات میں

جس کی صبح کو لڑائی ہونے والی تھی افغان جو روپے کے زور سے جمع ہوئے تھے سب کے سب متفرق ہو گئے۔ چونکہ تاتار خاں کی طرف بد اقبالی نے توجہ کر لی تھی اس نے اپنے خاندان اور اپنے بچوں کو میدان جنگ سے علیحدہ کر دیا۔ اس کی وجہ سے باقی لشکر بھی نکل گیا۔ جب دن ہوا تو صرف ان دو ہزار سواروں نے جو اس کے ساتھ موجود تھے بھاگنے کا مشورہ دیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں بیس کروڑ ٹنکہ سلطانی اپنی رائے سے صرف کیا ہے بادشاہ کو کیا متنبہ دکھاؤں گا۔ تین سو سواروں کے ساتھ ہندال مرزا کی فوج پر حملہ کیا اور مارا گیا۔ جنت آشیانی دوسرے یا تیسرے روز جنگ گاہ میں پہنچے اور کوئچ پر کوچ کرتے ہوئے سلطان بہادر کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب یہ خبر سلطان بہادر کو ملی اس کی فوج میں بہت بدظمی ہو گئی۔ اُس نے بڑے بڑے ارکان دولت سے مشورہ کیا بعضوں کی رائے تھی کہ قلعہ کی مہم کو ملتوی کر کے منایوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ صدر خاں نے جو بڑا سردار تھا عرض کی کہ ہم جب تک کفار کی جنگ میں مشغول ہیں اگر مغل ہم پر حملہ کریں گے تو یہ بمنزلہ ان کی بدد کے ہوگا۔ اور یہ بدنامی قیامت تک ان کے سر پر رہے گی۔ جب یہ بات جنت آشیانی کو معلوم ہوئی تو سارنگپور میں ٹھہر گئے۔

یہاں تک کہ ۳ رمضان ۹۲۲ھ کو قلع چتوڑ فتح ہو گیا۔ اور قسم قسم کے زیورات اور نقد اور طرح طرح کے جواہرات اور بے حد نفیس چیزیں سلطان بہادر کی فوج کے ہاتھ لگیں۔ تین دن کے بعد لوٹ مار سے فارغ ہوئے اور نعمت کے شکرانے میں بڑا دسترخوان بچھایا۔ اور بہت سی کھانے کی چیزیں انبیاء و اولیاء و شہداء کی نذر کی نیت سے صرف کیں۔ امراء و سلاطین کو گھوڑے، ہاتھی عنایت کئے دوسرے دن مغلوں کی فوج کی طرف متوجہ ہوا۔ جنت سکائی بھی سامنے آئے۔ دونوں فوجیں مندسور میں مقابل ہوئیں۔ خیمہ الیتادہ نہ ہونے پائے تھے کہ سید علی خاں و خراساں خاں (چغتہ) شکست کھا کر آئے۔ اس خبر سے سلطان بہادر کو بہت رنج ہوا۔ کیونکہ شاہان اچھا نہ تھا۔ خیرطربین خیمہ نصب کر کے اترے۔ سلطان بہادر نے امراء و وزراء سے مشورہ کیا کہ کس انداز سے جنگ کرنی چاہیے۔ صدر خاں نے جو اس کا سپہ سالار تھا عرض کیا کہ ہماری فتح مند فوج نے ابھی فتح کی ہے اور بے شمار غنیمت حاصل کی ہے قوی دل ہے۔ مغلوں کی جنگ سے ان کا دل خوف زدہ نہیں ہے۔ مصلحت یہ ہے کہ کل لڑائی کا نقارہ بجا کر دونوں فوجیں لڑیں۔ جس کو خدا چاہے گا فتح عنایت فرمائے گا۔ رومی خاں نے عرض

کیا کہ ہم توپ بندوق بہت رکھتے ہیں اُس کا استعمال کیوں نہ  
 کریں۔ اور اپنی فوج کو کیوں قتل کرائیں۔ بحمد اللہ سرکار میں ایسا  
 توپ خانہ ہے جو سلطان روم کے توپ خانے کے مانند ہے۔  
 بڑے افسوس کی بات ہے اگر وہ بیکار رہے۔ مناسب یہ ہے کہ  
 ارابہ کریں اور خندق کھودیں اور روزانہ تھوڑی تھوڑی جنگ کریں  
 مغلوں کو توپ پر دھریں اور توپوں سے کام لیں۔ اس اندازہ  
 سے کام آئے کہ دشمن عاجز ہو جائے۔ اتفاقاً یہ رائے سلطان  
 بہادر کو پسند ہوئی ارابہ و خندق کا حکم دیا۔ دو مہینے تک اسی طریقے  
 سے مقابلہ کیا۔ ایک تالاب سے جو سمندر کے مثل تھا پانی پیتے تھے  
 اور روزانہ جنگ کرتے تھے لیکن مغل توپ خانے کے مقابلہ میں  
 بہت کم آتے تھے۔ اطراف و جوانب میں لوٹ مار کر کے غلہ اور بجاڑ  
 کو راستے سے پھیر کر اپنے یہاں لے جاتے تھے۔ بہت کم ایسا اتفاق  
 ہوتا تھا کہ سلطان بہادر کی فوج غلہ لائے۔ اس وجہ سے قحط و  
 گرانی آرابہ میں واقع ہوئی۔ رفتہ رفتہ معاملہ اس حد تک پہنچا کہ  
 چھپر کی تین برس کی سوکھی گھاس بھی نہیں ملتی تھی کہ جانوروں  
 کی جان بچے۔ گھوڑے، ہاتھی، اونٹ بہت ضائع ہوئے اور  
 فوج بد دل ہو گئی۔ سلطان بہادر کو یقین ہو گیا کہ اس کمزوری کی حالت

میں مقابلہ محال ہے۔ بھاگ جانا چاہئے۔ اور حدیث الْفِرَارُ  
 مِمَّا لَا يُطَاقُ مِنْ سُلَيْمِ الْمُرْسَلِينَ پڑھنا چاہئے۔ لیکن کسی پر  
 ظاہر نہیں کیا۔ جس رات میں شکست کو غنیمت خیال کیا۔ اس سے  
 پہلے عصر کے وقت خداوند خاں کو جو سلطان بہادر کا دکیل اور اُس کے  
 باپ کا وزیر اور اُستاد تھا۔ اور اُس کی عمر اسی سال کے قریب تھی۔  
 چار ہزار سوار اچھے اُس کے ساتھ تھے۔ جیسی غلام اور بہت تُرک  
 بھی اُس کے ساتھ تھے تنہائی میں بلایا۔ ملو خاں و قادر شاہ کو  
 جو مندو کے حاکم تھے۔ بھیجا کہ فوج کا یہ حال ہے کہ جگر میں قوت نہیں  
 رہ گئی صلاح کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ جنگ کرنا چاہئے۔ پھر  
 سلطان بہادر کے کہنے سے یہی بات خداوند خاں سے کہی۔ اس نے  
 سخت بات جواب میں کہی کہ تجھ کو کچھ معلوم ہے کہ تو کیا کہتا ہے۔  
 ملک گجرات کا بادشاہ جس کو آدھا ہندوستان کہنا چاہئے بھاگ  
 جائے۔ یہ بات میں زبان پر نہیں لاؤں گا اور اس مضمون کو میں  
 ہرگز دل میں جگہ نہ دوں گا۔ قادر شاہ سلطان بہادر کے پاس لوٹ  
 آیا۔ اور کہا کہ یہ بدّھا سمجھا گیا ہے جو کچھ حضور کے خاطر مبارک  
 میں ہے بالکل درست ہے فوراً اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اس کے  
 بعد سلطان بہادر نے صدر خاں سپہ سالار کو جو بڑے امیروں میں

سے تھا، کاتب الحروف کے باپ اور چچا کے پاس بھیجا کہ آج کی رات ہمارا ارادہ شیخون مارنے کا ہے اور معلوم نہیں کیا صورت واقع ہو شاید ہم لوٹ کر قیام گاہ تک نہ پہنچ سکیں یا دشمن کا تعاقب کرنا پڑے یا کسی طرف نکل جانا پڑے مناسب ہے کہ تم لوگ مندسور کے قلعہ میں آ جاؤ۔ اگر ہم لشکر گاہ تک نہ آ سکیں گے تو ہمایوں بادشاہ بھی تمہارا معتقد ہے وہ تمہاری تعظیم و تکریم کرے گا اور تم نقصان سے بچ جاؤ گے۔ اگر فوج میں رہو گے تو احتمال کیا معنی یقین ہے کہ تم کو نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ اس جنگ میں تم کو کوئی نہ پہچانے گا اور تم تکلیف اٹھاؤ گے۔ چونکہ انھوں نے بھاگنے کی خبر پائی تھی کہا ہم کسی نہ کسی طرف نکل جائیں گے۔ اور جو کچھ ہماری قسمت میں ہوگا ہوگا۔ جب صدر خاں لوٹا تو مغرب و عشا کا درمیان تھا کہ بادشاہ نے پانچ آدمیوں محمد شاہ برہان پوری۔ قادر شاہ مندوالی۔ آلف خاں دوٹانی اور دو قورچی ہتھیار بند کے ساتھ خیمے کے پشت سے نکل کر آگرے کی راہ لی اور ہر ایک امیر اپنی اپنی فوج کے ساتھ کسی نہ کسی طرف نکل گیا۔ وہ قیامت برپا ہوئی جو بیان نہیں ہوتی یَوَاصِيْفُ الْمَرْءِ مِنْ اَخِيْهِ لَا وَاَمِيْهِ لَا وَاَمِيْهِ لَا وَاَصَابَتِهِ وَبَنِيَّتُهُ اس کا بیان ہے۔ صدر خاں اپنے گروہ کے ساتھ نقارہ بجاتا ہوا



مند و کی جانب روانہ ہوا۔ جہاں کہیں پاسبان مغل فوج سے راہ میں سامنا ہوتا تھا اُس کو راہ دیتے تھے۔ جنتِ آشیانی نے دُشمن ہزار سوار کے ساتھ اس گمان سے کہ سلطان بہادر ہے اس کا تعاقب کیا اور بقیہ مغلوں کا لشکر لوٹ میں مشغول ہو گیا اور خداوندِ جو چار ہزار سواروں کا افسر تھا لیکن بڑھاپے کی وجہ سے سوار نہیں ہو سکتا تھا پالکی میں روانہ ہوا۔ مغلوں کی فوج سے لڑائی ہوئی۔

اس کو جنتِ آشیانی کے پاس لائے۔ اس کے علم اور کبر سن کی وجہ سے جنتِ آشیانی نے اُس پر رحم کر کے عزت بخشی۔ چونکہ وہ بڑا محدث اور حضورِ سرورِ عالم کی حدیث کا استاد تھا اُس کو اپنے ساتھ لے لیا۔ وہ ان کی ملازمت میں شیر شاہ کے واقعہ کے پیش آنے کے زمانے تک تھا۔ پھر شیر شاہ کے قبضہ میں آ گیا۔ اُس نے بھی بہت رعایت کر کے خرچ دے کر گجرات بھیج دیا۔ سلطان محمود کی سلطنت کے زمانے میں باوجود بڑھاپے کے وکالت کی تمنا دل میں رکھتا تھا لیکن موت نے نہ چھوڑا اور وہ عالمِ باقی کی طرف کوچ کر گیا۔ الخضر جب سلطان بہادر مند و کے قلعے میں آیا تقریباً پندرہ ہزار سوار اس کے ساتھ قلعہ میں آئے اور جنتِ آشیانی نے قلعہ مند و کا محاصرہ کیا۔ سید امیر کو نواب بیرم خاں کے ساتھ جو آخر میں

خانخانان ہو گیا اور عہد برادری بھی رکھتا تھا ایچی بنا کے بھیجا اور پیغام بھیجا کہ ہم تم بھائی بھائی ہیں۔ دو بھائیوں میں کبھی مخالفت اور لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔ چونکہ برسات آگئی ہے۔ خیمے میں ہمارا رہنا روانہ رکھو اور برادر نوازی کر کے مندو کو ہمارے واسطے چھوڑ دو تاکہ ہم برسات آرام سے ختم کریں اور تم اپنے باپ دادا کے موروٹی ملک گجرات میں آرام اور اطمینان سے رہو اور یہ امر طے ہوا ہے کہ مولانا محمد فر علی نیلی سبیل جو تلچہ اور مندو کے نیچے ہے آئیں اور صدر خاں قلعے پر سے وہاں آئے اور جو کچھ یہ لوگ باقم الحروف کے باپ اور چچا کے سامنے طے کریں دونوں فریق اس کو قبول کریں ایسا ہی ہوا۔ مولانا محمد نے بہت بہت اصرار کیا صدر خاں نے اس کو قبول نہیں کیا اور مصالحت نہیں ہوئی پھر جنت مکانی نے مولانا محمد کو شاہ کمال الدین فتح اللہ اور شاہ قطب الدین فقیر کے باپ اور چچا کے پاس بھیجا کہ تم دومرد عادل دین و دنیا کے بزرگ گواہ رہو کہ میں نے اسلام کی رعایت حتی الامکان کی اور میں جنگ پر راضی نہیں ہوں اور غصہ ور لڑنے کو تیار ہے اور محاصرہ کرنے والے گل لشکر نے شور کیا کہ کل شاہی جنگ ہوگی۔ ہر طرف سے مندو پر حملہ کرنا چاہئے۔ فقیر کے باپ

اور چچا نے مولانا محمد سے کہا کہ آپ ہماری طرف سے عرض کیجئے کہ جو کچھ خود آپ نے فرمایا ہے سو انجرات کے سارا ملک مند و جس کو اس نے مسلمانوں سے لیا ہے ہم کو دیدے طے ہی ہے۔ لیکن ہم لوگوں کی گزارش یہ ہے کہ ولایت چتوڑ کو صلح میں داخل کر دیں۔ مولانا محمد نے عرض کیا اور اس نے جواب میں کہا کہ بادشاہ نے قبول کر لیا۔ آپ لوگ آئیں تاکہ اپنے کان سے سن لیں فقیر کے باپ اور چچا روانہ ہوئے۔ جنت آشیانی نے دور سے دیکھ کر عورت اور استقبال کیا۔ دونوں کا ہاتھ تھام کر اپنے خیمے میں لے گیا اور فرمایا کہ گو کہ تم قسمت سے ہم سے دور ہو لیکن تم لوگوں کو ہم سے بہت سی مناسبتیں ہیں۔ کل قلعہ میں جاؤ اور جو کچھ تم نے عرض کیا ہے منظور ہے۔ اس کو تواتی دروازے سے انجرات روانہ کرو اور ہم دلی دروازے سے قلعہ میں داخل ہوں۔ اور مولانا تمہارے ساتھ رہیں گے۔ جنت آشیانی کے سامنے اس مضمون کا رقعہ سلطان بہادر کو لکھا۔ سلطان بہادر نے منظور کر لیا۔ اس کی اطلاع جنت آشیانی کو دے دی۔ جنت آشیانی نے حکم دیا کہ کل املائی نہ ہو لیکن یہ حکم صرف لشکر میں شائع ہوا۔ دوسری چوکیوں تک اطلاع نہیں پہنچی۔ دوسرے دن مولانا محمد

میرے باپ اور چچا کے پاس آئے کہ سب لوگ قلعے کے اوپر  
 جاتیں اور سلطان بہادر کو نیچے لائیں۔ یہ چاشت کا وقت تھا کہ  
 خبر پہنچی کہ مفتصدینے کی راہ کی طرف مغل قلعے پر چڑھ آئے۔  
 جنت آشیانی نے حکم دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمھاری توجہ سے  
 قلعہ مندوہم کو عطا فرمایا تو اب تمھارے جانے کی ضرورت  
 نہیں ہے۔ فوراً خود بدولت سوار ہوئے لیکن سلطان بہادر  
 سوراہا تھا دو گھڑی رات گزری ہوگی کہ قادر شاہ کو خبر ملی کہ مغل  
 قلعے پر آگئے اپنی چوکی ماور پورچے سے سلطان بہادر کو اطلاع دی  
 لے لے دوڑا۔ پردہ داروں نے جانے نہ دیا۔ سلطان بہادر قادر  
 شاہ کی آواز سے جاگا اور اندر طلب کر لیا۔ قادر شاہ نے حالت  
 عرض کیا۔ سلطان بہادر نے پانی مانگا اور وضو کر کے باہر نکلا  
 اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ قادر شاہ اور دو تین محل دار پیادہ روانہ  
 ہوئے۔ اسی اثنا میں بھوبت رائے ولد سلادی بھی آگیا۔ حکم ہوا  
 کہ سوار ہو جائیں۔ سلطان بہادر نے قادر شاہ سے کہا کہ جس طرف  
 سے جنت آشیانی قلعے پر آرہے ہیں اسی طرف رو برو چلیں اور  
 لڑیں۔ قادر نے مناسب نہ خیال کیا غلط راہ اختیار کی اور کہا  
 سہ دروازہ بازار کی طرف شور ہو رہا ہے غالباً اُسی طرف

ہوں گے۔ جب سہ دروازے کے پاس پہنچے۔ جہاں خلجی بادشاہوں کا قبرستان ہے اور بہشت کے نام سے مشہور ہے۔ دو تین سو فٹ سوار میدان میں دکھائی دئے۔ سلطان بہادر نے بھوت رائے کی طرف منہ کر کے کہا کہ حملہ کر اور خود نیچے ساتیس کے ہاتھ سے لیکر ٹوٹ پڑا۔ ایک اہل سوار سامنے آیا اُس پر وار کیا اُس کو گر کر صف پھاڑ کر باہر نکل گیا۔ پھر لوٹنا چاہا، قادر شاہ نے بادشاہ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور کہا کہ جنت آشیانی سامنے کھڑے ہیں۔ یہاں اپنے کو ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟ اور سونگیر کے قلعے کی طرف جو مندو کے قلعے کے اوپر ہے رہبری کی۔ اور سونگیر کی راہ سے اتر کر پانچ چھ سواروں کے ساتھ گجرات کی طرف متوجہ ہوا۔ راہ میں قاسم خاں ملا۔ توری خاں اورنگی جو برسوں سلطان بہادر کے یہاں ملازم تھا اور کسی قصور کی وجہ سے بھاگ کر قاسم حسین خاں کے پاس آگیا تھا۔ اُس نے سلطان بہادر کو پہچانا اور کہا کہ یہ سلطان بہادر جا رہا ہے قاسم حسین خاں نے خیال نہ کیا۔ گالی دے کر کہا کہ سلطان بہادر تین چار آدمیوں کے ساتھ اس کے کچھ معنی نہیں اور توجہ نہ کی۔ صدر خاں جو دھلی دروازے کی طرف کھڑا لڑ رہا تھا زخمی ہو گیا۔ اس کو جماعت اٹھ کر

سنو نیگرے گئی۔ سلطان عالم افغان دس ہزار سوار کے ساتھ سلطان بہادر کے پاس آیا وہ بھی سنو نیگر گیا۔ جب جنت آشیانی کو معلوم ہوا کہ یہ دس بڑے بڑے سردار سنو نیگر میں ہیں تو ان کے پاس کھلا بھیجا کہ میں نے تم کو امان دی حضور میں چلے آؤ۔ وہ چلے آئے۔ صدر خاں چونکہ زخمی تھا اُس کی گزارش کے مطابق پاکی عنایت فرمائی سلطان عالم کو ہاتھی کی سواری کا حکم دیا۔ چند دنوں کے بعد سلطان عالم کا حسب الحکم پاؤں کا ٹانگیا اور صدر خاں ساتھ تھا۔ تین دن کے بعد قلعہ مندو سے اتر کر گجرات کی طرف روانہ ہوئے۔ منزل بہ منزل چلے جاتے تھے کہ خبر پہنچی کہ سلطان بہادر عیداً خزانہ اور جواہرات چنپا نیر کو بندہ دیب بھیجتا ہے۔ یلغار کر کے بقرعید کے دن بڑے شہر محمد آباد جس کا نام چنپا نیر ہے میں عماد الملک کے تالاب پر جواتنا بڑا ہے کہ مثل دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک نظر کام نہیں کرتی اور مثل نہیں رکھنا۔ تھوڑی دیر ٹھہرے۔ تھوڑا سا اطمینان حاصل ہوا۔ سلطان بہادر شہر میں تھا۔ جب اس نے سنا کہ بادشاہ عماد الملک کے تالاب پر ہیں تو دوسرے دروازے سے جو حوض شکر تالاب کی طرف ہے دو سو سواروں کے ساتھ کھنیاہیت کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور زیادہ تر خزانہ و

جواہرات نکال لے گیا۔ باوجود اس کے اس قدر باقی رہ گیا تھا جو شمار سے باہر اور حساب سے زیادہ ہے۔ اندازاً کئی کنوئیں سونے چاندی سے بھرے تھے سب صاف کر گئے اور کل شہر کے گھروں اور بازاروں میں آگ لگا دی تھی۔ بادشاہ خود بدولت اندر تشریف لائے اور آگ بجھانے کا حکم دیا۔ اور فوراً سلطان بہادر کے تعاقب میں روانہ ہو گئے ایک گھڑی دین باقی تھا کہ سلطان بہادر کھنڈایت پہنچا گھوڑے بدل کر بندر دیب کی طرف متوجہ ہوا۔ حضور بادشاہ مغرب کے وقت کھنڈایت پہنچے۔ سید شریف نام گیلانی جس نے دس سال کھنڈایت کی کروڑگری کی تھی وہاں کا حاکم تھا اور اُن کے لڑکے سید قاسم نے جو پانصدی منصب رکھتا تھا جس وقت سلطان بہادر کھنڈایت پہنچا منہ چھپایا ایک پیالہ (پینچ) تک نہ دی۔ لیکن حضور بادشاہ کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آئے اور خوب مہمان داری کی اور عربی گھوڑے نذر کیے۔ ایاز نام سید شریف کا غلام اس مجلس میں خدمت کرتا تھا۔ اُس نے دغا کرنا چاہا۔ اپنے مالک سے عرض کیا اگر اجازت ہو تو اہل مجلس تھوڑے سے ہیں ان کو ختم کر دوں اور جو قصور سلطان بہادر کے بارے میں ان لوگوں نے کیا ہے اُس کا

بدلہ لے لوں۔ سید شریف کی رگِ شرافت نے اپنا اثر دکھایا۔ غلام کو گالی دی اور خوب ڈانٹ کر اپنے سامنے سے نکال دیا۔ اور برابر بہت اچھی خدمت کرتا رہا۔ اور مراحم خسروانہ سے قوی پشت اور انعام شاہانہ کا امیدوار رہا۔ الغرض جب دوسری رات ہوئی کپیری دربار میں حاضر ہوا اور فریادیوں کی طرح کہا کہ میں تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے چوہداروں نے اُس کو نکال دیا۔ آخر کار ایک درباری ملازم نے حالات دریافت کیے اُس نے کہا کہ میں بادشاہ کے حضور میں عرض کر دوں گا۔ جب اُس کو اندر لے گئے تو اُس نے کہا کہ میں بہت صحیح عرض کرتا ہوں کہ آج کی رات اطراف و نواحی کے گوار لوگ شہنشاہ مارے گئے۔ میں اطلاع دینے کے واسطے آیا ہوں۔ حضور بادشاہ نے فرمایا کہ تیرے دل میں ایسی محبت کہاں سے آگئی۔ اس نے کہا کہ میرا لڑکا اُن لوگوں کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔ میری خواہش ہے کہ اس خیر خواہی کی وجہ سے اُس کو رہا کر دوں اور اس حق خدمت کو شفیع بناؤں۔ حضور بادشاہ نے احتیاط پر عمل کیا اور حکم دیا کہ کل فوج حاضر رہے۔ آخر شب میں جب دو ایک گھڑی رات باقی تھی کہ لی اور گوار کی فوجیں تقریباً پانچ چھ ہزار پیادہ یکبارگی



ٹوٹ پڑیں۔ حضور بادشاہ ایک ٹیلے پر مقررین کی ایک جماعت کے ساتھ چڑھ گئے۔ کل خیمے لٹ گئے۔ صبح تک یہ لوگ لوٹتے رہے۔ سب مغل بھاگ گئے۔ حضور بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ کھنیایت کے لوگوں کے بہکانے سے ان لوگوں نے ہم پر حملہ کیا ہے حالانکہ وہ لوگ بے گناہ تھے۔ بلکہ سلطان بہادر کے ارکان دولت میں سے ایک شخص ملک احمد لادنامی کھنیایت سے بھاگ کر کوئی وارہ گیا تھا اور جاسوسی کے ذریعہ سے اس کو معلوم ہوا کہ حضرت بادشاہ چند آدمیوں کے ساتھ کھنیایت میں ہیں۔ اُس نے گواروں کو لیوں کو شبنون مارنے پر آمادہ کر دیا۔ خیموں پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ نفیس نفیس کتابیں جو بادشاہ کے حضور میں شب و روز رہا کرتی تھیں لٹ گئیں اور جام فیروز بیدر سلطان بہادر کی ہوی اور اعظم امر اصرار خاں جو زخمی تھا اور پرورش کے ارادے سے اُس کو اپنے ہمراہ لیا تھا۔ لیکن کچھ محافظ اُس پر مقرر تھے کہ آنکھوں سے اُس کی حفاظت کرتے رہیں۔ اُس رات میں جس میں گواروں نے شبنون مارا اُس کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ اُس نے قبول نہیں کیا۔ کہا کہ میں نے حضور بادشاہ سے عہد کیا ہے کہ میں حضور سے علیحدہ نہ ہوں گا نہ جاؤں گا۔

خیر بڑا عقلمند، صالح، متقی، خدا ترس تھا۔ اس ہلڑ میں محافظوں نے اُس کو اور جاسم فیروز کو قتل کر دیا۔ جب حضور بادشاہ سے حال دریافت فرمایا اور انجام کار پر مطلع ہوئے تو افسوس کیا، اور قاتلوں کو قتل کر دیا۔ پھر سلطان بہادر کے آقا بھائی کا ارادہ چھوڑ کر چٹانیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب قلعے کے نیچے پہنچے، محاصرہ کر لیا۔ جس جس طرف سے ممکن تھا لڑائی ہونے لگی۔ اور اختیار خاں سلطان بہادر کا وزیر بڑا سمجھ دار، ذہین، فہیم، مہزوں خوش طبع، بے مثل معما گو تھا۔ قلعے کا انتظام اُسی کے سپرد تھا۔ صلاح و تقویٰ، دینداری و خدا ترسی سے خالی نہ تھا۔ ہمیشہ حدیث و فقہ کی کتابیں، فتوے کی کتابیں تحقیق و تفتیش کے لئے دیکھا کرتا تھا کہ ہم لوگوں کو ایسے مسلمان بادشاہ سے لڑنا جس کی سلطنت قلعہ کے گرد کے شہروں کو گھیرے ہوئے ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور چونکہ ایسا مسئلہ جو جواز یا ممانعت جنگ پر صریح ہو نہیں پاتا تھا متوقف تھا۔ لیکن سردار پوریہ جس کی تابع جماعت کثیر تھی برابر لڑتا تھا۔ قلعے پر توپیں بہت تھیں۔ کسی کا ایک سیر کا، کسی کا دو سیر کا، کسی کا تین سیر کا گولہ تھا۔ دن بھر چلاتے رہتے تھے۔ جنتِ اشیائی

شہر کے باغوں اور محلوں میں جہاں توپ کا گولہ نہیں پہنچتا تھا۔ اطمینان و فراغت کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول تھے فوج بھی شہر کے محلوں میں بہتی تھی اور توپوں کی فیر کی وجہ سے سر اٹھا نہیں سکتی تھی۔ اتفاقاً موت کی توپ نے پور بیہ کی زندگی کا گھر دیران کر دیا، اور توپ کی مہم ختم ہو گئی۔ لیکن جب مغلوں کی فوج قلعے پر حملہ کرتی تھی۔ دفعیہ کے طریقے پر توپ چلانے کی اجازت تھی۔ اختیار حال کا خیال یہ تھا کہ چونکہ قلعہ چپنا نیر کی فتح محال ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ مسلمانوں کے قتل کرنے میں کم زیادتی نہ کریں۔ لیکن طالع کے زور اور اقبال کی یادری کی اُس کو خبر نہ تھی۔ اس میں ایسا زور ہوتا ہے کہ وہ قلعہ جو زحل کے محل سے برابری اور ہمسری رکھتا ہے نہایت آسانی سے فتح ہو جاتا ہے۔ قلعہ پر خوراک کا اس قدر ذخیرہ تھا کہ اگر دس سال تک قلعے کا محاصرہ رہتا تو گھی، تیل، غلہ، لکڑی، گھانس کی ضرورت نہ ہوتی۔ چونکہ قلعے کے لوگ روزانہ کی خوراک حضور بادشاہ سے پانے پر قناعت نہیں کرتے تھے اور قلعے کی بلندی ایک سمت ایسی تھی کہ مورچے پر چڑھ جانا دشوار تھا۔ اُس کے نیچے ایسا جنگل تھا کہ کسی کا آنا اس میں ممکن نہ تھا۔ اُس کے دیکھنے سے جلیست کو نفرت ہوتی تھی وہاں ہسیاڑوں

اور لکڑیاؤں کی آمد و رفت کی راہ تھی۔ تیل چھپا کر جنگل سے لیجاتے تھے اور قلعے والے اوپر سے رستیاں لٹکا کر اوپر کھینچ لیتے تھے اور اُس کی قیمت پھینک دیتے تھے۔ قسمت کا لکھا اسی طرح تھا کہ اُن لوگوں کا یہ طریقہ فتح کی رہبری کرے۔ ایک دن ہوا نہایت معتدل و نہر بہت بخش تھی۔ حضور بادشاہ سیر و تفریح کے طریقے پر روانہ ہوئے۔ اور دور سے پہاڑ کے چاروں طرف دیکھ رہے تھے کہ یکایک کچھ لوگ جنگل میں دکھائی دیے۔ حکم دیا کہ ان سب کو پکڑ لاؤ اور دریافت کیا۔ کیا کرتے ہو اور کس لئے اس جنگل میں گئے تھے۔ اُن کے پاس خالی بورے دکھائی دئے۔ دریافت کیا کہ یہ بورے کیسے ہیں اور خالی کئے بھی تھے۔ جب تھوڑی سختی کی تو ان لوگوں نے اصل حال کی اطلاع دی کہ یہ لوگ اپنی روزی کے واسطے یہ کام کرتے ہیں۔ غلہ اور تیل اس طرح قلعے والوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں اور فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی رہبری سے بادشاہ نے وہ جگہ ملاحظہ فرمائی خاطر مبارک میں یہ آیا کہ اس ہموار دیوار پر چڑھنا محال ہے مگر اُس تدبیر سے جس کے موافق خداوند عالم کی تقدیر ہو جب بادشاہ لوٹے تو یہ حکم دیا کہ شیر اسی گوسے کی بڑی بڑی میخیں تیار کی جائیں اور کل ہر طرف سے لڑائی میں زور دیا جائے اور خود بدولت آدمی رات کو

تین سو یکتا جوانوں کے ساتھ اس درے کی طرف متوجہ ہوئے اور میخوں کو پتھر کی دیوار میں داہنے بائیں گاڑ کر اوپر چڑھنے لگے۔ اور لوہے کی سیڑھی بنائی گئی تھی۔ چونکہ یہ پہاڑ ایسا نہ تھا کہ کسی کو گمان بھی ہو۔ اڑتیس آدمیوں کے اوپر چڑھنے کے بعد انتالیسواں بیرم خاں تھا۔ چالیس کا عدد ذات گرامی سے پورا ہوا۔ اس کے اوپر ایک جگہ ہے جو بہت وسیع ہے۔ اور بڑا تالاب وہاں ہے۔ قلعے والوں کے رہنے کی جگہ۔ سونے اور چاندی کے خزانے غلوں کا انبار۔ تیل کے کنوئیں اور ہر ضروری چیز جس کی قلعہ میں رہنے والوں کو حاجت ہے مکمل یہاں موجود ہے۔ قلعہ سے ایک کرس اونچا ایک پہاڑ ہے جس کو ہندی میں مولیہ کہتے ہیں۔ وہاں بھی سفید دودھ کی طرح تالاب ہے اسی وجہ سے اس کو دودھ کہتے ہیں اور دیوار اور قلعہ کی تعمیر مولیہ پر اس طرح کی ہے کہ قلعے سے پہاڑ کی چوٹی متصل ہو گئی ہے۔ جس جگہ یہ چالیس آدمی چڑھے ہیں سہراہ ہے۔ لوگ وہیں سے مولیہ پر آتے ہیں۔ اور درمیان میں پہاڑ کے اس سرے سے اُس سرے تک خندق ہے۔ جب صبح ہو گئی سب تین سو آدمی اوپر آگئے اور بادشاہی حکم کے مطابق فتح مند فوج نے ہر طرف سے لڑنا شروع کیا کہ کہا رگی اللہ اللہ کہہ کر چوکداروں

اور مورچہ میں رہنے والوں کو تیروں کی نوک سے بیکار کر دیا۔ اور قلعے کے دروازے کی طرف متوجہ ہو کر قفل توڑ کر دروازہ کھول دیا۔ فتح و نصرت خداوندی نے نہایت تیزی سے استقبال کیا۔ جو لوگ قلعے کے دروازے سے لگے ہوئے تھے اُن کے مقصود کا دروازہ کھل گیا۔ اور وہ جماعت سوار ہو کر آئی۔ بڑا شور بلند ہوا۔ اختیا خاں نے اپنے نزدیکی لوگوں کے ساتھ بے اختیار ہو کر قلعہ مولیہ کی راہ لی۔ جنتِ آشیانی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دیکھتے تھے کہ اہل قلعہ اوپر چڑھتے جاتے ہیں۔ چونکہ درمیان میں غارِ حائل ہے اُن کے پاس تک پہنچ نہیں سکتے تھے۔ لیکن تیر چلاتے تھے۔ جمعہ کی صبح تھی کہ یہ قیامت کبریٰ قلعے والوں پر آئی۔ قتل و خون بہت ہوا۔ اور سارا شہر لٹ گیا۔ بہت سی عورتوں اور کچھ مردوں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر جان دے دی۔ چونکہ جنتِ آشیانی قتل و خون سے اپنے رحم کی وجہ سے اپنی فوج کو منع فرماتے تھے۔ اس لئے جو کچھ باقی بچ گئے تھے آپ کی ہر بانی و شفقت کا طفیل تھا۔ اس کے بعد معتمد لوگوں کے ہمراہ قرآن شریف اختیار خاں کے پاس بھیجا کہ دلی اطمینان کے ساتھ ہمارے پاس چلے آؤ۔ قسم قسم کی عنایتوں سے سرفراز ہو گئے اس نے اس قول پر اعتبار کیا اور بادشاہ کی خدمت

میں حاضر ہو گیا اور طرح طرح کی مہربانیوں سے عزت پائی۔ چنانچہ بڑی مہربانی سے فرمایا کہ اگر ہمارے حضور میں رہو گے تو قسم قسم کی عنایتوں سے سرفراز ہو گے اور اگر تم چاہو تو ہم تم کو رخصت کر دیں کہ سلطان بہادر کے پاس چلے جاؤ۔ اُس نے اپنے خلوص کے اظہار میں فوراً نام مبارک ہمایوں کا ایک معما کہا۔

کج باز بر نیاید نویدِ جمالِ جاناں،

بر ماہِ مست روشن دلہائے راستِ بازاں

جنتِ آشیانی نے اپنے سر سے پاؤں تک کا لباس اپنے ہاتھ سے اُس کو عنایت فرمایا۔ چونکہ بڑا قابل تھا اس لئے اکثر وقت جنتِ آشیانی کی مجلس میں حاضر رہتا تھا۔ اس کو اپنے خاص ندیموں میں داخل کیا۔ چونکہ تین چار مہینے سے زیادہ قلعے کا محاصرہ قائم رہا۔ اسی لئے فتح محمد لشکر ملک کا کام نہ کر سکا۔ فتح کے بعد اس قدر سونا اور خزانہ ہاتھ آیا کہ اس ملک کی دس سال کی آمدنی سے زیادہ تھا۔ ایسے مالدار قلعے کی فتح کو چھوڑ کر انتظامِ ملک اور رعایا سے مالگزاری وصول کرنے کی طرف متوجہ ہونا بے معنی تھا۔ اہلِ اہم فلاہم کے مضمون کے مطابق قلعہ کا فتح کرنا مقدم تھا جو تمنا اُن کے دل میں تھی پوری طرح حاصل ہوئی۔ یعنی سونے کو ڈھال میں بھر بھر کر لشکر پر تقسیم

کیا۔ اور شمار سے زیادہ تر از دسے تول کر اُمر اوار کاں دولت کو عنایت کیا۔ بے حد و بے قیاس نفیس چیزیں پہننے، کھانے، پینے، سونگھنے کی قبضہ میں آئیں کہ زبانِ وصف اُس کے بیان سے عاجز اور قلم اُس کی تشریح سے قاصر ہے بلکہ وہ ہم بھی اس کے سمجھنے کے خزانے تک نہیں پہنچ سکتا۔ پسندیدہ چیزوں کی زیادتی وہم و تصور کے دائرے میں نہیں ہے۔ کیونکہ سات پشت تک شاہانِ گجرات نے باوجود امن و امان و استقلال کے پیدا کیا تھا۔ حالتِ اطمینان میں اس لٹ جانے والے خزانے کا جمع کرنا صرف اس واسطے تھا کہ اُس نے *بَشْرُ مَالٍ الْبَحْلِ بِحَادِثِ اَوْ وَاِثِ* کے مفہوم کے مطابق دونوں صفتیں ظاہر کیں۔ اسی سلطان بہادر نے جو وارث تھا لاکھوں بلکہ کروڑوں کلاوند، سخرہ اور لونڈ کو دیا۔ اور عنبر و مشک کے صندوق، شرابِ مثلثِ معطر کے مشکے اور عمدہ چیزوں کے مرتبان عرصہ دراز تک پاجھی چوبدار، کمینے اور بازاری لوگ لوٹتے رہتے تھے اور ختم نہیں ہوتے تھے۔ جب اس قدر نعمت موجود ہو تو محصول کے وصول اور جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ سال خزانوں کی آفت کا سال تھا۔ کاشت اور دوسرے قسم کی آمدنی آفتِ ارضی و



سماوی سے ایسی محفوظ تھی کہ گجرات والوں نے بندر دبیب عرضی بھیجی کہ مغل قلعہ اور مال میں مشغول ہیں۔ اگر بادشاہ کوئی عامل یا تحصیل دار مقرر کرے کہ وہ مال گزاری وصول کرے تو یقیناً با موقع ہوگا۔ سلطان بہادر نے ہر ایک اسیر کی طرف دیکھا مگر کوئی بھی اس کام کے واسطے تیار نہیں ہوا۔ اور اگر کوئی اس کام کی طرف متوجہ ہوتا تو اس کا یہ خیال ہوتا تھا کہ بہت سارے پیہ فوج جمع کرنے کے واسطے نقد پائے گا تو اُس کے بعد ملک میں پاؤں رکھے گا۔ ایک بادشاہی غلام تھا عماد الملک اُس کا خطاب تھا۔ بڑا بہادر اور شجاع تھا۔ اُس کی ہمت بے نظیر تھی۔ اُس نے زمین ادب چومی اور اس کام کے واسطے تیار ہو گیا۔ سلطان بہادر نے حکم دیا کہ فوج جمع کرنے کے واسطے جتنا چاہے مانگ لے۔ اُس نے جواب دیا کہ مال و خزانہ کچھ نہیں چاہتا۔ حضور کی نظر عنایت چاہتا ہوں کہ سر سے پاؤں تک کا لباس اور سادہ کاغذ پر مہر چاہتا ہوں تاکہ ملک میں جو جاگیر جس اپنے مقرر کئے ہوئے شخص کو دوں جائز و جاری رہے۔ سلطان بہادر نے اُس کی تعریف کی اور نوازش شاہی سے سرفراز فرما کر فوراً اپنا لباس اُس کو پہنایا اور بہت سے

سادے کاغذ پر سر لگا دی۔ طوق و نقارہ عنایت کر کے جانے کی اجازت دی۔ جس وقت حضور سے رخصت ہوا ستر آدمی اُس کے ساتھ تھے۔ تمام خلقت میں شہرت ہو گئی کہ اُس کو نعل کے واسطے مقرر کیا ہے۔ شہرت کی غرض سے نقارہ بجاتا انعام و جاگیر عام طریقے سے تقسیم کرتا ہوا احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ احمد آباد کی فوج کا معائنہ کیا۔ پچاس ہزار سوار سے زیادہ موجود تھے۔ بتوہ میں جو احمد آباد سے باہر ہے سر راہ چھاؤنی ڈال کر وصول تحصیل میں مشغول ہوا۔ جب یہ خبر چنپانیر کے فتح کے پانچ چھ دن کے بعد حضور ہمایوں میں پہنچی تو خزانہ اپنے استاد مولانا محمد لاری کو اور تلوہ تریدی بیگ کو جو آخر میں خان جہاں ہو گیا۔ سپرد فرمایا۔ اور جس قدر مال لے جاسکے ہمراہ لیا اور تمام شریفوں، امیروں، سپاہیوں پر تقسیم فرمادیا۔ تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار محمودی یعنی پانچ ہزار روپیہ فقیر کے باپ اور چچا کو عنایت فرما کر ان کو چنپانیر میں چھوڑا کہ اپنے گھروں میں آرام سے رہیں۔ تلوہ کے فتح ہونے کے ایک ہفتہ کے بعد احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ مقدمہ لشکر جب دریا تے ہندری کے کنارے پہنچا نوشیج حمید نامی جو کہ عماد الملک کا ہراول تھا خان پور میں اسی دریا کے کنارے جو ایک بہت لابی

تنگنائے ہے۔ بادشاہی ہراول سے ایک پھر دن چڑھے سے عصر کے وقت تک لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ شیخ حمید مارا گیا۔ دوسرے دن جنت اشیانی نے دریا پار کیا۔ جب یہ خبر عماد الملک کو پہنچی وہ بھی بتوہ سے جو احمد آباد سے تین کوس ہے کوچ کر کے آگے آیا۔ جس قدر ہمایونی فوج آگے بڑھتی تھی وہ بھی آگے بڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ محمود آباد سے آگے بڑھ آیا۔ عسکری مرزا مع چند امیروں کے دس ہزار سوار لے کر ہراول کے طریقے پر قصبہ زیاد سے جو محمود آباد سے سات کوس ہے آگے بڑھے اور عماد الملک پچاس ہزار سوار لیکر آگے بڑھا۔ آدھے رستے پر دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ عسکری مرزا مقابلے کی تاب نہ لاسکے۔ نودھار کی زقوم کی جھاڑی کی آڑ میں پانچ چھ سواروں کے ساتھ۔ طوق و علم کو چھپا دیا۔ عماد الملک کی فوج لوٹنے میں مشغول ہوئی کہ یکبارگی نقارے کی آواز آئی اور نیا طوق و علم ظاہر ہوا۔ عماد الملک کی فوج میں غل ہو گیا کہ ہمایونی فتح مند لشکر آگیا۔ اور حالانکہ جنت اشیانے پانچ چھ کوس سے زیادہ دور تھے۔ یہ فوج یا دگوار ناصر مرزا کی تھی۔ قاسم حسین خاں اور ہندو بیگ ساتھ تھے۔ عسکری مرزا کی فوج جو پریشان ہو گئی تھی وہ پھر عسکری مرزا کے پاس پہنچی۔ مرزا زقوم کی جھاڑی سے نکلے۔

سب نے باتفاق سخت جنگ کی اور بہت خونریزی کے بعد عماد الملک کو شکست ہوئی۔ جنت اشیانی اقبال مندی کے ساتھ بعد کو بچے۔ بہت سے کشتے پڑے دیکھے۔ خداوند خاں اپچی سے جو سلطان مظفر کا استاد اور گجرات کے چار بادشاہوں کا وزیر وکیل تھا اور مند سوریں ہاتھ آیا تھا کہا کہ لڑائی سخت ہوئی ہے اور بہت سے کشتے ایک دوسرے کے اوپر پڑے ہیں اب بتاؤ کہ آئندہ پھر لڑائی ہوگی یا نہیں ؟ خداوند خاں نے کہا کہ اگر وہ سرور ص ظلام خود اس جنگ میں موجود تھا تو لڑائی یہی تھی ورنہ وہ اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں ہے جو بغیر لڑے واپس چلا جائے۔ جنت اشیانی نے حکم دیا کہ کشتوں میں تلاش کر د شاید کوئی زندہ ہو کہ یہ امر اُس سے تحقیق کیا جائے ایک شخص زندہ ملا اُس سے دریافت کیا کہ عماد الملک اس لڑائی میں موجود تھا، اُس نے کہا ہاں۔ خداوند خاں نے عرض کیا کہ لڑائی یہی تھی۔ دوسرا کوئی اس غالب فوج سے لڑنے کے قابل نہیں ہے۔ چونکہ احمد آباد مرزا عسکری کو عنایت ہوا تھا خداوند خاں نے کہا کہ اگر حضور براہ راست احمد آباد شریف لے جائیں گے تو شہر غارت ہو جائے گا۔ اس وجہ سے عسکری مرزا کو رخصت فرمایا اور خود احمد آباد سے ہٹ کر بسرکھج میں نزول اجلال فرمایا۔ میسرے

دن مقررین کی جماعت کے ساتھ احمد آباد کی سیر کی۔ یادگار ناصرزا  
کو شہر پٹن مرحمت فرمایا اور قاسم حسین خاں کو بھروج۔ ہندو بیگ  
کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ کمک کے واسطے مقرر کیا کہ جہاں  
کبیں غوغا ہو وہ مدد کر کے دشمنوں کو دفع کرے۔ خود  
سورنہ، جونا گڑھ اور بندر دیب کی طرف روانہ ہوئے پھر  
راہ سے لوٹ کر چپنا نیر اور احمد آباد کو بائیں طرف چھوڑ کر برہان پور  
کو پار کر کے مندو تشریف لے گئے۔ تین چار مہینہ گزرنے کے بعد  
خاں جہاں شیرازی نے جو امرائے سلطان بہادر میں سے تھا  
لوساری کے پاس مجمع کرنا شروع کیا۔ اور وہاں سے نکل کر  
قاسم حسین کے عزیز عبداللہ خاں کو شکست دے کر لوساری  
سے نکال دیا۔ سید اسحق نے آکر کھنڈایت پر قبضہ کیا۔ دونوں طرف  
ولے فوج جمع کر لئے گئے۔ رومی خاں نے جو بندر سوت پر قابض  
تھا، خاں جہاں سے متفق ہو کر اور اُس کو لڑائی پر تیار کر کے  
بھروج کے قلعے پر لے گیا۔ اور خاں جہاں خشکی کی راہ سے  
اس طرف متوجہ ہوا۔ قاسم حسین خاں مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔  
بھروج چھوڑ کر چپنا نیر چلا آیا۔ وہ لوگ بھروج پر قابض ہو گئے۔  
سید لادھیو جو بڑودہ کے سردار نواح میں تھے دولت آباد پر

قابض ہو گئے۔ دریا خاں اور محافظ الملک راسین کے قلعے میں تھے، وہاں سے پٹن کی طرف متوجہ ہوئے عسکری مرزانے یادگار مرزا کے پاس آدمی بھیجا کہ چونکہ گجراتی پٹن کے قریب آگئے ہیں۔ صلاح اسی میں ہے کہ تم احمد آباد چلے جاؤ تاکہ باتفاق ہم لوگ جنگ کریں۔ یادگار ناصر مرزانے جواب میں لکھا کہ میں آپ سے مدد نہیں چاہتا اور مجھ میں ان لوگوں سے لڑنے کی قوت ہے۔ اگر میں احمد آباد چلا آؤں گا تو پٹن ہاتھ سے نکل جائے گا۔ مجھ کو احمد آباد آنے کی تکلیف نہ دیجئے عسکری مرزانے اُس کی طلبی پر اصرار کیا کہ اگر تم نہ آؤ گے تو شاہی باغی قرار دئے جاؤ گے۔ وہ مجبوراً قلعہ کو چھوڑ کر احمد آباد چلا آیا۔ جب بھروج کھنیایت، پٹن اور ٹرودہ گجراتیوں کے قبضے میں آگیا تو ہر مقام سے عرضیاں سلطان بہادر کے پاس بندر دیب میں پہنچیں کہ ہم نے بادشاہی اقبال سے مغلوں کی اس قدر چوکیاں ہٹا دیں۔ اب وہ لوگ احمد آباد میں جمع ہو گئے ہیں اگر خود بدولت وہاں، تشریف لائیں تو ہم تھوڑی سی کوشش سے ان لوگوں کو احمد آباد سے نکال دیں۔ سلطان بہادر تو اسی کا منتظر تھا۔ وہ اس کینمت غیر مترقبہ سمجھ کر فوراً احمد آباد کی طرف

روانہ ہوا۔ فوجیں ہر طرف سے جمع ہوئیں۔ بسر کھج پہنچنے کے بعد روزانہ جمع میں زیادتی ہونے لگی۔ عسکری مرزا، یادگار ناصر مرزا، قاسم حسین خاں احمد آباد کے قلعے سے اسادل کی طرف جو بسر کھج کے سامنے ہے، سلطان بہادر کے مقابلے میں اترے، تین چار دن کے بعد بے وجہ بغیر لڑے چنپا تیر روانہ ہو گئے۔ سلطان بہادر نے تعاقب کیا۔ سید مبارک والہ خاں کو ہراول سنایا۔ چنداول مرزایان یادگار ناصر مرزا تھا وہ لوٹ کر احمد آباد میں لڑا اور یادگار مرزا زخمی ہو گیا اور لوٹ کر مرزایان کے پاس پہنچا۔ چونکہ برسات کا زمانہ تھا۔ سلطان بہادر محمود آباد کے محلوں میں اُترا۔ مرزا لوگ نہایت تیزی سے چلے جاتے تھے۔ ندی، نالے، طغیانی پر تھے۔ گولی اور کراسیہ ہر طرف لوٹ مار کرتے تھے۔ گھوڑے، نیچے، زیادتی بارش کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔ اور کچھ ڈوب گئے۔ غرضکہ بہت پریشانی اور بے سامانی کے ساتھ عماد الملک کے تالاب پر جو چنپا تیر کے قلعے کے نیچے ہے۔ تھوڑے سے خیموں میں اُترے۔ یادگار ناصر مرزا فقیر کے یہاں مقیم ہوا۔ تردی بیگ خاں نے قلعہ سے اُتر کر مرزا لوگوں سے ملاقات کی اور ہر ایک کے واسطے گھوڑا بھیجا اور دعوت کی۔ دوسرے دن مرزا

لوگوں نے جمع ہو کر ہندو بیگ سے مشورہ کیا کہ ہم لوگ جنت آشیانی کو کیا سُنہ دکھائیں گے اور مندو چھ سات دن کا راستہ ہے بہتر یہ ہے کہ قلعے کے خزانے کو تردی بیگ سے لے لیں اور سامان تیار کر کے پھر سلطان بہادر سے لڑیں۔ ہر ایک مرزا نے اپنے اپنے وکیل تردی بیگ کے پاس بھیجے کہ چونکہ لشکر بُری حالت میں ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم لشکر درست کر کے پھر سلطان بہادر پر حملہ کریں قلعے پر نذرانہ بہت ہے تھوڑا ہمارے پاس روانہ کرو تاکہ ہم سامان تیار کر کے لوٹ جائیں تردی بیگ نے منظور نہیں کیا اور جواب دیا کہ میں بغیر حکم کے دے نہیں سکتا۔ ان دنوں سلطان بہادر محمود آباد سے بڑھ کر دریائے سندھ کی کنارے چنپانیر سے پندرہ کوس پر ہتھا دو سرے دن تردی بیگ خاں مرزا لوگوں کی ملاقات کے واسطے آڑا راستہ میں ایک شخص جو اس کا معتمد تھا اور مرزا لوگوں کے پاس سے آ رہا تھا اُس کو ملا۔ اُس نے کہا کہ مرزا لوگوں نے تیرے گرفتار کرنے کی تدبیر کی ہے۔ تردی بیگ نے خیال کیا کہ بغیر تحقیق کیے ہوئے قلعہ کی طرف لوٹ جانا مناسب نہیں ہے۔ فقیر کے گھر آڑا۔ اور لوگوں کو بھیجا کہ اصلی خبر لائیں۔ آخر کار جب معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے تو قلعہ کی



طرف لوٹ گیا۔ اور مرزا لوگوں کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ لوگ  
 مندو جلیے۔ چونکہ مرزا لوگ بہت پریشان اور بے ساز و سامان تھے  
 انھوں نے آپس میں طے کیا کہ عسکر می مرزا بادشاہ ہو اور ہندو بیگ کو  
 کل۔ باقی مرزا لوگوں کے واسطے بہت سے عہدے ملک کے مقرر کئے اور  
 آپس میں معاہدہ کر لیا۔ لیکن تردد بیگ کا اصرار تھا کہ آپ لوگ  
 جلد مندو جائیں۔ اسی وجہ سے مرزا لوگوں کی فوج پر توپ کی فیر کی  
 وہ لوگ پانچ چھ دن کے بعد روانہ ہوئے کہ اگر وہ ہوتے ہوئے  
 ولایت لوٹ جائیں۔ سلطان بہادر نے سنا کہ مرزا لوگوں نے کوئچ  
 کیا ہے وہ بھی مہندری کے کنارے سامنے آیا۔ جب تردی بیگ  
 نے سنا کہ سلطان بہادر قلعے کی طرف متوجہ ہے تو جس قدر ہوسکا  
 خزانہ لے کر قلعے سے اُترا اور کوئچ کر کے پال کی راہ سے جو چھ دن  
 میں مندو کو پہنچتی ہے۔ جنت آشنیانی کی لازمیت کی طرف متوجہ  
 ہوا۔ سلطان بہادر چٹیا نیر آیا اور مولانا محمود لاری اور دوسرے غلوں  
 پر جو وہاں موجود تھے مناسب رعایتیں کیں۔ غلامت گھوڑے اور  
 خراج دے کر روانہ کیا باقی خزانے پر قیف نہ کر لیا۔ بعض لوگوں کا یہ  
 خیال ہے کہ اب تک بعض مقام پر خزانہ ویسے ہی باقی ہے واللہ  
 اعلم۔ تردی بیگ خاں نے مرزا لوگوں کی طے کی ہوئی بات کی

جنتِ آشیانی کو اطلاع دی۔ وہ فوراً سند کا خیال چھوڑ کر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے کہ مرزا لوگوں کے پیچھے سے پہلے وہ آگرہ پہنچیں اور ایسا موقع نہ دیں کہ آتشِ فتنہ بھڑکے۔ اتفاقاً کرجی کے گھاٹ پر سامنا ہوا وہ لوگ حاضرِ خدمت ہوئے۔ ان لوگوں نے بھی کچھ نہیں کہا۔ بلکہ ساتھ ساتھ آگرہ کی طرف چلے۔ سلطان بہادر تقریباً دس دن چنپانیر میں رہ کر کھنیاہیت کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں سے سورت اور جونا گڑھ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی غرض یہ تھی کہ اُس نے مغلوں کے دفعیہ کے واسطے فرنگیوں سے مدد طلب کی تھی۔ اس کا منتظر تھا کہ وہ ضرور آئیں گے اور اب مدد کی ضرورت باقی نہ تھی۔ اس نے چاہا کہ بندر دیب میں پہنچ جائے۔ جب فرنگی وہاں آئیں تو اُن سے کچھ معذرت کرے اور ملک میں سے کچھ اُن کو نہ دے۔ اسی خیال سے بندر دیب کے گرد و نواحی میں سیر و شکار میں مصروف تھا کہ ناگہاں خبر پہنچی کہ فرنگی بہت عذاب (جو تقریباً دو سو برسہ و کھیاں و جنگ جو جنگی بحری جہاز ہیں) لکھ آئے ہیں۔ فرنگی پانچ ہزار جنگی مرد تھے۔ سلطان بہادر یہ خبر سن کر شکار گاہ سے بندر دیب گیا اور لوگوں کو ورتندہ کے پاس جو فرنگیوں کا بڑا سردار تھا بھیجا کہ بہت اچھے آئے اور خدمت میں

حاضر ہو۔ اس نے بیماری کا عذر کر کے پیغام بھیجا کہ تمہکا ہوں گل یا  
 پر رسول حاضر خدمت ہوں گا۔ سلطان بہادر کو خیال ہوا کہ ڈرتا ہے  
 اسی وجہ سے نہیں آتا۔ اس کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے کہ اس  
 کے دل سے خوف زائل ہو جائے اور چلا آئے۔ فریب بھی دینا  
 چاہتا تھا۔ خود تنہا سترہ آدمیوں کے ساتھ ایک غراب پر سوا ہوا کہ  
 اُن کے لانے کے واسطے چلا۔ یہ سانحہ ۳۷ رمضان شریف کا ہے۔  
 ملازمین درگاہ نے بہت کچھ عرض کی کہ افطار کا وقت قریب ہے  
 اس وقت جانا مناسب نہیں ہے۔ صبح کو تشریف لے جائیے گا۔  
 ایک بھی نہ سنی۔ حزم و دوراندیشی و احتیاط پر عمل نہ کیا حالانکہ  
 دولتمندوں خصوصاً بادشاہوں کو انجام مینی اور اچھے بڑے کاموں  
 پر غور کرنا لازم ہے۔

بیعت

چوتیرہ شوم درار روزگار ہمہ اُن کندش نیاید بکار  
 قضا کے پنجے میں ایسا زور ہے کہ دنیا بھر کے زبردست لوگ  
 اس کو مروڑ نہیں سکتے۔ تیر نقدیر نشانی ہی پر لگتا ہے۔ سپر تدبیر  
 سے اس کا رد محال ہے۔ اِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُونَ  
 سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ۱۰ ایک ایسا حکم ہے کہ ایک لمحہ بھی  
 پس و پیش ہو ہی نہیں سکتا۔ اَفَيَمْكُرُونَ لَوْ اٰمَدَّاكُمْ اَلْمَوْتُ وَلَوْ

كُنْتُمْ فِي بَرٍّ مَشِيدٍ ۖ طایا کارنامہ اڑی ہے کہ گوکہ اپنی  
 حفاظت کے واسطے بڑج آہنی میں جا بیٹھے۔ موت کے چنگل سے  
 رہائی ممکن نہیں۔ الغرض اُس نے ضد کی اور فوراً روانہ ہو گیا۔  
 جب فرنگیوں کو سلطان بہادر کا آنا معلوم ہوا تو اُن لوگوں نے  
 اظہارِ مسرت کی غرض سے توپ اور بندوق کی بہت فیریں کیں،  
 اور وردوں نے اپنے کوتہ برتہ پردوں میں حفاظت سے رکھا کہ  
 اُس کے قول کی تصدیق ہو جائے۔ جب بادخا پردوں کے  
 اندر آئے تو اُس کی نبض پر ہاتھ رکھا تو بادشاہ کو یقین ہو گیا  
 کہ بناوٹ سے بیمار بنا ہے۔ اُس نے بیماروں کی سی حرکت کی  
 اور اپنا سر سلطان بہادر کے پاؤں پر رکھ دیا سلطان بہادر نے  
 اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر کہا آؤ گھر چلیں۔ اس نے بھی اپنے کو  
 کھینچا۔ فرنگ قاضی پتھ میں آگیا۔ اُس نے چاہا کہ سلطان بہادر  
 کو منت خوشامد سے باز رکھے۔ کشتی پر نذرین بھی سلطان بہادر  
 کے سامنے پیش کیں۔ لیکن سلطان بہادر نے قبول نہ کیا۔ اپنی کشتی  
 پر سوار ہونے کی غرض سے واپس ہوا۔ قاضی نے سامنے آکر سالو  
 واصل کیا۔ سلطان بہادر نے پھر بھی اعراض کیا اور نیچے کا وار کر دیا۔  
 قاضی کو قضا کی تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ فرنگیوں نے یہ حال

دیکھ کر سیٹی بجائی جو لڑائی کے موقع پر جمع ہونے کی علامت  
 ہے۔ جس قدر غراب اطراف و جوانب میں تھے فوراً جمع  
 ہو گئے۔ سلطان بہادر کے غراب کو بیچ میں لے لیا لڑائی کی  
 آگ بھڑک اُٹھی۔ رومی خاں خواجہ صفر کا (جو فرنگی نژاد تھا  
 شروع میں رومیوں کے ہاتھ آ گیا تھا۔ اور رومی خانی کے  
 ساتھ ادب کا طریقہ لڑائی جاری کیا تھا) بیان ہے کہ جس وقت  
 سلطان بہادر ورنہ کے غراب سے اپنے غراب پر آیا اور تیزی  
 کے ساتھ سلطان بہادر کے غراب کو لے چلے ورنہ کے غراب پر  
 سیٹی بجی۔ یہ علامت غرابوں کے جمع ہونے کی تھی۔ غراب  
 اس طرح جمع ہو گئے کہ راہ بند ہو گئی تلوار لے کر مرنے کو تیار  
 ہو گئے۔ سلطان بہادر پانی میں گر گیا۔ دوسری روایت یہ ہے  
 کہ سلطان بہادر چاہتا تھا کہ اپنے غراب میں آئے لوگوں نے  
 غراب کو دوڑ کر دیا۔ اور سلطان بہادر پانی میں گر گیا۔ جب  
 ابھرا ایک فرنگی نے اُس کے سر پر نیزہ مارا پھر وہ دریائیں  
 ڈوب گیا اور غائب ہو گیا۔ چونکہ میں اُن کی زبان خوب  
 جانتا ہوں امان طلب کی ان لوگوں نے مجھ کو قید کر لیا اور  
 لسنے ساتھ لے گئے۔ عرصہ دراز کے بعد چونکہ میں نے ان سے

دوستی پیدا کر لی تھی اور ان کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہو گیا تھا۔ بندر مل سے اُن کی کشتیاں روانہ کرتا تھا اور اپنی طرف سے اُن کو مطمئن کر دیتا تھا کہ مجھ کو اب یہاں سے جانا نہیں ہے کہ یکبارگی کشتیوں کے لنگر کاٹنے کے وقت کل مجلس شراب و اثاث البیت و سامان مجلس، چاندی، سونے کے صراحی، پیالے کو چھوڑ کر اخیر شب میں میں نے اپنے کو کشتی تک پہنچایا اور فوراً لنگر کاٹ کر روانہ ہوا۔ اس تدبیر سے میں نے نجات حاصل کی۔ اور اپنے کو بندر سورت تک پہنچایا۔ میرا جو سامان اور مال تجارت اُس کے شہر میں تھا۔ غلبہ و استیلاء قوت کی وجہ سے احسان خیال کر کے میرے پاس پہنچا دیا۔ غرض رومی خاں کے قول کے مطابق سلطان بہادر دریا میں غائب ہو گیا۔ چونکہ اُس کی لاش کسی نے نہیں دیکھی کئی مرتبہ سلطان بہادر ظاہر ہوا۔ کیونکہ بارہا گجرات میں جو کبھی سلطان بہادر کا ہم شکل تھا اُس نے سلطان بہادر ہونے کا دعویٰ کیا اور مارا گیا۔

مصر اے :- یکبارہ میرد ہر کسے جامی بمیرد بارہا  
 ایک دفعہ نظام شاہ کے سامنے ظاہر ہوا اور چوگان بازی  
 کی۔ اور جس استاد نے سلطان بہادر کو بڑھایا تھا اُس سے اور  
 فقیر سے ربط تھا اُس نے مجھ سے کہا کہ میں احمد نگر میں تھا کہ

سلطان بہادر ظاہر ہوا اور میں نے اُس سے باتیں کیں اور نشانات دریافت کئے اُس نے بالکل صحیح جواب دیا وہ بیشک سلطان بہادر تھا۔ جب چوگان بازی سے لوٹا ارکان دولت و فوج پر وانی کی طرح اس کے گرد جمع ہو گئے۔ جب محل سر میں آیا پھر اُس کو کسی نے نہیں پایا۔

ہاں بادشاہوں کے واسطے خطرۂ عظیم ہے ان لوگوں کو بھی مناسب ہے کہ اپنی حفاظت پوری طرح کریں کہ دنیا کی سلامتی اُن کی سلامتی پر موقوف ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے امیدوار ہیں کہ خلیفہ برحق کی ذات اقدس اور وجود مقدس کو وہ تمام ملکوت سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ عالم ملکوت کے رہنے والے دنیا کے انتظام اور بنی آدم کی بہتری کے لئے دست دعا بلند کر کے اس کی گیتی پناہ بادشاہ کی سلامتی کی دعا اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ اور جبریلؑ خداوند عالم کے حضور میں عرض کرتے ہیں۔ مصر ص ۵۰ :-

یارب زہم خلق و جہاں آمین باد

الغرض سلطان بہادر کے ماتم کی تاریک رات میں ایسا تفرقہ و زلزلہ دیپ کے باشندوں میں پڑا جو کہنے اور کہنے میں نہیں آسکتا۔

راتوں رات سلطان بہادر کی ماں اور سارا محل اور محلِ دوائے  
بید خزانہ لے کر بندر دیب سے روانہ ہو گئے۔ دوسرے دن فرنگیوں  
نے دیب پر قبضہ کر لیا۔ احمد آباد خبر پہنچی اور محمد ماں مرزا جس کو  
سلطان بہادر نے متعلو کے غلبے کے زمانہ میں ہندوستان بھیجا  
تھا تاکہ سارے ملک میں خلل اندازی کرے۔ اور وہ لاہور میں  
پہنچ کر تفرقہ عظیم پر پا کر چکا تھا۔ جب جنتِ ایشیائی آگرہ آئے وہ  
احمد آباد پہنچا وہاں اُس نے سلطان بہادر کے مارے جانے کی  
خبر سنی فوراً وہ بندر دیب کی طرف متوجہ ہوا کہ فرنگیوں سے  
سلطان بہادر کے خون کا بدلہ لے۔ اپنے کو اس ارادے کے ساتھ  
سلطان بہادر کی ماں کے سامنے پیش کیا۔ خود سیاہ کپڑے پہنے  
سردارانِ فوج کو بھی سیاہ کپڑے پہنے کا حکم دیا۔ سلطان بہادر  
کی ماں نے... مخلصین محمد زماں مرزا کے واسطے بھیجیں اور  
سیاہ کپڑے اتروا کہ بندر دیب کی طرف جانے کی اجازت دیجی۔  
خزانہ پیچھے تھا۔ جب خزانے تک پہنچا اُس پر قبضہ کر لیا۔ سب  
بڑی بات یہی ہوئی کہ خزانہ اُس کے ہاتھ آگیا۔ اور جو کچھ مشہور  
ہے وہ یہ ہے کہ سات سو صندوق سونے کے تھے جتنی اور  
ترکی غلام جو خزانے پر مقرر تھے سب کے ساتھ اُس نے رعایت



کی۔ اور غضنفر بیگ وغیرہ وغیرہ کی طرح مغل بھی محمد زماں مرزا کے پاس آگئے۔ بارہ ہزار سواروں کی اچھی جماعت تیار ہو گئی۔ وہ خزانہ کے زمرہ مفت کو سب پر تقسیم کرتا تھا۔ چونکہ وہ آرام طلب اور عیش پسند تھا بندر دیب کے قرب و جوار میں عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ قسم قسم کے کھانے اور طرح طرح کے شراب سے لذت حاصل کرتا تھا۔ اُس کو خیال گذرا کہ گجرات کی سلطنت پر قبضہ کر لیا جائے۔ اگر اُسی وقت فوراً احمد آباد جاتا تو گجرات کی سلطنت مل سکتی تھی لیکن بھنگ، افیون، شراب نے اُس کو اسی بات پر قائم رکھا کہ ہزاروں، لاکھوں کروڑوں روپیہ فرنگیوں کو رشوت دیا۔ ان لوگوں نے جمعہ کے دن اُس کے نام کا خطبہ پڑھنے کی اجازت دی۔ اس قدر فوج اور اتنے زیادہ خزانے کے باوجود کچھ نہ کر سکا۔ اگر ایسی راستہ فوج لے کر تیزی سے احمد آباد جاتا تو گجراتی اپنے کو جمع نہ کر سکتے اور سلطنت اس کی تھی لیکن یہ اقبال کا معاملہ کب کس کو ملتا ہے جب بندر دیب میں خطبہ پڑھنے کی خبر احمد آباد میں امیروں کو ہوئی اور خزانہ پر قبضہ اور لشکر کے جمع ہونے کا حال سنا تو سب لوگوں نے یہ طے کیا کہ جب محمد زماں احمد آباد کی طرف متوجہ ہو تو یہ لوگ شہر خالی کر کے کسی طرف

چلے جائیں اور مخیر لوگوں کے ذریعے سے اُس سے باتیں کریں۔ اسی درمیان میں عماد الملک جو ابتدا میں عسکری مرزا سے لڑا تھا، مجلس میں آیا اور اختیار خاں اور افضل خاں سے جو سلطان بہادر کے اعظم و کلاء میں سے تھے۔ کہا کہ آپ لوگ سلطنت کی بہتری کس میں خیال کرتے ہیں۔ چونکہ اُس نے ان لوگوں میں حکومت کرنے کی ہمت پائی۔ اس وجہ سے یہ کہا کہ آپ کیل ہیں اور میں غلام ہوں۔ جس طرح سلطان بہادر کی غلامی کرتا تھا اُسی طرح تمھاری غلامی کروں گا۔ اس مغلوک مغل کے سامنے سر جھکانا اور اُس کو بادشاہ بنانا بڑی بے فیرتی ہے۔ گجرات کے بادشاہوں کے غلاموں میں سے میں زندہ ہوں اور آپ لوگ محمد زماں کے سامنے جو ہمارے بادشاہ کا نوکر تھا سر جھکائیں، حیف صد حیف۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ اے ملک کچھ جانتے ہو کہ گجرات والوں کا حال کیا ہو گیا ہے کہ ان لوگوں کے جگر میں تاب باقی نہیں اور پے در پے صدے ان کو ہوتے ہیں۔ ہمارا سلطان شہید ہو گیا۔ خزانے محمد زماں خاں کے قبضہ میں ہیں۔ علاج کیا ہے۔ اس قدر گجراتی کہاں سے آئیں گے کہ وہ بارہ ہزار غلوں سے جو خزانے کے مالک ہو گئے، ہیں متقابل کریں۔ عماد الملک نے کہا کہ آپ ہمت نہ ہاریے اور شہر احمد آباد میں

بیٹھے رہتے۔ مجھ کو ملک میں تصرف کرنے کا اختیار دے کر وکالت کی خلعت پہنا کر اس کام کے واسطے مقرر کیجئے تاکہ شاہی آستانہ کو سلام کرنے دشمن کی طرف متوجہ ہوں اگر محمد زماں کو سزا نہ دوں تو شاہانِ گجرات کا نمک حرام ہوں۔ مجھ کو یقین ہے کہ اگر وہ لڑے گا تو اس کو گرفتار کر لاؤں گا۔ اور اگر ملکِ گجرات سے نکل جائے گا تو بغیر جنگ کے ہماری مراد حاصل ہے۔ ان وکیلوں نے پہلے اس کی ہمت اور مردانگی دیکھ کر اس کی شرطیں قبول کر لیں کہ ملک میں جو بھی وہ فوج کی جاگیر حین کرے گا صحیح اور جائز ہوگا۔ اس حالت میں وہ نو سواروں کے ساتھ شہر سے باہر نکلا۔ دریا کے پار عثمان پور میں ڈیرہ ڈالا۔ جاگیر اور لشکر جمع کرنے کو مشہور کر کے فوج جمع کرنے میں مشغول ہوا جس کے پاس تین گھوڑے تھے وہ بھی اپنا نام لکھا لیتا تھا۔ ایک لاکھ تک جاگیر تقسیم کی۔ یہاں تک کہ ایک ماہ میں قریب چالیس ہزار سوار بہم پہنچائے۔ اس درمیان میں ایلچی لوگ میران محمد شاہ بہا پوری کی تحریر بطور فرمان مندوسے لائے کہ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میرے ماموں سلطان بہادر نے اپنی زندگی کے زمانے میں مجھ کو ولی عہد مقرر کر کے کل امرا و ارکانِ دولت کو حکم دیا تھا کہ

مجھ کو سلام کریں اب وصیت نامہ کے اعتبار اور وراثت کے  
 خدیجے سے سلطنت گجرات کا سب سے زیادہ حق دار ہوں بلکہ  
 خلافت کا صرف میں مستحق ہوں۔ چونکہ یہ بات بہت صحیح تھی سب  
 نے قبول کر لیا۔ گجرات میں بھی میران محمد شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا  
 گیا۔ اختیار خاں و افضل خاں فرماں برداری سے پیش آئے  
 لیکن عماد الملک نے پسند نہ کیا کہ ہمیشہ حاکم برہان پور تابع ہے  
 والی گجرات کا خطبہ اور سکہ مٹا دیا جائے۔ اختیار خاں بڑا فاضل تھا۔  
 اُس نے عماد الملک کی تسلی کے لئے سلاطین گجرات کے نام کو  
 اس طرح خطبہ میں درج کیا۔ میدان محمد شاہ ابن اخت  
 بھادشاہ بن مظفر شاہ بن محمود شاہ الی آخر۔ گزشتہ  
 بادشاہوں کے نام کو زندہ کیا۔ عماد الملک نے جب اپنی جمعیت  
 کو چالیس ہزار سے زیادہ دیکھا محمد زماں کی طرف روانہ ہوا۔  
 گمان یہ تھا کہ وہ بھی سامنے آئے گا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ  
 ہلا۔ عماد الملک تیزی کے ساتھ آگے بڑھا۔ محمد زماں خاں نے  
 خندق کھود کر ارابہ کیا اور حسام الدین میرک ولد میر خلیفہ جو  
 محمد زماں مرزا کا وکیل و سپہ سالار تھا باہر آ کر کچھ لڑا اور پھر موپے  
 میں داخل ہو گیا۔ گجراتی فوج نے محاصرہ کر لیا اور تیسرے دن

ارایہ غنق پر چڑھ دوڑے۔ محمد زماں خزانہ لے کر دوسری جانب سے چل دیا۔ میر حسام الدین میرک گجراتی فوج سے لڑتا رہا محمد زماں صحیح و سلامت سندھ کی طرف متوجہ ہوا۔ عماد الملک کی فتح ہوئی۔ میرک مذکور بھی محمد زماں سے جا ملا۔ محمد زماں کچھ عرصے تک سندھ میں رہا۔ آخر کار جنتِ آشیانی کے حضور میں گیا اور باخلاص غلاموں میں داخل ہو کر شیر شاہ کی جنگ میں ملا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دریا میں ڈوب گیا اور بعض کا خیال ہے کہ لڑائی میں مارا گیا۔ عماد الملک قحتمندی کے ساتھ احمد آباد واپس آیا۔ اسی زمانے میں خبر ملی کہ موت کی فوج نے **يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً** کا نفا رہ بجا کر میران محمد شاہ پر حملہ کر دیا۔ اور اُس کے زندگی کے جھنڈے کو دارالبقا کے میدان میں بلند کر دیا۔ ایک مہینہ میران محمد شاہ کی سلطنت کی مدت ہے اس نے زیادتی مرض کی وجہ سے جان دی پھر انچی لوگ گجرات میں آئے اور اصرار کیا کہ جس طرح گجرات میں میران محمد شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اُسی طرح اب اُس کے بیٹے کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ یہ لوگ اُس کے باپ کے بارے میں گفتگو کرتے تھے بیٹے کے بارے میں کیسے راضی ہو جاتے۔ جواب دیا کہ پہلی مرتبہ سلطان بھادری کی

وصیت ہم نے قبول کر لی تھی اور جب سلطان بہادر نے میران محمد شاہ کو ولی عہد مقرر کیا تھا اپنے بھتیجے محمود کو میران کے سپرد کیا تھا۔ چونکہ سلطان بہادر محمود کے باپ لطیف خاں سے بہت محبت رکھتے تھے لہذا ملک گیری اور دفع فتنہ کے واسطے یہ کہا تھا اور ٹھیک کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ملک کا وارث وہی ہے۔ چونکہ میں نے تجھ کو ولی عہد مقرر کیا ہے۔ اس لئے وارث ملک کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تجھ کو اختیار ہے مار ڈال یا زندہ رکھ۔ اُس نے بڑی مہربانی اور خدا ترسی یا سلطان بہادر کے خوف اور غیرت سے کہ کہیں امتحان نہ ہو بہت اچھے طریقے سے اُس کی حفاظت کی اور رعایت کرتا تھا۔ اس وقت وہ بیاول کے قلعہ میں زندہ و سلامت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو بیاں بھیج دو کہ ہم اسے تخت سلطنت پر بٹھائیں۔ اس کام کے واسطے مقبل خاں برادر اختیار خاں کو مقرر کیا کہ فوراً شاہزادے کو لائیں۔ اگر برہانپوری شہزادے کو نہ بھیجیں تو اُن پر فوج کشی کی جائے۔ جیسے باہر بھیج دئے۔ جب مقبل خاں گیا تو برہانپوریوں نے شہزادے کو دے دیا۔ اُس کو گجرات لے آئے۔ بقرعید ۹۹۹ھ کے دن مقبل خاں شہزادے کو بھرج لایا۔ وہیں بڑی مسرت کے ساتھ

وارث سلطنت کو سلطنت ملی۔ بڑی خوشی عید کی مناکر احمد آباد  
 کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب احمد آباد پہنچے سلطان محمود اسی طرح  
 مقبل خاں کے قبضے میں تھا۔ یہ بات عماد الملک اور باقی خاص  
 لوگوں کو پسند نہ آئی کہ کل ارکان دولت نئے بادشاہ کے گرد کیوں  
 رہیں۔ دربار کے اندر ایک باغ تھا اس میں عماد الملک اور دریا خاں  
 نے مشورہ کر کے اختیار خاں کو تنہائی میں بلایا۔ اثنائے گفتگو میں  
 سخت باتیں ہونے لگیں۔ عماد الملک نے کہا کہ تو ایک ملا سے  
 زیادہ نہ تھا۔ گجرات کے بادشاہوں نے تجھ پر مہربانی کی۔ اب تو  
 نمک حرامی کرتا ہے اور برہان پوریوں سے مل گیا ہے۔ اختیار خاں  
 نے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھ کو زندگی اور دنیاوی دولت  
 کی کیا امید ہے کہ میں اس بوڑھے میں نمک حرامی کروں۔  
 مجھ کو تیرا مقصود معلوم ہے۔ جھوٹا الزام لگانے کی ضرورت نہیں  
 ہے اس سے اور کیا اچھا ہو گا کہ میں دنیا سے منطیم جاؤں اور  
 تیری گردن پر پاؤں رکھ کر بل صراط سے پار ہو کر بہشت میں  
 داخل ہوں۔ اس جملے سے اُس کا غصہ اور زیادہ ہو گیا۔ فوراً  
 سستلی اُس کی گردن میں کس دی۔ اُس کی روح ساکنان عالم  
 بالا سے مل گئی۔ اُس کو اسی باغ میں لوگوں نے دفن کر دیا۔ اور

سلطان حماد الملک و دیار خاں اور اُن کے قوم و قبیلے کی حفاظت میں مشغول ہو گئے۔ اور اچھی ساعیت اور عمدہ زمانے میں اُس کو تخت پر بٹھایا کہ خیر و خیرات کے پھل اور برود احسان کے نتیجے اس قدر زیادہ ہوئے کہ تمام مخلوق کے سامنے مہربانی کے دروازے اور زمانے کے چہرے پر کامیابی کے در کھل گئے۔ جیسا کہ نئے بادشاہ کے جلوس کے موقع پر ہوا کرتا ہے ہر ایک امیر و وزیر و ارکان دولت و فوج و اکابر و اشراف کو اُن کے مرتبوں کے مطابق خزانہ عطا کیا۔ دریا خاں کو وکیل مطلق العنان مقرر کر کے بادشاہی مہر اُس کے سپرد کی۔ اور حماد الملک شپہ سالار و میر لشکر و حاکم علی الاطلاق قرار پایا۔ لیکن تھوڑے دنوں میں امیر و وزیر میں جھگڑا ہو گیا۔ لوگوں نے دریا خاں کو پسند کیا۔ وہ بادشاہ کو تنکار کے واسطے لے گیا۔ وہاں سے چنپا کر چلا گیا اور دریائے مہندری کے کنارے قیام کیا۔ حماد الملک نے خزانے کا منہ اور کرم کا ہاتھ کھول دیا۔ اور شاہی قور کو اپنا امام اور قبیلہ بنا کے ہر صبح کو سلام کرنے جاتا تھا اور ایشرفین لٹاتا تھا۔ فوراً اُس کے پاس بڑا مجمع ہو گیا۔ وہ دریا خاں کی طرف متوجہ ہوا کہ سلطان کو اس کے قبضے سے نکلے۔ جب



بڑیاد کے قبضے میں پہنچا تمام امرا و فوج مال لے کر سلطان کی طرف  
 چلے۔ عماد الملک ان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ دریا خاں کے پاس آدمی  
 بھیج کر صلح کرنی چاہی۔ انجام کار اس طرح صلح ہوئی کہ عماد الملک  
 سوئٹھ کے ملک میں بیرم کانو کی طرف جو اس کی جاگیر ہے چلا جائے  
 اور سلطان دریا خاں کے ساتھ احمد آباد آئے۔ ایسا ہی کیا گیا۔  
 احمد آباد آنے کے بعد عماد الملک کی جاگیر میں سے دریا خاں دوسرے  
 امر کو جاگیریں دیتا تھا اور ان کو فرمان دے کر جاگیر پر قبضہ کرنے  
 کے واسطے بھیجتا تھا اور عماد الملک اپنی جاگیر سے دست بردار نہیں  
 ہوتا تھا۔ معاملہ اس حد تک پہنچا۔ کہ دریا خاں سلطان کو عماد الملک  
 پر چڑھا لے گیا اور لڑائی چھڑ گئی۔ عماد الملک شکست کھا کر بہانوں  
 کی طرف چلا گیا۔ شاہی فوج نے اس کا تعاقب کیا۔ بہان پوری  
 لشکر سے مقابلہ ہوا۔ اس کو بھی شکست ہوئی۔ عماد الملک مالوہ و  
 مندو بھاگ گیا۔ ملو خاں قادر شاہ نے اس کو جگہ دی۔ میران  
 مبارک شاہ بہان پوری سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور  
 دریا خاں سلطان کے ساتھ احمد آباد آیا۔ دو سال کے بعد جب  
 سلطان اور بڑا ہوا تو دریا خاں کے قبضہ سے نکل کر عالم خاں  
 کے قبضے میں ہو گیا۔ ان معاملات کے حالات لکھے جاتیں تو

یقیناً بات بہت بڑھ جائے گی۔ الغرض دریا خاں نے ابتدا میں تمام شاہی خزانہ۔ ہاتھی سلطان خاں کے پاس بھیج دیا کہ ہم حضور کے غلام ہیں۔ اور حضور اب بڑے ہو گئے ہیں۔ ملکی کاروبار خود کر سکتے ہیں۔ حضور کو مبارک ہو۔ غلاموں کو جہاں جاگیر عنایت ہوگی وہاں رہ کر سرحد کی حفاظت کریں گے۔ لیکن چنپانیر کا جاگیر دار۔ محافظ خاں۔ دریا خاں کا عزیز تھا وہ اپنے جاگیر سے آیا اور دریا خاں سے کہا تو پاگل ہو گیا ہے۔ تو چاہتا ہے کہ ایسا کرنے کے بعد زندہ رہے۔ یہ محال ہے۔ لوگوں کو بھیج کر خزانہ و اسباب واپس منگالیا۔ یہ بہت برا ہوا۔ صبح رائے وہی تھی جس پر دریا خاں نے عمل کیا تھا۔ لیکن چونکہ ان لوگوں کا اقبال ختم ہو گیا تھا ایک شخص کو سلطان احمد بانی احمد آباد کے خاندان سے تلاش کر کے دھونڈ نکالا اور کل فوج لے کر سلطان محمود پر چڑھائی کی۔ عالم خاں اور اُس کے کل عزیز جو کام کے لائق تھے سلطان محمود کے ساتھ تھے جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ لڑائی چھڑ گئی۔ عالم خاں خود محافظ خاں کے مقابلے میں میمنہ میں اور الف خاں میسرہ میں تھا۔ سلطان محمود کے داہنے اور بائیں سے دشمن پر غالب آئے۔ دریا خاں غول میں تھا۔ اُس کا بیٹا سلطان مظفر کے خطاب کے

ساتھ جہاز فوج لے کر سلطان محمود کے مقابل ہوا۔ سلطان محمود کے ہراول جو امراے قدیم میں تھے مارے گئے۔ اور سلطان محمود کے بعض مقرب میدان جنگ سے چلے گئے۔ میدان دریا خاں کے ہاتھ رہا۔ تین شبانہ روز میدان جنگ میں رہا، لیکن کوئی اُس سے نہ ملا۔ پھر اُس نے سنا کہ عالم خاں احمد آباد گیا۔ دریا خاں نے اُس پر چڑھائی کی۔ عالم خاں احمد آباد سے نکل کر سلطان کے پاس پہنچا۔ فوج سلطان کے پاس رہی۔ عالم خاں احمد آباد روانہ ہوا۔ دریا خاں احمد آباد سے نکل کر چنپا نیر کی طرف چلا۔ قلعہ چنپا نیر والے سلطان کے ملازم تھے۔ دریا خاں کو قلعہ میں نہیں آنے دیا۔ سلطان و عالم خاں چنپا نیر گئے۔ دریا خاں برہان پور کی طرف متوجہ ہوا، وہاں سے ہندوستان چلا گیا۔ اور شیر شاہ کا نوکر ہو گیا۔ عالم خاں سلطان کے حضور میں تھا۔ جب سلطنت پر سلطان محمود کا پورا تسلط ہو گیا تو روزانہ سلطنت مضبوط اور نظام سلطنت میں ترقی ہوئی۔ تمام معاملات میں اُس نے استقلال پیدا کیا۔ عمدہ طریقے سے دشمنوں کو توڑا اور دوستوں کی مدد کی۔ اور قرب و جوار کے راجہ لوگوں سے ممالک فتح کئے۔ گرد و اطراف کے سلاطین اس کی سلطنت کو سلطنت

سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جنتِ اُشیانی ہندوستان فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس کو ایک عنایت نامہ مہربانی سے لکھا۔ اُس کا مضمون یہ تھا کہ ہمارے بھائیوں کے سردار سلطان بہادر کے درمیان اخوت و برادری کا عہد تھا اور ظاہرہ محبت و اخوت کی بنیادیں شیطانی اغواء کی وجہ سے خلیں پڑ گیا۔ اور شیطان کے بھائیوں کی تحریر سے معاملہ یہاں تک پہنچا، جہاں تک نہ پہنچنا چاہئے تھا۔ دونوں طرف ندامت ظاہر ہوئی۔ **سَيَحْضِلُ لَكُمْ الرَّحْمَنُ وَدَاۃً** کے مضمون کے مطابق دلی محبت ترقی پر ہے۔ تم مہتیجے بمنزلہ فرزند کے ہو۔ دونوں طرف کی ہمتی کا طریقہ یہی ہے کہ تم دوستی کے جھنڈوں کے بلند کرنے پر اس طرح کمر باندھو کہ دوستوں کو فتح اور دشمنوں کو شکست ہو۔ لہذا یہ مناسب ہے کہ تم اس طرف سے مند و فتح کرنے کی طرف متوجہ ہو اور ہم بھی مخالف باغیوں کی بیخ کنی کرتے ہوئے آتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بلند اقبال اور مبارک طالع کی رہبری سے تمام مقاصد اور اُمیدیں نہایت جلد اور اچھے طریقے سے حاصل اور مکمل ہوں گی۔ سلطان محمود نے اس نامہ ہما بونی کے پانے کے بعد دل و جان سے دوستی کرنے کا قصد اور اتفاق کا ارادہ کر لیا۔ اپنی فوج کا معائنہ کیا۔ پچاس ہزار سوار نکلے۔ خیمہ مند و پر چڑھائی کرنے

کے واسطے بایرنگاڑا۔

چونکہ ربیع الاول ۹۶۱ھ کا مہینہ تھا۔ ہر سال کے دستور کے مطابق جو گجرات کے بادشاہیوں کا طریقہ تھا۔ چاند رات سے بارہویں تک جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت کا زمانہ ہے، اشرف، علماء، اکابر، صلحاء مقررین کو جمع کر کے قرآن پاک کا ختم کراتے تھے، تقریریں بھی ہوتی تھیں۔ قسم قسم کے کھانے اور طرح طرح کی پینے کی چیزیں قہوہ۔ میوہ خوشبو بے حد خرچ کرتے تھے۔ بارہویں تا ربیع کو کھانے کے بعد خلعت کی سینیاں اور عمدہ کپڑے اشرفی کی تھیلیاں خوانوں میں رکھ کر لوگوں کے مرتبوں کے موافق سوا اشرفی سو کپڑوں سے لے کر بارہ اشرفی اور بارہ کپڑے اہل مجلس کو دیتے تھے اور فقیروں اور مسکینوں کو عمدہ کھانا اور ایک ایک کپڑہ اور ایک ایک اشرفی تقسیم کرتے تھے۔ اور حسن عقیدت سے سلطان خود لوٹا اپنے ہاتھ میں لے کر مجلس کے صدر میں بارہ آدمیوں کے ہاتھ پر پانی ڈالتا تھا اور اس عمل کو موجب برکت خیال کرتا تھا۔ اتفاقاً مذکور سن میں سلطان محمود شکار میں گیا تھا۔ بارہویں تا ربیع جب

یاد آئی۔ شکار سے یلغار کرتا ہوا اپنے کو کھانے کے وقت پہنچا کر معمولی انعام و اکرام میں مشغول ہوا۔ چونکہ یلغار اور شکار میں تھک گیا تھا حمام گیا۔ نہایا اور تخت پر آکر لیٹ گیا۔ نشہ کی چیزیں بھی زیادہ استعمال کیں۔ سو گیا۔ محلدار سلطان کے سر کے بالوں کو باس رہا تھا۔ باسنے کی حالت میں بے دولت محلدار جس کا نام دولت تھا۔ اور برہان بکھت کا بھانجہ تھا۔ یہ برہان شاہی غلام زادوں میں سے تھا۔ اس کی ظاہری حالت ست اچھی تھی۔ اسی وجہ سے شکار اور قیام میں سلطانی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس شکار میں کم خدمتی کی وجہ سے عتاب شاہی میں مبتلا اور مقید کر دیا گیا۔ ایک روشن دان اُس کے منہ کے سامنے رکھا گیا تھا اس کو کچھ دنوں اسی روشن دان سے کھانا پانی دیا گیا۔ پھر اُس کو اس دراز دستی کے واسطے رہا کر دیا۔ اور اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ آخر کار اُس دم کٹے سانپ نے اپنا کام کیا اور موقع کو غنیمت جان کر طمع خام کی وجہ سے کیونکہ اُس نے پے در پے منجھوں سے سنا تھا کہ اُس کے طالع کے زائچہ میں سلطنت ہے اُس نے اس اہم کام کی طرف پیش دستی کی یعنی اُس کے کہنے سے اس دولت بے دولت نے سلطان کے لائے لائے بالوں کو نیند اور نشہ کی بیہوشی میں پلنگ کی پٹی سے مضبوط باندھ دیا۔

برہان نے نیچے سلطانی نکال کر گلے پر پھیر دیا۔ سلطان جاگ اٹھا۔ دونوں ہاتھوں سے تلوار دور کرنی چاہی۔ اس کا سر پلنگ سے بندھا ہوا تھا۔ ہاتھ بھی کٹ گئے۔ باوجود اس حالت کے برہان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ استقلال کے ساتھ باہر جاتا اور اندر آتا تھا اور احکام شاہی پہنچاتا تھا کہ یہ یہ حکم دیا ہے۔ اور جو کام اپنے واسطے قرین مصلحت خیال کرتا تھا سلطان کے نام سے اس کا حکم دیتا تھا۔ اس کا خاص ارادہ یہ تھا کہ چونکہ امیر و وزیر اُس کو قبول نہ کریں گے۔ اس لئے ایسا انتظام کرنا چاہئے کہ اس کی سلطنت قائم ہو جائے۔ پھر جس قدر امیر اور سردار اُس کے خلاف ہوں سب کا خاتمہ کر دے۔ محلداروں کو ہر ہر امیر کے گھر بھیج کر طلب کیا۔ اور بھاکمار کا گروہ جو شیروں سے لڑ کر، شیروں کو مار کر خود زندہ بچے رہتے تھے۔ ان کی تعداد ایک سو اسی (۱۸۰) تھی۔ یہ جماعت برہان کی ماتحت تھی اُن کو بادشاہی حکم سنایا کہ دس آدمی جو تم میں سے بہت زیادہ دلیر ہیں تاریک مکان کے اندر دروازے کی آڑ میں کھڑے رہو اور جو شاہی غضب کا مارا اندر آجائے تم لوگ فوراً اُس کو بے تردد قتل کر دو۔ چونکہ خداوند خاں

اور آصف خاں بڑے ذیروں میں تھے اُن میں سے ایک ایک کو مشورہ کے بہانے سے اندر طلب کیا۔ جب اندر آئے حجرے میں بھیجا۔ بھاکماروں نے حکم کی تعمیل کی مقتولوں کی لاش راہ سے ہٹا کر گوشہ میں ڈال دی۔ اسی طرح دس بارہ امیروں، وزیروں و کیدوں اور با اختیار لوگوں کو قتل کیا۔ اور گھڑی گھڑی اشرفیوں کی سینیاں سطر بوں اور کلاہنتوں کو بھیجتا تھا کہ اور زور سے گاؤں شاہی محل میں گانا اس زور و شور سے اس واسطے ہو رہا تھا کہ بادشاہ پر کیفیت طاری ہے۔ اور اس قدر بے موقع ابھام دے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ افضل خاں کی باری آئی۔ اُس کو اندر طلب کیا۔ برہان پر دے کے پاس بیٹھا تھا۔ چونکہ ہمیشہ سلام اور تعظیم کرنے کا عادی تھا۔ چند قدم آگے بڑھا اور کہا کہ آپ یہاں بیٹھیں میں دربار میں اطلاع دوں۔ یہ کہہ کر اندر گیا پھر باہر آیا اور کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ تم میرے وزیر قدیم اور میرے چچا کی جگہ ہو۔ آصف خاں اور خداوند خاں نے دشمنی کو دوستی کے لباس میں ظاہر کیا اور ملک کو خراب کر دیا۔ وہ لوگ اپنی سزا کو پہنچے۔ پھر ان دونوں بھائیوں کے حق میں چند سخت باتیں کہیں۔ افضل خاں نے کہا کہ اگر بادشاہ کچھ کہیں تو تیری یہ مجال نہیں ہے



کہ گستاخی کرے۔ برہان نے کہا حکم ہوا ہے کہ حرف بحرف کہوں اور حکم ہوا کہ جس طرح پہلے تم سربراہی کیا کرتے تھے اُسی طرح اب تمہارے متعلق ہے اور یہ خلعت خاص ہے اس کو پہنو اور آکر سلام کرو۔ افضل خاں نے خیال کیا کہ بادشاہ غصہ میں ہیں حکم نہ ماننے کا نتیجہ خراب ہے کہا کہ اے برہان تجھ کو معلوم ہے کہ جب بادشاہ خلعت عطا فرماتے ہیں تو رو برو عطا فرماتے ہیں۔ تو جا اور عرض کر کہ حضور کے حکم کا سوا اطاعت کے چارہ نہیں ہے۔ لیکن دستور یہ ہے کہ خلعت حضور میں پہنی جاتی ہے۔ پہلے حضور می سے سرفراز کیا جاؤں پھر جو حکم ہوگا بسر و تحم بجالاؤں گا۔ برہان اس مرتبہ گیا اور آیا اور افضل خاں سے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ حضور بادشاہ بہت غصہ میں ہیں آپ خلعت پہن لیجئے اور فوراً آکر سلام کیجئے۔ افضل خاں نے اس کو اپنا دوست اور خیر خواہ خیال کیا خلعت کو کاندھے پر ڈال کر ایک ہاتھ آستین میں ڈال اور اندر چلا کہ دوسرا ہاتھ بادشاہ کے حضور میں آستین میں ڈالوں گا۔ جب یہ دونوں اندر پہنچ گئے۔ افضل خاں نے دیکھا کہ سلطان چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔ برہان سے کہا کہ تو اس قدر جھوٹ

کیوں بولا۔ برہان افضل خاں کا ہاتھ پکڑ کر بادشاہ کے قریب لے گیا اور چادر اٹھائی اور کہا کہ یہ بادشاہ ظالم، ستمگر تھا۔ اُس کا انجام یہ ہوا۔ اب آپ میرے سر پر ہاتھ رکھئے اور مختار کل ہو جائیے۔ ایک ٹکڑا روٹی کا مجکو دیجئے گا مجھے قبول ہے۔ افضل خاں نے جب یہ حالت دیکھی فحشے سے بے خود ہو گیا۔ جب ہوش درست ہوئے تو کہا، عبدالصمد کو ہرگز کسی نے دھوکا نہیں دیا تھا۔ ستر سال کی عمر میں برہان نے دھوکا دیا۔ اور گالی دے کر کہا۔ فوراً مجھ کو میرے مالک کے پاس پہنچا۔ برہان جب ناامید ہو گیا تو اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ دیکھتے ہو اس کا کام تمام کر دو۔ فوراً تلوار سے قتل کر دیا۔ اس کے بعد استقلال کے ساتھ بیٹھ کر اپنے حکم سے کل ولایتوں۔ پٹن۔ بھرونج۔ بڑودہ چنیانیر۔ کھنبایت۔ دھولقہ۔ بیرمکانو۔ سورتھ وغیرہ وغیرہ کے حاکموں کے نام تیس چالیس فرمان لکھے اور ساندنی سواروں کو دے کر روانہ کیا کہ حسب تقدیر یہ قضیہ ظاہر ہوا۔ اور ظالم مخلوق کے سر سے دور ہوا۔ تم کو مہربان۔ عادل سکندر شاہ زرزری زربخش نے قبول کر لیا ہے۔ اس نعمت کے شکرانے میں بارگاہ الہی میں سجدے کرو اور اپنے متعلق خدمت میں مشغول رہو۔ اور بدستور

سابق خیر خواہی کی راہ پر اور نیکو خدمتی کے طریقے پر قائم رہو، تم لوگ  
برقرار رکھے جاؤ گے اور دو گئے منصب سے سرفراز ہو گے۔ سائڈنی  
سواروں کے روانہ ہونے کے بعد جتنے قیدی قید خانوں میں تھے  
خواہ باقی دار عالم خواہ امرا و کمزوری خواہ چور۔ ڈاکو۔ خونی سب کو  
آزاد کر دیا۔ جو ابسرو سپاہی تھے اُن کو معافی کی خوشخبری دے کر  
خالی اور سلطانی کا خطاب دیا۔ حجام کو طلب کر کے اپنی لابی ڈاڑھی  
منڈادی۔ حمام میں گیا اور جامہ دار خانہ شاہی سے خلعت نکال کر  
پہنی۔ سر پر تاج شاہی رکھا۔ گردن میں موتیوں کی تسبیح ڈالی۔  
مرصع بازو بند بازو پر باندھا۔ کمر باندھ کر شاہی تلوار سامنے رکھی۔  
اور حکم دیا کہ سر پر چتر لگایا جائے۔ اشرفیوں سے بھرے ہوئے خوان  
اُس کے منہس سر پر صدقے کئے گئے۔ لوگوں کو ان کے لوٹنے کا حکم  
ہوا۔ ہر کام کے منتظم قتل کے خوف سے فرماں برداری کرنے لگے۔  
اُن کو نئی نئی مہربانیوں اور بے اندازہ بخشش سے سرفراز کرتا تھا اور  
اُسی مضمون کے مصرع کو زبان حال و قال سے تکرار کرتا تھا مصرع  
سلطنت گر ہمہ یک لحظہ بود مستغنیہ است

نوبتی ہاتھی گھوڑوں کو تیار رکھ کر ترکش گم میں باندھا۔ جب  
چنگیز خان کا باپ عماد الملک اور الفت خاں حبشی اور دوسرے

امرا لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ شاہی دروازے پر آکر جمع ہوئے۔ صبح ہو گئی تھی کہ یہ لوگ اندر آئے۔ وہ بھی اپنے تھوڑے عزیز و اقارب کے ساتھ پوری دلاوری اور شیر دلی سے لشکر کے سامنے آیا اور نیزے بازی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس کے ساتھی اس کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس طرف سے شروآن خاں بھی مبارز الملک کے بھائی نے اُس پر حملہ کیا اور آبدار تلور سے اُس کے ذلیل خون کو جہنم میں بھیج دیا۔ اُس کی آنتیں پیٹ سے باہر نکل آئی تھیں۔ پاؤں میں رسی باندھ کر بازار کے میدان میں ڈال دیا۔ اُس کے کل عزیز و اقارب تشر بستر ہو گئے۔ قیاس یہ ہے کہ جس طرح دوزخ کا نصف عذاب قابیل پر ہابیل کے قتل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور بقیہ نصف عذاب تمام مخلوق کے واسطے مقرر کیا گیا ہے، اُس نصف کا بڑا حصہ بُرہان پر ہوگا۔ (کیونکہ اُس نے سلطان مہربان عاقبت محمود کو ۹۷۱ھ میں شہید کر دیا)۔ اس سال کے شہید بادشاہوں اور جتنی سلطان کے وفات کی تاریخ اُس طرح کہی گئی اور اس نظم میں درج کی گئی :-

قطعہ

سہ خسرو رازوال آمد دریں سال کہ سہند از عدل شان دار الامان بود  
یکے محمود شہ سلطان گجرات کہ اوچون دولت خود نوجوان بود

دوم اسلام شہ سلطان دھلی کہ او در عہد خود صاحبقران بود  
سوم آمد نظام الملک بھری کہ دہلیک دکن خسرو نشان بود  
ز تاریخ وفات این سہ خسرو پھوی پرسی زوال خسروان بود  
اس کے قتل کے بعد کل امراء و ارکان دولت نے اعتماد خاں  
کے یہاں آکر بادشاہ کے فرزند کو طلب کیا۔ چونکہ بادشاہ کم سن  
نوجوان تھا اور اُس نے اپنے چچا سلطان بہادر کا قصہ اپنے باپ  
لطیف خاں کے ساتھ اور دوسرے چھوٹے بڑے چچاؤں کے  
ساتھ جن کی تعداد حد شمار سے زیادہ تھی سنا تھا۔ اس لئے اُس  
نے پسند نہیں کیا کہ اُس کے لڑکوں کے سامنے ایسی حالت پیش آئے۔  
فوراً حمل قرار پاتے ہی قبل اس کے کہ سلطان روح ملک حیم جنین  
میں آئے اور تخت وجود شہم انشادن خلقاً آخرتاً شہد علی اللہ احسن  
الخالقین پر جلوس کرے اس نقطہ اور علقہ اور منہ کو رحم تنگ مقام  
سے ویران کر دیتا تھا۔ گو کہ اس کی نیت انجام کی خرابی کو دور کرنے  
کی تھی لیکن اس خراب کام کی نحوست نے اُس کی نسل منقطع ہو سنے  
کے نقصان کا سزاوار قرار دیا۔ اعتماد خاں نے سچائی کے  
ساتھ قسم کھائی کہ سلطان لا ولد اور منقطع النسل ہے۔ پھر ارکان دولت  
نے مبالغہ کر کے کہا کہ اگر اس کے لڑکی ہو تو بھی ہم کو اس کو تخت نشین

کرنا قبول ہے۔ اعتماد خاں نے دوبارہ قسم کھائی یہی وجہ ہوئی کہ کسی عزیز بعید کی تلاش ہوئی۔ رضی الملک نے احمد شاہ بانی احمد آباد کی اولاد میں سے پانچ چھ بطن کے بعد ڈھونڈ نکالا۔ لڑکے کی عمر بارہ سال کی تھی۔ اور ضرورت کی وجہ سے اس کو تخت پر بٹھایا۔ تُوْنِی الْمُلُکُ مَنْ نَشَأَ سب نے بالاتفاق اس کو بادشاہ تسلیم کر کے خزانے کا مالک قرار دیا۔ تمام امراء دارکان دولت نے لشکر کا نام لکھ کر ان کے قدر اور منصب کے مطابق تحوہ مقرر کی۔ انعام و اکرام تقسیم ہوئے۔ سونا کثرت (اَحْمًا جَتِ الْاَمْرَاضُ اَثَقَالَهَا وَقَالَ الْاَمْلَانُ مَا لَعَلَّیْ) کی وجہ سے سستا ہو گیا۔ امیروں کو لاکھوں کروڑوں حصے میں ملے۔ جواہرات و مرصع آلات کے متعلق بادشاہ کے بکرات کی روانگی کے وقت عماد الملک اور ملک شرق نے یہ خیال کیا کہ یہ عمدہ چیزیں اور مرصع آلات کو کسی ایسے غریب آدمی کے پاس رکھنا چاہئے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آئے۔ یہ خیال کر کے سیوجی طیب اور اس کے بھائی کے سپرد کر دیا جو ملک شرق کے خاص آدمیوں میں تھے۔ جب حضور والا نے اس کو کسی پرگنے کا کروری مقرر کر دیا اور اس وجہ سے امن و امان ہو گیا تو امانت واپس مانگی۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ بہت سختی اور واپسی کی بہت تدبیر کی گئی مگر فائدہ

نہیں ہوا۔ اس نے قبول نہیں کیا۔ الغرض ملک شرقی اسی غم و اندوہ میں بیمار ہو گیا۔ اور اسی بیماری میں مر گیا۔ میران مبارک شاہ کو سلطنت گجرات کا خیال احمد شاہ کے جلوس کے ابتدا میں ہوا۔ وہ سواریوں کے قریب تک آیا۔ یہاں سے کل امراء سلطان کو لے کر میدان میں گئے۔ وہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ حضورے دن میں واپس چلا گیا۔ اسی سال یعنی ۹۶۲ھ میں حضور جنت ایشیانی نے حکم تقدیر ربانی اس جہان فانی سے سلطنت ملک جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ جب یہ خبر گجرات پہنچی تو اعتماد خاں اور دوسرے امرائے خواجہ آباد ہیں تھے گجرات کے دستور کے مطابق ان کی پاک روح کے ایصال ثواب کی غرض سے جامع مسجد احمد آباد میں بہت بڑے مجمع کے ساتھ فاتحہ خوانی کی۔ اطراف کے اکابر و اشراف شہر بھی جمع ہوئے۔ فاتحہ کے بعد خوشبو اور پھل اور پان کی تقسیم ہوئی۔ اس کے بعد سید مبارک بخاری نے جو امیر اعظم تھا عہد تقریر کی کہ اب ہندوستان مغلوں کے پاس نہ رہے گا۔ کیونکہ اختر سعد ہمایون کے طالع میں تھا۔ فقیر دعا گو کہ خداوند عالم کے الہام کے فیض سے توفیق ہوئی۔ میں نے فوراً کہا کہ میرے دل میں جو بات آئی ہے وہ یہ ہے کہ ملک کا حاصل ہونا جنت ایشیانی کے وارث حقیقی کے بلند اقبال کی وجہ سے

تھا۔ اس وجہ سے سلطنت کو اس کے ساتھ قائم ہونا چاہیے بلکہ اور  
ترقی ہونا چاہیے۔ بخت بلندی کے افق سے وارث حقیقی کے طالع  
ارجمند کا اختر سعد اکبر چمکے گا۔ یہ دعویٰ صاف دلیل اور مضبوط  
برہان سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اگر ہندوستان کو  
دوبارہ فتح کرنا حضور ہمایوں بادشاہ کی اقبال مندی سے ہونا  
تو ان کو خود اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے نہا لیکن چونکہ انھوں  
نے فتح ہند کے نہال سے میوہ نہیں چنا اور فتح کے بعد ملک کو وارث  
کے لئے چھوڑا۔ قیاس یہی ہے کہ وہ وارث کی اقبال مندی کے  
آلہ اور اوزار کے مثل تھے۔ بے غرض اور منصف لوگوں نے اس  
نکتے کی تعریف کی اور کہا تمھاری رائے صحیح ہے۔ الحمد للہ والمنة  
کہ جو مبارک بات السام رہائی کی وجہ سے کہی گئی تھی۔ مصریٰ  
جو آخری گذشت آن فال شدراست

ساتوں آسمانوں کے فرشتوں نے آمین کہی۔ اور خداوند عالم  
نے اس بندے کے قول کی تصدیق فرمادی۔ غیبی فتوح اور حقیقی  
تائیدوں کو اس سعد اکبر اور سچے خلیفہ کے زمانے سے ہمیشہ کے  
واسطے ملا دیا۔ حضورے دنوں کے بعد گجرات میں پہنچا۔ جو لوگ  
پہلے سے معتقد تھے ان کو اور یقین ہو گیا۔ اور جو لوگ منکر تھے معتقد



ہو گئے۔ سلطان احمد نے آٹھ سال کے قریب سلطنت کی سلطنت کے بعد وہ بیچارہ ہو گیا۔ نونام اُس شخص کا تھا جس کا باپ ہل چلاتا تھا اور اُس کی ماں کو سلطان محمود نے قید کر لیا تھا اور سلطان چاہتا تھا کہ اپنے واسطے ان راجپوت عورتوں میں سے انتخاب کرے۔ اسی وجہ سے اُس قیدی عورت کو حرم سرا سے باہر رکھ چھوڑا تھا۔ ایک زمانہ اسی حالت میں گُذرا۔ پھر سلطان محمود کے دل میں آیا کہ ان عورتوں کو دیکھیں۔ اگر کوئی پسند ہو تو اُس کو لے لے رہنوز انتخاب نہیں ہوا تھا کہ تنوید ہوا۔ اور سلطان دیکھ رہا تھا۔ شاید سلطان کی اقبال مندی کا سایہ نو پر پڑ گیا۔ یہ پہلا سایہ تھا جو نو پر پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ دنوں لوگوں نے اس کے سر پر حیر گھمایا۔ اس کے اقبال کا جھنڈا بلند کر کے اس کو سلام کیا۔ سونے چاندی کے سکے پر اس کا نام مظفر شاہ کے خطاب کے ساتھ نقش کیا۔ ہمیشہ گجرات کے امرا میں اختلاف رہا۔ چونکہ اعتماد خاں نائب السلطنت تھا۔ ہر امیر ملک پر تصرف کرنے کے واسطے اپنے نام جہانگیری کا فرمان حاصل کر لیتا تھا یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو دلایت جس امیر کے قبضہ اور تصرف میں تھی وہ اس کی سلطنت تھی۔ پھر بھی اعتماد خاں سے زیادتی تمنّا کی امید میں اپنے التماس کو اصرار کے حد تک پہنچا دیتے تھے اور اپنے زور اور

زیادتی کا ہاتھ اعتماد خاں کی جاگیر پر دراز کرتے تھے۔ اُس کو بے جا گیر کر دیا۔ جب اعتماد خاں خیرانی اور بے سر و سامانی سے جو مستقل بادشاہ نہ ہونے کی وجہ سے ہوا کرتی ہے واقف ہوا تو اُس نے یہ خیال کیا کہ بغیر کسی بڑے بادشاہ کے سایہ میں پناہ لیتے ہوئے اس بڑی مصیبت سے نجات محال ہے۔ اس وجہ سے خوش قسمتی کی رہبری اور اس دعا گو کے بار بار کہنے سے گیتی پناہ کے حضور میں عرضیاں روانہ کیں۔ اور فتح مند جھنڈوں کی توجہ اپنی طرف جان کر موکب سعادت کا منتظر تھا۔ یہاں تک کہ ماہ رجب ۱۰۹۴ھ میں حضور خلافت پناہی نعلی اکبر بادشاہ کے فتح و نصرت کے بلند پرواز ہمانے سلطنت گجرات پر سایہ ڈالا۔ اُس زمانے میں شیر خاں فولادی کی ناہنجاری اور لڑائی کی وجہ سے ابراہیم حسین مرزا۔ شاہ مرزا اور محمد حسین مرزا احمد آباد آکر برابر افغانوں سے لڑ رہے تھے۔ گجراتی سرداروں کی جماعت اور حبشی۔ رومی۔ منغل۔ افغان سامان جنگ کے ساتھ تقریباً ۶۰ ہزار سوار آمادہ اور تیار تھے کہ یکایک غیبی قاصد نے خلیفہ برحق اکبر بادشاہ کے آنے کی خوش خبری پہنچائی کہ فتح مند جھنڈے دیسے تک جوین گجرات سے بیس کوس ہے پہنچ گئے۔ فوج اور خبردار۔ ہوشیار

لوگوں میں زلزلہ عظیم پڑ گیا۔ ہر طرف سے جشتی، مغل افغان، مرزاوغز  
 ہر قسم کے لوگ شام کو اعتماد خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ  
 ایک جھگڑا آپس میں تھا۔ اب غیر کے گھوڑے کا سم ملک میں آگیا  
 ہے۔ یقیناً سلطنت سب کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اور ہم سب  
 برباد ہو جائیں گے۔ اب بہتری اس میں ہے کہ سب لوگ ایک  
 دوسرے کے یار و مددگار ہو جائیں اور پرانے کینے کو جو سینے میں جما  
 ہوا ہے۔ بالکل دور کر کے ظلم اور تکبر کے غبار کو دل کے آئینے سے خلوص  
 کی صیقل کے ذریعے سے دور کریں۔ بڑا شکر مستعد ہے۔  
 سب لوگ متفق ہو کر اس بڑے سانحے کے دفعیہ کے واسطے کمر  
 باندھیں۔ بہت آسانی سے مقصود و مدعا حاصل ہو جائے گا۔  
 چونکہ ارکانِ دولت کی یہ خواہش امید و مدعا کے خلاف تھی۔ اس لئے  
 اعتماد خاں کبھی ان باتوں کو سنتا تھا کبھی نہیں سنتا تھا۔ ان باتوں  
 نے اُس کو اپنے اصلی مدعا پر قائم رکھا۔ اُس نے طے کر لیا کہ ان کا  
 جواب نہ دینا چاہئے۔ اعتماد خاں نے ”جواب جاہلاں باشد خموشی“  
 کے مضمون کے مطابق صحیح خیال کیا۔ سانس تک نہ لی اور کچھ جواب  
 نہ دیا لوگ ناامید ہو کر اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ آبراہیم  
 حسین مرزا تیزی کے ساتھ یہ خیال کر کے بھروج روانہ ہوا کہ

رستم خاں حریف شیخ ہے۔ اگر وہ درگاہ عالی میں پہنچ جائے گا تو طرح طرح کی مہربانیوں سے سرفراز ہو گا۔ بندر اور قلعہ ہم لوگوں کے ہاتھ سے جلدی اور آسانی سے نکل جائیں گے۔ گجرات میں سلطنت اکبری کے قیام و استحکام کا سبب ہو گا۔ اگر گجرات کے بڑے بڑے لوگ اس درگاہ عرش انتباہ سے نہ ملیں گے تو جس طرح پہلے گجرات ہمایونی فوج کے قبضہ میں نہیں رہا۔ اس وقت بھی حضور بادشاہ کے لوٹ جانے کے بعد ہم لوگ اپنی اپنی جگہ پر قابض ہو جائیں گے۔ یہ خیال کر کے رستم خاں سے عہد شکنی کی اور رستم زمانی کو مشورہ کرنے کے بہانے سے تنہائی میں بلا کر اس کا سر کاٹ لیا اور آگرہ و دہلی کی راہ لی۔ ابراہیم حسین عہد شکنی کی وجہ سے بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہو کر تھوڑے عرصے میں مر گیا۔ اس دعا گو نے اعتماد خاں کو حضور اعلیٰ کی ملازمت کے واسطے قوی دل کیا اور ہم لوگ ساتھ ساتھ حاضر ہونے کے لئے چلے اور بے حد مہربانیوں سے سرفراز ہوئے۔ الحمد للہ والمنة کہ ہم کشورستان بے نظیر ملک بخش جہانگیر بادشاہ کے لائے سایہ میں نہایت آرام و امن سے دلی فراغت کے ساتھ دعا گوئی میں مشغول ہیں۔ امید ہے کہ اس ملک بخش کشورستان کے اقبال کا

سایہ سادی دنیا اور پوری زمین پر قیامت تک رہے گا آمین۔  
 اس کے بعد بادشاہ نے چاہا کہ ملک گجرات کو اعتماد خاں کے  
 سپرد کر دیں۔ اور تنہا صاحب اختیار کھل بنائیں۔ لیکن بعض مقربان  
 دربار کے مشورے سے یہ ارادہ قوت سے فعل میں نہیں آیا۔  
 گجرات کی حکومت نواب ممالک مداری بر خوردار خان اعظم کے سپرد  
 کی گئی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب شاہی اقبال نے طالع کی  
 مدد حاصل کی اور ہم دعا گو یوں کی قسمت کا آفتاب التماس کے منظر  
 سے گجرات کے گوشہ نشینوں کی حالت کے صفحہ پر چمکا۔ سن نو سو اسی  
 (۹۸۰ء) چھری تھا اس زمانے میں شیر خاں فولادی عداوت کے  
 اسلحے کے فولاد کو صیقل کر کے گجراتیوں سے لڑنے پر تیار ہو کر احمد آباد  
 کی طرف متوجہ ہوا۔ اعتماد خاں نے اس دعا گو فقیر کی رائے کے  
 مطابق عرضی درگاہ بادشاہی میں لکھ کر فقیر کے دعا نامہ کے ساتھ بادشاہ  
 کے حضور میں بھیجی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی آیت یعنی فتح منہ جھنڈے  
 اس وقت کہ فتنہ و فساد کی آگ گجرات کے امیروں میں بھڑک اٹھی  
 ہے اس طرف متوجہ ہوں تو یقین کامل ہے کہ بغیر جدال و قتال کے  
 گجرات فتح ہو جائے۔ چونکہ خداوند عالم کی تقدیر اس تدبیر کے موافق  
 تھی اس دعا نامے کا مضمون اور اس عرضی کی گزارش قبول ہو گئی۔

ان عرضیوں کے جواب میں فرمان عنایت آئین صادر ہوئے کہ تم  
 خیر خواہوں کی خواہش بہت پسند آئی۔ اب تم کو چاہئے کہ دعا گوئی اور  
 رضا جوئی کی راہ میں ثابت قدم رہو۔ کہ ہماری ہمت تمہاری گزارش  
 قبول کرنے کی طرف متوجہ ہے۔ اور ہم نے ارادے کی باگ و گجرات  
 کے فتح کرنے کی طرف پھیر دی ہے۔ الغرض یہ خوشخبری اور تشریف آوری  
 کا مُردہ ساتھ ساتھ پہنچا بیسرخاں فولادی جو ناگدھ کی جانب چلا گیا۔  
 اور مرزا لوگ جو اعتماد خاں کی سند عالی کی مدد کے واسطے آئے تھے جیسا  
 پہلے بیان ہو چکا ہے پر اگندہ ہو گئے۔ یہ فقیر اور بعضے اعتماد خانی امر مثلاً  
 ملک شرق و وجہ الملک و مجاہد خاں قبلہ اقبال و کعبہ امال کے استقبال  
 کے واسطے روانہ ہوئے۔ سرکھچے ایک منزل ہم آگے بڑھے تھے کہ  
 شاہ فخر الدین سے موضع ساتیج میں ملاقات ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ  
 حکم ہوا ہے کہ ہم ایک منزل تمہارے ساتھ ٹھہریں۔ اور تمہارے ساتھ  
 اعتماد خاں سے ملاقات کر کے اُس کو شاہی مہربانیوں کا امیدوار  
 کریں۔ اور اطمینان دلا دیں کہ تم ہمارے ساتھ لوٹ چلو۔ خواجہ جہاں  
 مرحوم کا اسی مصیبت کا خط دیا۔ چونکہ فقیر بادشاہ کے حضور میں حاضر  
 ہونے کے لئے چلا تھا۔ اس لئے اعتماد خانی امر آئے میرالوٹنا پسند  
 نہیں کیا۔ مجاہد الملک کو سمجھا کہ شاہ فخر الدین کو اعتماد خاں سے اچھی

طرح ملا دے۔ احمد آباد کی طرف روانہ کیا۔ دوسرے دن کوچ کے وقت  
 حکیم عین الملک آئے اور کہا کہ حکم عالی یوں ہوا ہے کہ تم لوگ لوٹ  
 جاؤ اور پوری طرح اعتماد خاں کی دلدہی کر کے اپنے ساتھ حضور میں  
 حاضر کرو۔ عجیب کرامت تھی جو اس معاملے میں ظاہر فرمائی۔ دراصل  
 اگر فقیر لوٹ نہ جاتا تو یقیناً شاہی خوف و دبدبہ غالب آ جاتا۔ جب  
 فقیر حکیم عین الملک کے ساتھ احمد آباد پہنچا اور بادشاہی خاصے کا گھوڑا  
 اعتماد خاں کو دیا اور شاہی مہربانیوں سے اُس کو سرفراز کیا اور تمام  
 شیطانی دھوسے اور نفسانی دغدغے جو اُس کے خوف زدہ دل پر قبضہ کئے  
 ہوئے تھے اس کے دل سے دور کر دیئے۔ اور یہ مجلس ملاقات شاہ فخر الدین  
 و حکیم عین الملک کی سند عالی اعتماد خاں کے ساتھ شبِ جمعہ میں واقع  
 ہوئی۔ جمعہ کے دن احمد آباد کی کُل مسجدوں میں خلیفہ برحق کے  
 نام کا خطبہ پڑھا گیا جو مسجد اعتماد خاں کی حویلی کے قریب سر میدان تھی،  
 اُس میں خانِ مذکور جمعہ کی نماز میں موجود تھا خطیب کو خلعت فاخرہ  
 پہنا کر درم و دینار سے بھری ہوئی سینی اُس کے اوپر نثار کی۔  
 بڑی عمدہ ساعت میں یہ کام کیا گیا کہ اب تک ملکِ گجرات میں بادشاہ  
 عالم پناہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے اور قیامت تک پڑھا جائے گا۔  
 اسی نیت سے نمازِ جمعہ کی فراغت کے بعد اس ابد ہنود سلطنت کے

قیام و دوام کی دعا کر کے ہم لوگ بادشاہ گیتی پناہ کی خدمت میں روانہ ہوئے  
اختیار الملک اور محبوبہ خاں حبشی اور کل امراء ساتھ آئے۔ ان میں سے  
سے ہر ایک کو نئی خوشخبری اور بے اندازہ عنایتوں کی امید دلاتے تھے۔ فقیر  
نے اعتماد خاں کے خیمہ میں رات بسر کی۔ پسندیدہ اور پُر تاثیر نصیحتیں رات  
بھر کرتا رہا۔ صبح ہونے کے بعد وجیہ الملک نے کہا کہ تم لوگوں نے کرامت  
کی اور ساری رات جاگ کر اُس کی حفاظت کی۔ اُس دن ہم لوگ پھر  
روانہ ہوئے۔ قصبہ کرمی میں منزل ہوئی۔ فتح مند جھنڈے قصبہ جھوٹانہ  
میں مقیم تھے۔ ان دونوں قصبوں کے درمیان آٹھ کوس کا فاصلہ تھا۔  
پھر اعتماد خاں نے اصرار کیا کہ تم لوگ آگے جاؤ۔ اور خود دل دہی کے  
الفاظ جو وسیلوں کے ذریعہ سے سنے ہیں زبان مبارک سے سن کر  
مجھ کو لکھو تاکہ مزید اطمینان کا ذریعہ ہو حسب صلاح میں پہلے حاضر ہوا  
جب حضور عالی میرے آنے سے مطلع ہوئے خواجہ جہاں مرحوم خان عالم  
اور صادق محمد خاں کو پیشوائی کے لئے بھیجا مغرب کے قریب فقیر بارہ دو  
پہنچا اور حضوری دولت سے سرفراز ہو کر شاہی عنایتوں سے ممتاز ہوا۔  
حکم ہوا کہ اعتماد خاں کو لکھو کہ کوٹح کر کے حضور میں حاضر ہو۔ ہم بھی کل کوٹح  
کریں گے حکم کے مطابق فقیر نے اعتماد خاں کو لکھا اور علی الصباح حضور میں  
روانہ ہوا۔ راہ میں اعتماد خاں سے ملاقات ہوئی۔ بادشاہ نے خواجہ جہاں



اور لشکر خاں کو استقبال کے واسطے بھیجا سب امیروں نے شرف قدمی سے سرفرازی حاصل کی اور قسم قسم کی شاہانہ مہربانیاں ظاہر ہوئیں۔ بادشاہ نے حکم دے کر کہ سب لوگ سوار ہوں خاص ہاتھی بھیجے۔ وقتاً فوقتاً عواطف خسروانہ فرماتے تھے۔ فقیر کو حکم ہوا کہ تم اور اعتماد خاں ساتھ رہو۔ فقیر نے عرض کیا کہ کس طرح اور کس جانب رہیں۔ فرمایا جہاں پسند ہو۔ اور خود بدولت محل میں تشریف لے گئے۔ اعتماد خاں داہنی طرف جہاں گجرات کے اور امرا کھڑے تھے کھڑے۔ دوسرے روز کرمی سے کو حق ہوا۔ فقیر کو اپنے پاس طلب کر کے اپنا دست مبارک فقیر کے ہاتھ پر رکھ کر اعتماد خاں کی دلی کے بارے میں بہت سی باتیں کیں اور فرمایا کہ ان سب باتوں کو اُس سے کہنا۔ فقیر نے عرض کیا کہ اگر وہ بے واسطہ سنے گا تو اُس کو زیادہ اعتماد ہوگا۔ اُس کو بھی بلایا۔ اُس نے گھوڑے سے اترنا چاہا۔ حکم ہوا کہ سوار رہے۔ اور فرمایا کہ فلاں سے ایسا ایسا کہا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر زبان مبارک سے سنے گا تو بہتر ہے اور بہت مہربانیاں فرمائیں۔ تقریباً دو کوس تک لطف آمیز باتیں فرماتے رہے۔ اتنے میں خانِ اعظم امیروں سے الگ ہو کر آیا اور گزارش کی کہ حضور عالی اعتماد خاں سے سجد لطف فرماتے ہیں۔ سید حامد اور الف خاں کے چہرے پر دلگیری کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔ اگر ان پر بادشاہی عنایت نہ ہوگی تو وہ لوگ ضرور بھاگ جائیں گے۔

بادشاہ نے فقیہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ وہ ایسا کہتا ہے۔ تمھاری کیا صلاح ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ان کو بھی مہربانیوں کا امید دینا چاہیے۔ فرمایا کیا کہنا چاہتے ہیں نے عرض کیا کہ جو کچھ حضور کے دل میں آئے بہت درست ہے۔ پھر حکم دیا کہ تم کہو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر مناسب ہو تو یوں کہا جائے کہ اعتماد خاں نے غلامی کا حلقہ کان میں ڈال لیا ہے تم لوگ بھی اس صفت میں اس کے شریک ہو جاؤ اور کینہ و حسد کے غبار کو آئینہ دل سے صاف کر لو۔ خدمت و جان سپاری میں یک دل ہو کر مصروف رہو۔ اس کے بعد سید حامد اور آلف خاں کو طلب فرما کر اسی قسم کی دلگیری و خاطر کی باتیں فرمائیں۔ آلف خاں حبشی سے دریافت فرمایا کہ سلطان محمود کے حضور میں تیرے باپ کا رتبہ زیادہ تھا۔ یا جھمار خاں کا۔ اُس نے جواب دیا کہ جھمار خاں میرے باپ کے نوکر کی طرح تھا۔ کسی حساب میں نہیں تھا۔ پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگوں میں لڑائی ہوئی۔ اُس نے عرض کیا کہ وہ لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ پھر جھمار خاں کو بلایا۔ فقیہ نے عرض کیا کہ اختیار الملک۔ ملک شہرق۔ وجہ الملک ایک درجے کے ہیں۔ محکم ہوا کہ وہ بھی آگے آئیں۔ سب سامنے کھڑے ہوئے۔ آلف خاں نے عرض کیا کہ کچھ دنوں پہلے جھمار خاں کے لڑکے نے میری فوج کے حصے سے لڑائی کی اور شکست کھائی۔ جھمار خاں

نے کہا کہ الف خاں اعتماد خاں کے خلاف ہو کر شیر خاں فولادی سے مل گیا۔ اور اعتماد خاں کی جاگیر پر قبضہ کرنے لگا۔ میں ہمسایہ تھا۔ حق نمک نے مجھ کو خاموش نہیں رہنے دیا۔ میرے لڑکے نے الف خاں کے لوگوں پر حملہ کیا۔ اُس کے بہت سے حبشی میرے لڑکے کے ساتھ شریک ہو گئے اور لڑائی کے وقت سب خلاف ہو گئے۔ میری فوج نے اسی فریب کی وجہ سے شکست کھائی۔ پھر اعتماد خاں سے حالات دریافت فرمائے۔ اُس نے عرض کیا کہ سلطان محمود نے الف خاں کو میرے سپرد کیا تھا۔ اور جھجھار خاں کم سن تھا۔ جب بادشاہ محل میں جاتا تھا جھجھار خاں اُس کی تلوار مرمر تک لیجاتا تھا اور خواجہ سر کو سپرد کرتا تھا اسی سبب سے عرض کرتا ہے کہ میرا تقرب زیادہ تھا۔ الف خاں نے اسی قسم کی گفتگو کرتے ہوئے منزل تک پہنچے۔ بحالت سواری فقیر کا ہاتھ پکڑ کر اور کل امرا دارکان دولت پایادہ جلو میں چل رہے تھے۔ سید حامد خاں و الف خاں دونوں دوڑ کر سر پر دہ تک آئے۔ حضور والا نے فقیر کو رخصت فرما کر ان دونوں کو اندر طلب کیا۔ اعتماد خاں۔ اختیار الملک۔ جھجھار خاں۔ ملک شریک اور وجیہ الملک پیدل آ رہے تھے۔ فقیر نے ان لوگوں سے کہا کہ حکم ہوا ہے کہ تم لوگ اپنے اپنے خیموں میں جاؤ۔ سب لوٹ گئے۔ اسی اثناء میں اسلام قلی تواجی یا شی آیا کہ جھجھار خاں کو طلب فرمایا ہے۔ وہ

لوٹ کر حضور میں گیا۔ اعتماد خاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ منتظر کھڑا رہا پھر اسلام  
 قلی سلطان آیا۔ اور فقیر سے کہا کہ حکم ہوا ہے کہ تم اپنی منزلوں میں جاؤ  
 کیوں کھڑے ہو۔ اعتماد خاں نے کہا کہ جھجھا ر خاں کے واسطے کھڑے  
 ہیں۔ حکم آیا کہ ہم اس سے کچھ باتیں پوچھ رہے ہیں تم لوگ نہ ٹھہرو۔  
 ہم لوگ حکم کے مطابق روانہ ہوئے۔ میدان میں ایک مسجد تھی وہیں  
 عصر کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ چونکہ اختیار الملک حبشیوں کا  
 مخالف تھا۔ اس کی رائے ہوئی کہ اپنے اپنے قیام گاہ پر چلنا چاہئے۔  
 خیر ہم لوگ چلے۔ لیکن الفخاں اور جھجھا ر خاں کا حال دریافت کرتا  
 رہا۔ معلوم ہوا کہ وہ لوگ دیوان خانے میں بیٹھے ہیں۔ اور حضرت  
 خلد اللہ ملکہ اند تشریف لے گئے ہیں۔ اُلش باہر بھیجا۔ جب رات  
 ہوئی ایک گروہ شب بازوں کا جس کو ہندی زبان میں ہوائیہ کہتے ہیں  
 نایچ کھیل میں مشغول ہوا۔ اُدھی رات کو عین الملک فقیر اور اعتماد خاں  
 کو بلانے کے واسطے آیا۔ اعتماد خاں فقیر کے خیمے میں آیا اور دریافت  
 کیا کہ ایسے وقت میں بلانے کا کیا مطلب ہے۔ فقیر نے کہا کہ جلد چلنا  
 چاہئے۔ جب ہم نے غلامی کا حلقہ گوش جان میں پہن لیا ہے تو صدق  
 و خلوص و فرماں برداری کا مقتضی ہے۔ اُس کے بعد ہم نماز استحارہ  
 پڑھ کر ہم لوگ روانہ ہوئے۔ جب دربار میں پہنچے تو دونوں حبشیوں

کو ہم نے بیٹھا دیکھا۔ قیاس ہوا کہ ان دونوں کی آنکھوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔ ہم لوگ دیوانخانے کے ایک سمت میں بیٹھے رہے۔

نھوڑی دیر میں فقیر کو اندر طلب فرمایا۔ اعتماد خاں اور مجاہد خاں باہر اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ دیوان خانہ کے باہر ایک تہنوت کھاجہ حضور بادشاہ اُس میں تھے۔ فقیر کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آئے۔ فقیر کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھے۔ آصف خاں مرحوم اور راجہ ٹوڈر مل تہنوت کے باہر دُور کھڑے تھے۔ فرمایا کہ میں نے اعتماد خاں کو اس آدھی رات میں طلب کیا ہے۔ راجہ نے کہا کہ اُس پر وہم غالب ہے کہیں خوف زدہ نہ ہو۔ فقیر نے عرض کیا کہ جب اُس نے سچائی کے ساتھ حلقہ تعلیمی کو گوش جان میں پن لیا ہے تو وہ ڈرتا نہیں۔ اگر اس پر مہربانی فرما کر سارا ملک گجرات اس کو عنایت کر دیں یا قید فرما دیں ایک سا ہے۔ اس نے دونوں صورتیں اپنے لئے پسند کر لی ہیں تعلیمی سے سرتابی نہ کرے گا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو تم ضمانت کر لو۔ فقیر نے انکار کیا اور عرض کیا کہ میں فقیر آدمی دنیا داروں اور دولت مندوں کی ضمانت کیسے کروں حکم ہوا کہ یقیناً ضامن ہونا پڑے گا۔ ہماری سلطنت کی مصلحت اسی میں ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ اگر مصلحت سلطنت ہے تو مجھ کو ضرور ضامن ہونا چاہئے۔ حکم ہوا کہ اُس سے پوچھ کر

ضامن بنوں تاکہ ضمانت مستحکم ہو۔ اور فرمایا کہ میں اس پر ظاہر کروں گا۔  
 آصف خاں نے قلم۔ دوات ضمانت نامہ لکھنے کے واسطے فقیر کے  
 سامنے رکھا۔ فقیر نے یہ عبارت لکھی: ”حسب حکم عالی خلد ملکہ ابدًا“  
 میں اعتماد خاں کا ضامن ہوں کہ اگر وعدے کے مطابق مہربانی و رعایت  
 اُس کے بارے میں ہو اور وہ اُس کے بعد کوئی قصور کرے تو فقیر  
 جواب دہ ہوگا۔“ تحریر بادشاہ کے سامنے زمین پر رکھ دی۔ اس کو دست  
 مبارک سے اٹھا کر آصف خاں مرحوم کو پڑھنے کے واسطے دیا۔ اُس نے  
 بلند آواز سے پڑھا۔ لوگوں نے کہا کہ اب تک ان شرائط کے ساتھ کسی  
 نے ضمانت نہیں کی۔ تحریر آصف خاں کے ہاتھ سے لے کر فرمایا: ”ہم نے  
 یہ شرط قبول کی“ فقیر کو یقین ہو گیا کہ جو شاہی وعدے زبان مبارک سے  
 نکلے ہیں۔ دل سے نکلے ہیں۔ اُس کے خلاف نہ ہوگا۔ اور جو کچھ مخلوق  
 کی زبان پر ہے نقص عہد کے وجہ سے واقع نہ ہوگا۔ پھر اعتماد خاں  
 کو اندر طلب فرما کر کہا کہ ہم نے ادھی رات کو تمہیں طلب کیا اور راجہ  
 ٹوڈر مل نے یوں کہا کہ فلاں شخص نے تمہاری طرف سے عرض کیا  
 ہے کہ اگر کسی کو اعتماد خاں کی غلامی میں شبنہ اور تردد ہو تو میں اس کا  
 ضامن اور جواب دہی کا ذمہ دار ہوں۔“ ضمانت نامہ آصف خاں کو دیا  
 کہ پڑھے اور وہ سُنے۔ ضمانت نامہ سُنانے کے بعد اعتماد خاں نے تسلیم

کر کے عرض کیا کہ میں نے حلقہ غلامی گوش جان میں پس لیا ہے، اب اس نوشتہ غلامی پر میں اور میری اولاد قیامت تک قائم ہے گی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتسم کے نور سے ذریعہ سے بہشت ایسی محفل کو منور فرمایا۔ اور حکم دیا کہ بیٹھو۔ وہ سلام کر کے بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا کہ تم نے حبشیوں کی بہت رعایت کی اور امارت دی۔ ان لوگوں نے تمہاری نعمت کی قدر نہ پہچانی۔ میں صرف تمہاری مدد کے واسطے آیا ہوں کہ تمہاری عاجزی کو قوت سے بدل دوں۔ اور کمزوری دور کر دوں۔ اس عنایت کی خوشخبری پر اعتماد خاں نے سلام کیا۔ فقیر نے عرض کیا کہ اعتماد خاں کیتوں کے غلبے کی وجہ سے مردوں کی طرح تھا۔ ان روح افزا باتوں کے آب حیات نے نئی زندگی عنایت کی۔ فرمایا کہ ہمارے دل میں آتا ہے کہ تمہارے کل مخالفین کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں تاکہ تم اطمینان کے ساتھ دلتجواری کے کاموں میں مشغول ہو سکو تم خود ان لوگوں میں تمیز و تفرقہ کرو جس کو کہو چھوڑ دوں۔ جس کو کہو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ اُس نے عرض کیا کہ میں حضور کا غلام ہوں۔ حضور کا حکم حکم ہے اور اُسی میں بہتری ہے جو عالم ملکوت سے حضور کے دل پر القا ہو۔ آصف خاں مرحوم نے کہا کہ سب حبشیوں کو ہمراہ لے جانا چاہئے۔ فقیر نے عرض کیا کہ جھجھکا خاں اعتماد خاں کے خادموں میں سے ہے۔ اس کو چھوڑ

دینا چاہیے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر وہ کہے تو ایسا ہوگا۔ اس کے بعد آصف خاں نے کہا کہ میں اُن کے سامنے تھا۔ وہ لوگ آپس میں اشارہ کرتے تھے۔ اس سے میں نے سمجھا ہے کہ ان لوگوں کو ہمراہ لے جانا چاہیے اور سوائے دو آدمیوں کے جس کو ساتھ لے جانے میں نرمی کی جائے گی۔ یقیناً وہ بھاگ جائے گا۔ حکم ہوا۔ اعتماد خاں جس کے بارے میں ضمانت نامہ لکھدے اس کو ہم اُس کے پاس چھوڑ دیں اور جس کے بارے میں ضمانت نامہ نہ لکھے اُس کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں۔ پھر آصف خاں نے عام طریقے سے حبشیوں کو علیحدہ کر دیا۔ اور گجراتیوں کے متعلق عام طریقے سے لکھ دیا کہ اعتماد خاں کے ساتھ رہیں۔ اعتماد خاں نے کہا کہ میں اپنے لڑکے کا ضمانت نہیں ہوتا۔ دوسرے کا کیا ذکر ہے۔ سید حامد کے متعلق فرمایا کہ اس کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں یا چھوڑ دیں۔ اعتماد خاں نے عرض کیا کہ حضور کی جیسی مرضی ہو۔ اگر چھوڑیں تو پر باندھ کر نہ چھوڑیں۔ ہندوستانیوں کی اصلاح میں بازو توڑنا اور پر باندھنا اس سے کہنا یہ ہے کہ جس شخص پر اعتماد نہیں ہے اُس کو پر کھٹے کیوتر کی طرح بے دست پا کرنا اولیٰ ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ آصف خاں کو حکم دیا کہ لکھو اگر جہاں منصب چاہتا ہے۔ تو ہمراہ رہے۔ اور اگر مدد و معاش کی خواہش ہے تو گجرات میں رہے اُس نے اسی طرح لکھا۔ اُس کے بعد حکم دیا کہ الف خاں و جھمار خاں کو



حاضر کرو۔ جب دونوں حاضر ہوئے زمین ادب چومی۔ جہاں مطاع نے فرمایا کہ تم سلطان محمود کے غلام تھے۔ اب ہمارے غلام ہو۔ تمہاری رعایت پہلے سے بہت زیادہ کی جائے گی۔ فی الحال ہم تم کو اپنے ساتھ لئے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ گجرات کی خدمت اعتماد خاں کے سپرد ہوئی ہے اور تم نے اعتماد خاں کو رنج دیا ہے اور اپنے سے خفا کر دیا ہے۔ اس نے تمہاری رعایت میں کچھ کمی نہیں کی اور تم نے اس کی قدر نہ جانی۔ یہ سن کر الف خاں ذلیل ہو کر خاموش ہو گیا۔ لیکن جھجھکار خاں نے ہوا ب دیا کہ ہم یہ جاہ و مرتبہ حبشہ سے اپنے ساتھ نہیں لائے ہیں۔ بادشاہی خدمت سے سرفراز ہوں گے۔ بادشاہ خلد ملکہما ابداً انے فرمایا ایسا ہی ہے۔ اس کے بعد الف خاں کو مانسین کے اور جھجھکار خاں کو بھگوان داس کے سپرد کیا۔ ان لوگوں نے اپنے ماتحتوں کو ان کا محافظ مقرر کیا۔ اور حکم ہوا کہ ہاتھی پر سوار کریں۔ جھجھکار خاں نے لوٹ کر عرض کیا کہ ہاتھی پر کیوں سوار ہوں۔ گھوڑے پر سوار ہو کر حضور کی غلامی میں رہیں گے۔ اس واسطے کہ گجرات میں بادشاہ ہاتھی پر سوار ہوتے ہیں۔ لیکن جس کو قید کا حکم ہوتا ہے اُس کو ہاتھی پر سوار کرتے ہیں۔ الغرض ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ ہمارے بارے میں جو حکم ہوا ہے وہ اعتماد خاں کی خواہش سے ہوا ہے۔ پھر

اعتماد خاں پر بہت مہربانی ظاہر فرمائی۔ اور اس کے دونوں ہاتھ اپنے پاکیزہ ہاتھ سے پکڑ کر اپنے کندھے کے پیچھے سے اٹھایا اور فرمایا کہ ہم نے تجھ کو اپنی پناہ میں لیا ہے۔ اور گجرات تیرے سپرد کیا ہے۔ اس نے ان بے حد مہربانیوں کے مقابلے میں سجدے اور سلام عرض کئے اور کہا میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھ کو درباری کی خدمت سپرد کر کے اپنے قدموں سے جدا نہ فرمائیے اور اپنے سایہ سے دور نہ کیجئے۔ فرمایا کہ جب ہماری خدمت میں ہو تو جہاں بھی ہو ہمارے سایہ میں ہو۔ اصل یہی ہے کہ حضور بادشاہ (خلد ملکہ ابداء) اس پر بہت مہربان تھے۔ اگرچہ مقرران حضرت ان باتوں کے خلاف عرض کرتے تھے۔ لیکن زیادتی مہربانی اور التفات کی برکت ایسی تھی کہ مقرران حضرت کی بات اثر نہیں کرتی تھی۔ روزانہ بلکہ ہر وقت اس کے بارے میں نئی مہربانی اور بے اندازہ نوازش ظاہر ہوتی تھی۔ آخر میں اصحاب غرض نے عرض کیا کہ گجرات کو اعتماد خاں کے سپرد کرنے سے دنیا والے یہ گمان کریں گے کہ گجرات کی حفاظت نہ کر سکے۔ اس وجہ سے اعتماد خاں کو دے دیا۔ اب فقیر کی طرف توجہ فرما کر فرمایا کہ اہل راستے یہ کہتے ہیں مصلحت کیا ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ اعتماد خاں بندہ و غلام بارگاہ ہے۔ جو کچھ سلطنت کی مصلحت ہے اس پر وہ بھی راضی و شاکر ہے۔ حکم ہوا کہ ہمارے دل میں آتا ہے کہ احمد آباد عزیز کو دیں

اور سندری دریا کے پار جو چینگر خاں اور مرزا لوگوں کی ولایت تھی اعتماد خاں کے واسطے ہو۔ دو ایک سال کے بعد جیسا کہ ہم نے کہا ہے اور قرار پایا ہے، سارا ملک گجرات اعتماد خاں کے سپرد کر دیں گے۔ اسی طرح فرمان لکھنے کا حکم ہوا۔ آصف خاں مرحوم فرمان لکھ لایا۔ ایک پہرات گزری تھی کہ اعتماد خاں کو جس محل میں حضور بیٹھے ہوئے تھے لائے۔ ایک پردہ درمیان میں پڑا ہوا تھا۔ فقیر حضور میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ لشکر خاں کو حکم دیا کہ پردے کے پیچھے سے اعتماد خاں۔ ملک شرق۔ وجیہ ملک اور اختیار الملک وغیرہم اس عنایت کے سبب سے سلام کریں لشکر خاں نے باواز بلند ایک ایک کر کے سب لوگوں کا نام لیا کہ اعتماد خاں اور فلاں فلاں سلام کرتے ہیں۔ فقیر کو حکم ہوا کہ اعتماد خاں سے کہو کہ گجرات کا وعدہ برقرار ہے۔ اس وقت مصلحت کی بنا پر ایک سمت تجھ کو ہم نے مرحمت کیا ہے اور جو کچھ ہماری سخی زبان پر آیا ہے وہ تھوڑے دنوں میں قوت سے فعل کے درجے میں آجائے گا۔ آخر کار کلام معجز نظام نے اپنا کام کیا۔ اور پورا گجرات دو سال کے بعد اعتماد خاں کو عنایت فرمایا۔ لیکن اس کی سستی، جبلت اور بدقسمتی سامنے آئی۔ انقلاب کی صورت ظاہر ہوئی۔ اور خلل عظیم نمودار ہوا۔ اس وقت تک جبکہ نصرت شعارف توغات

آٹھار نو اب نادر خان تان کی حسن خدمت نے تلمانی کر کے ملک گجرات کو اصلی حالت پر قائم اور برقرار کیا۔ الغرض اب ہم اصل قصے کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حضور بادشاہ خلد ملک کا ابدانے احمد آباد سے روانہ ہو کر کھنبایت کی طرف کوچ فرمایا۔ فقیر۔ اعتماد خاں اور ملک شرقی ساتھ ہوئے۔ ملک شرقی نے فقیر سے کہا کہ تم حضور میں عرض کرو کہ ہمارے آدمی جا بجا متفرق ہو گئے ہیں۔ اگر ہم کو موقع ملے تو ہم ان کی دلہی اور جمع کرنے میں مشغول ہوں۔ اپنے سب لوگوں کے ساتھ پیچھے آئیں گے۔ اعتماد خاں نے انتہائی احتیاط کی بنا پر یہ تمنا پسند نہ کی اور اس کے عرض کرنے سے منع کیا کہ شاید یہ گزارش منظور نہ ہو۔ لیکن ملک شرقی کا بیحد اصرار تھا۔ فقیر نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو دو تین دن میں اس خیال سے اپنے کو مطمئن کر کے یہ لوگ حاضر خدمت ہوں۔ حکم ہوا کہ جتنے دنوں چاہیں رہیں اور اپنا لشکر جمع کر کے جب سن لیں کہ ہم نے کھنبایت سے کوچ کیا حاضر ہوں۔ فقیر نے یہ خبر اعتماد خاں کو پہنچی دی۔ اور دو ایک منزل ساتھ بھے کہ خود اعتماد خاں کو طلب فرما کر اجازت دی۔ وہ رکاب بوسی کے رسوم ادا کر کے واپس ہوا۔ فقیر کو بھی رخصت فرمایا۔ فقیر کا قیاس یہ تھا کہ اختیار الملک بھی ساتھ رہے گا اور یہ ہوا بھی حضور کی نظر اس پر پڑی۔ اس کو طلب فرمایا۔ شاہی رکاب

پکڑے ہوئے چلتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کو بھی اجازت دے دی۔ وہ کہتا تھا کہ اس معاملے کے پیش آنے سے میں سخت پشیمان تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ کو بھی ہمراہ رکھیں۔ کاش ایسا ہی ہوتا اور اس کی خراب حرکت کی شامت سے کہ بھاگ گیا۔ اعتماد خاں کو جو اس کا ضامن ہوا تھا سزا نہ دیتے فقیر جب خدمت عالی سے نصرت ہو کر اپنے گھر گیا۔ صبح سویرے اعتماد خاں کا خط پہنچا کہ میں نے آج کی رات ہزار حیلے حوالے سے اختیار الملک کی حفاظت کی ہے۔ خدا کے واسطے جلد آئیے۔ فقیر اس کے پاس گیا۔ اعتماد خاں نے مفصل حالات بیان کئے۔ فقیر نے اختیار الملک کو اپنی قیامگاہ میں بلایا اور اس کو سمجھایا کہ تو نے خود دیکھ لیا کہ حصہ بادشاہ کس قدر عنایت و مہربانی فرما رہے ہیں۔ یہ خیالات جو تمہارے دل میں آئے ہیں اس کا کیا سبب ہے۔ پہلے اُس نے صاف انکار کیا کہ معاملہ خلاف ہے۔ جب فقیر نے اصرار کیا کہ تم غلط کہتے ہو اور تم نے یہ ارادہ کر لیا ہے تو مجبوراً قبول کیا کہ میں حضور بادشاہ کی طرف سے وہم رکھتا ہوں۔ اور اعتماد خاں سے بھی مطمئن نہیں ہوں۔ فقیر نے کہا کہ مطمئن رہو۔ میں ضامن ہوں کہ حضور بادشاہ تم پر بہت عنایت و مہربانی فرمائیں گے۔ اور جب بادشاہ مہربان ہو تو اعتماد خاں کیا کر سکتا ہے۔ اعتماد خاں کی ولایت میں سے جو ولایت بہت اچھی

ہو تم لے لو۔ اس کے بعد اُس نے کہا کہ تم اپنے سامنے تقسیم کر دو۔ میں نے کہا کہ میں اپنے سامنے تقسیم کر دوں گا اور بادشاہی مہر تقسیم نامے پر لگا کر فرمان جاگیر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ خوش ہو گیا اور نہ دل سے قسم کھا کر کہا کہ اس طے شدہ معاملہ سے نہیں لوٹوں گا۔ فقیر کو یقین ہو گیا کہ جب خوشی سے قبول کیا ہے اور قسم کھائی ہے تو ہرگز خلاف نہ کرے گا۔ فقیر نے پوشیدہ تحریر کے ذریعے سے اعتماد خاں کو ان باتوں سے مطلع کیا۔ اس نے وجہ الملک کو موعہ کا غلات کے فقیر کے پاس بھیجا کہ حسب مرضی اختیار الملک کے جو پرگنہ تم چاہو اُس کو دے دو۔ اختیار الملک نے بھی اپنے وکیلوں اور محرموں کو طلب کیا اور انتخاب ولایت میں ایسی سختی برقی کہ ایک ایک بالشت اور ایک ایک بسوہ زمین کا حساب کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر اس کو ڈنڈے مار کر نکال دیں، تب بھی وہ شاہی قدم سے ہرگز جدا نہ ہوگا۔ کیونکہ جو شخص چھوٹے چھوٹے معاملے میں اس طرح بحث کرے گا۔ کیوں بھاگے گا۔ اور جو شخص بھاگنے کا ارادہ کرے گا، اتنی بحث کیوں کر یگا۔ جب ملک کا عمدہ حصہ حسب دلخواہ جدا کر لیا۔ تو فقیر نے اس سے کہا۔ چلو ساتھ ساتھ اعتماد خاں کے پاس چلیں اور اس کو مطمئن کر دیں تاکہ یقین ہو جائے کہ اب تمہارے دل میں کچھ خلش نہیں ہے۔ اُس نے کہا۔ ”چلیے چلیں۔“ شوق سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ہم لوگ اپنے خیمے سے اعتماد خاں کے خیمے میں گئے۔ اس کے

امرا مثل ملک شرق مجاہد خاں - فتح خاں بلوچ - ہیبت خاں کھلم اور  
 قوام خاں اُس کے پاس بیٹھے تھے۔ وجیہ الملک ہمارے ساتھ تھے۔  
 ہم سب نو نفر ایک ساتھ بیٹھے۔ اختیار الملک تنہا ایک طرف بیٹھا۔ فقیر نے  
 اعتماد خاں سے کہا کہ ملک اختیار الملک قرآن شریف کی قسم کھا کر کہتا ہے  
 کہ زندگی بھر حضور کی درگاہ سے جدا نہ ہوں گا۔ اعتماد خاں نے کہا اگر تمام  
 اعز اکے سامنے اپنی زبان سے کہے تو سب لوگوں کو اس کی سچی بات کی  
 اطلاع ہو جائے۔ فقیر نے کہا مناسب یہی ہے۔ اس نے کہا قرآن شریف  
 لاؤ۔ جب قرآن شریف لایا گیا تو تین پہر بلکہ اُس سے کچھ زاید رات گزری تھی  
 باوجودیکہ ملک شرق اور اختیار الملک سمدھی سمدھی تھے لیکن ان دونوں  
 میں مخالفت تھی۔ ملک شرق نے اعتماد خاں سے کہا کہ قسم نہ کھائے گا۔  
 جیسے ہی اُٹھے گا چلا جائے گا۔ اعتماد خاں نے فقیر اور وجیہ الملک سے  
 اس کا قول و فراست بیان کیا۔ وجیہ الملک نے کہا کہ ملک شرق کو  
 اس سے مخالفت ہے وہ ایسے ہی کہتا ہے۔ جو شخص ایسی شدید قسم  
 کھائے اور ایک ایک بالشت زمین کے لئے بحث کرے کیوں بھاگنے  
 لگا۔ اس خیمہ کے باہر گردا گرد ایک ہزار سوار اختیار الملک کے کھڑے  
 ہیں۔ رات صبح کا ذب کے قریب آگئی ہے۔ اختیار الملک نے چاہا کہ  
 اپنا ہاتھ قرآن شریف پر رکھے۔ لیکن کھینچ لیا۔ اور وضو کرنے کے واسطے

اٹھ گیا۔ اعتماد خاں نے قوام خاں کو اس کے پیچھے بھیجا کہ دیکھے کیا کرتا ہے۔  
 اپنے خیمہ میں کیا وضو کرتا ہے۔ قوام خاں لوٹ کر آیا اور کہا کہ جیسے ہی  
 باہر نکلا اس کا گھوڑا کھڑا تھا سوار ہو کر اپنی فوج کو لے کر روانہ ہو گیا۔  
 اعتماد خاں نے دانت سے انگلی دبائی اور حسرت و افسوس کا ہاتھ سر پر  
 رکھ لیا اور کہا اَلْحُكْمُ لِلّٰهِ وَرَاضِيْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ۔ ہماری گرفتاری اور  
 قتل کا سامان ہو گیا۔ پھر فقیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ تم کیوں ضامن  
 ہوئے۔ تمھاری ضمانت کی بنیاد میں اپنی موت پر رضامند ہو گیا۔ پھر خود  
 اٹھا کہ جا کر اس کو تلاش کر کے واپس لائے۔ فقیر بھی اُس کے ساتھ  
 اٹھا۔ سواری کے واسطے گھوڑا آیا۔ فقیر نے کہا کہ میری سواری کے  
 واسطے بھی گھوڑا سنگاؤ۔ میں تمھارے ساتھ چلوں گا۔ اس نے جب یہ  
 سنا سوار نہیں ہوا کچھ غور کر کے واپس آیا۔ اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ فقیر نے  
 آدمی بھیج کر عین الملک کو خبر کی۔ اس کے آنے سے پہلے میں نے  
 اعتماد خاں سے کہا کہ حضور بادشاہ تک اس خبر کو پہنچنے سے پہلے ہم  
 اور تم گھوڑا گاڑی پر سوار ہو کر خدمت میں حاضر ہوں اور تم کو بادشاہ  
 کے قدموں میں ڈال کر اس کی مہربانی کو تمھارا شفیع بنائیں اور اختیار الملک  
 کے بھاگنے کا حال عرض کریں۔ اعتماد خاں نے اس کو پسند کیا۔ گھوڑا  
 گاڑی تیار کی گئی۔ لیکن وجہ الملک نے کہا کہ جانا بہت اچھا ہے۔



لیکن ایک خرابی ہے۔ یعنی ابھی اختیار الملک بھاگا ہے اور آدھا شکر اُس کے ساتھ چلا گیا ہے۔ لوگ یہ نہ سمجھیں گے کہ اعتماد خاں بادشاہ کے حضور میں گئے ہیں بلکہ کہیں گے کہ اعتماد خاں بھی بھاگ گئے۔ بقیہ شکر بھی متفرق ہو جائے گا اور کوئی آدمی نہ رہ جائے گا بہتر یہ ہے کہ جب دن ہو جائے تو سارے لشکر کے ساتھ نفا رہ بجاتے ہوئے روانہ ہوں۔ یہی بات طے ہوئی۔ اختیار الملک کے قسم کھانے اور اُس کے بھاگنے کی تشریح لکھ کر جلودار کے ہاتھ فوراً روانہ کر دی۔ فقیر نے مفصل خط آصف خاں مرحوم کے پاس بھیجا۔ اس نے جواب لکھا کہ جس قدر جلد آؤ بہتر ہے۔ جب صبح ہوئی کوچ کی تیاری ہونے لگی۔ مہتمم میں خان اعظم کی فوج احمد آباد سے لوٹنے کی واسطے آئی، اور اعتماد خاں کی فوج کے گرد و پیش دست اندازی شروع کر دی حکیم عین الملک نے ہنری اس میں خاں کی کہ اعتماد خاں کی فوج خان اعظم کے لشکر کے سامنے کھڑی ہو اور ان کو اس دست برد سے روکے۔ سارا دن ایسی پریشانی میں گذر گیا۔ رات ہو گئی۔ دوسرے دن جمعہ کے روز دوپہر کے بعد نماز کا انتظام کرنے لگے کہ بعد نماز جمعہ روانہ ہوں۔ اس حالت میں سنا گیا کہ شہباز خاں حکیم عین الملک کے خیمے میں آیا ہے، تھوڑی دیر کے بعد دونوں کی ملاقات ہوئی۔ شہباز خاں نے کہا کہ حکم ہوا ہے کہ اختیار الملک بھاگ گیا وہ جہنم میں گیا۔ تم اعتماد خاں کے ضامن ہو یا نہیں۔ فقیر نے جواب میں عرض کیا کہ اس کی

زندگی کا میں حسب حکم ضامن ہوں شہباز خاں نے کہا کہ آؤ اعتماد خاں کے پاس چلیں اور کہیں شاہی حکم اس طرح صادر ہوا ہے کہ اگر فلاں شخص اعتماد خاں کی ضمانت قبول کرے تو جا کر اعتماد خاں کی دلدہی کرے۔ ہم تینوں آدمی ساتھ ساتھ گئے۔ شہباز خاں نے اعتماد خاں کی بہت دلدہی کی۔ اعتماد خاں نے کہا کہ میں اس قسم کا غلام نہیں ہوں کہ مجھ کو دل دہی کی ضرورت ہو۔ بادشاہ نے مجھ کو خرید لیا ہے۔ اور میں نے طے کر لیا ہے کہ حضور کے قدموں میں جیوں گا اور مروں گا۔ اس کے بعد شہباز خاں ان باتوں سے مطمئن ہو کر شہر میں گیا اور مجھ سے ایسا طے کیا کہ کل ہم سب ساتھ ساتھ چلیں۔ جب شہر میں گیا۔ مرزا عزیز کے ارکان دست سے مشورہ کیا ہو گا کہ فقیر اعتماد خاں کا ضامن ہے۔ اس لئے اُس کو شہر میں رہنا چاہئے تاکہ ضامن قبضے میں رہے۔ حکم کا بہانہ کر کے کہ ضروری باتیں تم سے حکم کے مطابق کہنی ہیں۔ شہر کی بڑی مسجد میں آؤ۔ ہم لوگ بھی وہاں آتے ہیں۔ جب فقیر مسجد میں آیا تو ان لوگوں کو وہاں موجود پایا۔ مرزا کے آدمی بھی تھے۔ سب بیٹھے۔ کوئی حکم نہ تھا۔ شہباز خاں نے فقیر سے دریافت کیا کہ تم آج کی رات کہاں رہو گے شہر میں یا اردو میں۔ فقیر نے کہا میرے نزدیک دونوں برابر ہے۔ تمہارے مشورے پر عمل کروں گا، بلکہ شہر اچھا ہے اس واسطے کہ یہاں مکان ہے شہباز خاں

اور اس کے آدمی علیحدہ بیٹھے۔ اور مشورہ کیا کہ اگر فلاں شہر میں رہا اور اعتماد خاں بھاگ گیا تو اُس کو جواب دینے کا موقع رہے گا کہ مجھ کو لوگوں نے شہر میں روک لیا اور وہ نکل گیا اگر میں اُردو میں ہوتا تو وہ بھاگ نہ سکتا۔

مشورہ کے بعد وہ فقیر کے پاس آئے اور بہت خوشامد کی اور کاب پکڑ کر سوار کر لیا اور کہا کہ تمہارا اُردو میں رہنا بہتر ہے۔ فقیر نے کہا کہ فرمان کا قصہ درپیش تھا۔ وہ تو دیکھا نہیں گیا کہنے لگے۔ اب بے وقت ہو گیا کل

تم کو دکھا دیں گے فقیر جب اپنے خیمے میں آیا اعتماد خاں نے اگر فرمان کا مضمون دریافت کیا۔ فقیر نے وہاں کا قصہ بیان کیا اور جو کچھ تیاس سے معلوم ہوا تھا۔ وہ بھی کہا۔ اب یہ طے ہوا کہ آخر شب کی چاندنی میں ہم لوگ

بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوں۔ اور ایسا ہی کیا۔ جب شہباز خاں کو صبح کے بعد معلوم ہوا کہ ہم لوگ روانہ ہو گئے تو نہایت تیزی سے وہ بھی روانہ ہو گیا۔ اور ایک دن ہم سے پہلے پہنچا۔ بادشاہ کے حصار میں عرض کیا کہ میں

اعتماد خاں لایا ہوں اور حالانکہ وہ لوگ ستر اسی سواروں سے زیادہ نہ تھے۔ اور اعتماد خاں کے ساتھ باوجودیکہ اُس کی فوج زیادہ تر پراگندہ ہوئی تھی پھر بھی سات آٹھ ہزار سوار موجود تھے، دوسرے روز شہباز خاں اور تیس

روز ہم لوگ کھنایت پہنچے۔ فوج کے زیادہ ہونے کی وجہ سے جیسے ہی بڑی چھاؤنی پہنچے حاضر خدمت بادشاہ ہوئے۔ پہلے فقیر حاضر ہوا۔ بہت

خوش ہوئے پھر اعتماد خاں نے آکر زمین چومی اور اپنا سر قدموں کے نیچے رکھ دیا۔ جب اُس نے سر اٹھایا سب نے اپنا اپنا سر زمین پر رکھا۔ بادشاہ نے اعتماد خاں سے کہا کہ تم لوگ اختیار الملک کے بھاگ جانے سے ڈرو نہیں۔ ایک غلام ننھا بھاگ گیا۔ دوسرے غلام کو اختیار الملک کا خطاب دے کر اُس کا قائم مقام کر لو۔ اور اپنی قیام گاہ میں رہنے کی اجازت دی فقیر نے عرض کیا کہ اعتماد خاں کی چھانوئی بہت دور ہے اگر حکم ہو تو حضور کی چھانوئی کے قریب رہے۔ فرمایا کہ دو بھی نزدیک ہے جہاں چاہتے رہے۔ ہم لوگ اپنے اپنے جیسے میں آئے۔ دوسرے روز ایک شخص آیا کہ حضور نے اعتماد خاں کو طلب فرمایا ہے۔ اعتماد خاں کپڑے بدلنے میں مشغول ہوا۔ اس کے ماتحت ساقی جلنے کے واسطے تیار ہوئے۔ دوپہر ہو گئی۔ حکیم عین الملک بھی آگئے۔ دسترخوان بچھایا گیا کہ کھانا کھانے کے بعد روانہ ہوں۔ راہ میں آصف خاں مرحوم سے ملاقات ہوئی وہ بلانے کے واسطے آ رہے تھے۔ بیچ خاں کا گھر راستے میں پڑتا تھا اُس نے نکل کر ملاقات کی۔ ظہر کا وقت ہو گیا۔ ہم لوگ نماز میں مشغول ہوئے۔ آصف خاں نے اندر جا کر بادشاہ کو اطلاع دی۔ فقیر کو حاضری کا حکم ہوا۔ فقیر اور آصف خاں ساتھ چلے۔ راہ میں آصف خاں نے فقیر سے کہا کہ اگر بات آجائے تو تم کہہ دینا کہ میں اعتماد خاں کا

ضامن ہوں اُس کو لایا ہوں۔ فقیر کو کھٹکا پیدا ہوا کہ اس گفتگو کا کیا سبب ہے۔ اور فوج کی جا بجا جمیعت اور ہاتھیوں کی آراستگی سے یقین ہو گیا کہ ارادہ کیا ہے۔ جب لوگ قریب پہنچے دیکھا کہ حضور بادشاہ نہایت بیٹھے ہیں اور ارکان دولت مثلاً خان کلاں۔ اعظم خاں شجاعت خاں اور باقی امرا کھڑے ہیں۔ فقیر نے سلام کیا۔ حضور بادشاہ نے سلام کا جواب دیا۔ لیکن خلاف عادت۔ غصہ کا اثر پیشانی سے ظاہر تھا بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ بیٹھنے کے بعد پہلا حرف جو زبان پر لائے یہ تھا کہ اختیار الملک کو اعتماد خاں نے بھگا دیا۔ فقیر نے جواب دیا کہ سُبْحَانَکَ هَذَا اَبْتَحَنَانٌ عَظِيمٌ فقیر نے عرض کیا کہ عقل سے دُور ہے کہ اس کو بھگا دے۔ اور اپنے کو تیر بلا کا نشانہ بنائے۔ فرمایا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ فقیر نے عرض کیا کہ اگر اپنے قول پر نظر رکھیں تو کچھ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ وہ بندہ دگاہ اور غلام ہے۔ فرمایا میں نے ہی قول کیا تھا کہ وہ حرام زدگی کرے اور بڑے امیروں کو بھگائے اور خود تمھارے ذریعے سے آئے اور شیطنیت کرتا رہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ خدا گواہ اور آگاہ ہے کہ اختیار الملک پر اپنی عداوت رکھتا ہے۔ حضور کی تشریف آوری سے راضی نہ تھا قصداً بھاگ گیا کہ اعتماد خاں کو مصیبت میں ڈالے اور حضور والا اعتماد خاں سے رنجیدہ ہوں اور اُس کو تکلیف پہنچائیں، اس درمیان میں صادق خاں

کو بلا کر قلیج خاں کے خیمے میں اعتماد خاں کے پاس بھیجا کہ اس سے پوچھو کہ کیوں تو نے ایسا کیا۔ یہ گئے وہاں لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ اعتماد خاں نے سوال کے بعد کھانے سے ہاتھ روک لیا اور خاموش ہو گیا۔ جواب میں کہا کہ اگر غلام سے قصور ہو جائے تو مالک کو معاف کرنا چاہئے۔ صادق خاں نے آکر جواب عرض کیا۔ راجہ ٹوڈر مل نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو اعتماد خاں کو اپنی قیام گاہ میں لے جاؤں فقیر نے جو لوگ موجود تھے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ حضور کے نمک کی قسم کھا کر کہو کہ میں حضور کا دولت خواہ ہوں یا نہیں سب خاموش تھے۔ حضور نے فرمایا جواب کیجی نہیں دیتے۔ خاں کلاں محمد خاں اور شجاعت خاں نے کہا کہ ہم تم کو دولت خواہ جانتے ہیں۔ اور مرزا عزیز نے کہا کہ تمھاری دولت خواہی آفتاب سے زیادہ روشن ہے گواہ کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہو مقصود کیا ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم۔ دولت خواہی کی بنا پر عرض کرتا ہوں کہ اگر حضور مہربان ہو کر عنایت فرمائیں۔ دوسرے ملک بھی خصوصاً دکن کا ملک حضور کے قبضہ میں ہو جائے۔ فقیر اس ملک کے فتح کا ضامن ہے۔ اس بات سے کچھ اثر ہوا۔ ایک ساعت غور فرمایا اور انگلی کو قلم تک لے گئے۔ اس سے بعد راجہ ٹوڈر مل نے عرض کیا کہ اعتماد خاں کو اپنے گھر لے جاؤں۔

حکم ہوا کہ لے جاؤ۔ غالباً پہلے یہ طے ہو چکا تھا کہ اعتماد خاں کی محہ اس کے  
 رٹکے کے راجہ ٹوڈر مل حفاظت کرے۔ اور ملک شرق کی باسکون  
 گوالیری۔ اور وجیہ الملک اور مجاہد خاں کو الگ الگ ایک ایک سپرد  
 سپرد کر دیا۔ اسی اثناء میں شہباز خاں آیا اور عرض کیا کہ اعتماد خاں  
 چھاؤنی کی میں تنہا محافظت نہیں کر سکتا۔ خاں کھانا نے کھڑے  
 ہو کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں فوج بھیج دوں۔ مبارک دل میں  
 یہی تھا کہ اعتماد خاں قید ہو۔ اس کی فوج اپنے حال پر ساتھ رہے  
 یہاں تک کہ اس کو رہا کر دیں۔ راجہ ٹوڈر مل نے عرض کیا کہ ان کا مجمع  
 اس طرح سلامت نہ رہے گا، متفرق ہو جائیں گے۔ جب عنایت  
 کی نظر ہوگی سب چیزیں اس کو عنایت کی جاسکتی ہیں۔ الغرض  
 ان کو متفرق کر دیا۔ اعتماد خاں کی چھاؤنی سے لوگ ایک بڑا بندر  
 لائے۔ اور بادشاہ اس کا تماشہ دیکھنے لگے اور فقیر بھی ساتھ ہوا۔  
 میں نے عرض کیا کہ اس جماعت کے حق میں جو کچھ مرضی تھی ظاہر ہوئی۔  
 عورتیں اور بچے احمد آباد میں ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہوتا ہے  
 حکم ہوا کہ مصلحت اور ملکی انتظام کے واسطے کچھ دنوں کے واسطے قید  
 کیا ہے تاکہ اطمینان ہو جائے۔ اس کے بعد رعایت کریں گے۔  
 مرزا عزیز کو حکم ہوا کہ فلاں کے ساتھ دیوان خانے میں بیٹھ کر حکم نامہ

لکھ کر اپنے ماتحتوں کے پاس بھیجے کہ کسی ایک کے خاندان اور بچوں پر کوئی دست درازی نہ کرے۔ اور ان کے گھر کے گرد نہ جائے۔ میرزا احمد نے پروانے بہت تاکید اور اصرار کے ساتھ لکھے، ان کا خدمتگار فقیر کے خدمتگار کے ساتھ احمد آباد روانہ ہوا۔ عدالت پناہ بادشاہ کے عدل کی برکت سے لوگوں کے اہل و عیال اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں سلامت رہے۔ ایک دن اور کھنایت میں ٹھہر کر بڑودہ کی طرف کوچ فرمایا۔ بلند کانوں تک یہ نیز پونجی کہ ابراہیم حسین مرزا سہ کل فوج کے مہندری دریا کو عبور کر کے سرنال کے قریب ہے۔ حضور عالی نے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ بلخا فرمایا۔ صرف تائید الہی اور اقبال شاہی نے ان لوگوں کو درہم برہم کر دیا۔ دولت قاہرہ کے دشمن مغلوب و مغفور ہو کر ہندوستان کی طرف بھاگے۔ حضور عالی پھر بڑودہ تشریف لا کر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے۔ قلعہ سورت کا محاصرہ کیا۔ وہ قلعہ اس وجہ سے کہ سمندر کے کنارے ہے۔ اور خداوند خاں خواجہ صفرومی بنایا ہوا ہے جو طغیوں کی تعمیر اور توپ و بندوق چلانے کی تدبیر سے بہت زیادہ واقف تھے۔ ان لوگوں نے اپنے تجربے کے مطابق ایسے پتھر سے اس کی تعمیر کی تھی جو بندر دیپ میں ہوتا ہے۔ جو بے حد نرمی اور کمزوری کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ جب گولہ توپ سے



بیکل کر اس قسم کی دیوار پر لگتا ہے تو یہ پتھر دو سرے پتھروں کی طرح  
 چور چور نہیں ہوتا بلکہ دیوار میں گولے کے برابر سوراخ ہو جاتا ہے۔  
 اس پتھر کی نرمی اور کمزوری سختی اور مضبوطی کی صلاحیت رکھتی ہے۔  
 اس قسم کے پتھر سے پورا قلعہ بنا ہوا تھا۔ توپ چلانے اور دشمن کو دفع  
 کرنے کے ایسے راستہ اس قلعے میں بنے ہوئے تھے کہ اس قلعہ کا فتح  
 کرنا عقل میں نہیں آتا تھا۔ جب اس دشمن شکار کشور گیر بادشاہ  
 کی ہمت اس قلعے کو فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوئی۔ تھوڑے دنوں  
 محاصرہ قائم رہا۔ پھر خدا کی مدد اور آسمانی تائید نے اس دولت قاہرہ  
 کا ساتھ دیا۔ قلعہ سورت کی جنگی جماعت راہبر جو لڑنے میں اور  
 قلعے کی حفاظت کرنے میں فرنگی اور رومی سے کم نہیں اور محمد حسین مرزا  
 کی تربیت اور افسری میں قلعے کی حفاظت کرتے تھے۔ ان لوگوں نے  
 بڑی کوشش کے بعد عاجز آکر امان مانگی۔ ہنرمان نے جو ان لوگوں  
 کا سردار تھا۔ امان طلب کر کے قلعہ کو اولیائے دولت قاہرہ کے سپرد  
 کر دیا۔ حضور بادشاہ نے ذاتی رحم و جلی مہربانی پر جو خداوند عالم کی  
 صفت ہے عمل فرمایا۔ چونکہ امر ثابت ہے کہ خلیفہ برحق خداوند عالم  
 کا سایہ ہوتا ہے۔ اس لئے خلیفہ برحق کی ذات میں خداوند عالم  
 کی صفت عفو کا جلوہ گر ہونا ضروری ہے۔ اسی سبب سے قلعہ

والوں کا گناہ معاف کر کے اُن کو امان دی اور اُن کی خطائیں بخش دیں۔  
 بخشش کے پانی سے اُن کے گناہوں کو دھو کر پاک صاف کر کے قلعے کو  
 عمدہ مستحکم درگاہ گیتی پناہ قلعہ خاں کے سپرد فرما دیا۔ قلعہ سورت سے ملنے  
 ہو کر احمد آباد کی طرف لوٹے۔ جمال پور میں جو احمد آباد کے راستہ میں ہے قیام  
 فرمایا۔ بقدر عید احمد آباد میں کر کے دارالسرور فتح پور کی طرف متوجہ ہوئے۔  
 جب موضع سیت پور میں جو احمد آباد سے چالیس کوس ہے پہنچے تو مرزا  
 عزیز کو رخصت فرمایا کہ احمد آباد میں رہے۔ خان کلاں کو تن عبات کیا۔  
 قطب الدین محمد خاں کو بھروج، مظفر خاں کو مندر و فقیر بہت عتائیں  
 فرما کر مرزا کا ہاتھ فقیر کے ہاتھ میں دیا۔ اور یہ فرمایا کہ عزیز تمھارا فرزند  
 عزیز ہے۔ پوری حق ادا کرو۔ اس کو اپنا بچہ سمجھو۔ مرزا کو اور فقیر کو رخصت  
 فرمایا۔ ہم لوگ معمور آباد میں جو اختیار الملک کا آباد کیا ہوا ہے آئے۔  
 احمد آباد وہاں سے بیس کوس ہے۔ اختیار الملک اپنی جمعیت کو لئے  
 ہوئے اس کے قرب وجوار میں تھا۔ اس نے احمد نگر پر جہاں مرزا مقیم  
 تھا چڑھائی کی۔ مرزا مقیم وہاں سے بھاگ کر مرزا عزیز کے پاس آیا اور  
 اصرار کیا کہ احمد نگر پر چڑھائی کرو۔ سید حامد نے بھی اس بارہ میں بڑے  
 اہتمام سے اس کی موافقت کی۔ محمد امین سنجر نواب قطب الدین محمد خاں  
 کے پاس سے خبر لایا کہ مرزا لوگ سورت کی طرف سے آئے ہیں اور بہرہوج

پر قبضہ کر لیا ہے اور کھنباہت کی طرف گئے ہیں۔ مرزا فقیر کے پاس آیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ فقیر نے کہا کہ اگر احمد آباد تمہارے قبضے میں ہے تو پورا انجرات قبضے میں ہے۔ اگر گجرات تمہارے قبضے سے نکل گیا ہے اب تم کو یہیں رہنا چاہئے اس واسطے کہ احمد آباد قریب ہے۔ اگر احمد نگر جاؤ گے احمد آباد سے دور ہو جاؤ گے۔ احمد نگر کا قلعہ مضبوط ہے۔ اس کا محاصرہ بہت دنوں رہے گا۔ سرکش لوگ اطراف و جوانب کے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ مرزا نے غور کر کے کہا کہ معقول ہے مگر سید حامد اور مرزا یقین نے شیخ محمد خاں غزنوی۔ بازیداد خاں اور مقرب مرزا کے ساتھ اتفاق کر کے مرزا کو اس بات پر تیار کیا کہ کوچ کرے۔ اور کہا کہ معاملہ تین صورت سے باہر نہیں۔ یا اختیار الملک لڑے گا یا محاصرہ کی ضرورت پڑے گی یا وہ بھاگ جائے گا۔ فقیر نے کہا کہ صرف ایک صورت ہے۔ نہ وہ لڑے گا نہ بھاگے گا قلعہ نشین ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ سرکش لوگ اطراف و جوانب کی راہ روک لیں گے۔ اور فتنہ بڑھ جائے گا۔ کھنباہت اور بھرونج ہاتھ سے نکل جائے گا۔ محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا قوت حاصل کر کے اس کی مدد کریں گے۔ سید حامد اور مرزا یقین نے کہا کہ ایک مرتبہ اس کا محاصرہ ہمارے سپرد کر دو اور خود واپس چلے آؤ۔ ہم جانیں اور وہ۔ فقیر نے مرزا سے کہا کہ اگر اختیار الملک مردہ بھی ہوگا

تو یہ لوگ ایسے جوان مرد نہیں ہیں کہ اُس کا محاصرہ کر سکیں۔ خیر تقدیر یوں ہی تھی۔ نھر کے دقت احمد نگر کے قلعے کے نیچے پہنچے۔ اختیار الملک قلعہ نشین ہو گیا۔ دوسرے روز صبح کو ان کے قول کے مطابق لوٹنے کا ارادہ کیا۔ مرزا مقیم اور سید حامد کو طلب کر کے کہا کہ تمہارے کہنے کے مطابق میں نے محاصرہ کیا اب تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اور میں جاتا ہوں۔ ان لوگوں نے اضطراب ظاہر کیا کہ ہمارے آدمی ابھی پیچھے ہیں یہاں تک نہیں پہنچے ہیں۔ ہم قلعے کے نیچے نہیں رہ سکتے۔ قلعہ ہر رسول یہاں سے اٹھ کر کس ہے۔ ہم کو وہاں رہنے کا حکم ہو۔ فقیر نے کہا کہ تم وہاں بھی نہیں رہ سکتے۔ جب گفتگو یہاں تک پہنچی تو مرزا عزیز نے سید حامد اور مرزا مقیم سے منہ پھیر کر کہا کہ تم لوگ یہاں لائے۔ میں تمہارے قول پر بھروسہ کر کے یہاں آیا۔ فلاں شخص جو کتنا تھا وہی سلطنت کی خیر خواہی تھی۔ بہر حال لوٹ چلو۔ اب حالت بدل گئی ہے اختیار الملک قلعہ سے باہر نکلا۔ اور محمد خاں ولد شیر خاں فولادی شاہی دید بے سے راجہ ایدر کے یہاں پناہ گزیں ہوا تھا۔ خان اعظم نے فقیر کے آدمیوں کے ساتھ اپنا آدمی راجہ ایدر کے پاس روانہ کیا تھا کہ محمد خاں کو اپنے یہاں جگہ نہ دے۔ اور راجہ نے اس کو نکال دیا۔ اگر شاہ جی تمہارے قول کے درمیان میں پڑیں تو میں اپنے لڑکے کو خدمت میں بھیجوں۔ فقیر

نے اپنے آدمی نواب اعظم خاں کے آدمیوں ساتھ بھیجا۔ راجہ نے فقیر کے قول پر اعتماد کر کے اپنے لڑکے کو گھوڑے وغیرہ تحفوں کے ساتھ اعظم خاں کے حضور میں روانہ کیا کہ یہ خبر اُس نے سنی کہ ہم لوگ لوٹ گئے۔ ہر مخالف کو یہ خیال ہوا کہ قلعے تک آنا۔ پھر لوٹ جانا بے سبب نہیں ہے جو کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ اس وجہ سے اپنے لڑکے کے بھیجنے سے پشیمان ہوا اور اُس کو واپس بلالیا۔ اور شیر خاں کے لڑکے کو سرحد سے طلب کر کے اختیار الملک کے ساتھ کیا۔ ان سبھوں نے یکجا ہو کر تعاقب کیا۔ جب ہم لوگ ہر رسول پہنچے۔ تو مرزا نے وہاں قیام کرنا چاہا کیونکہ قلعہ مضبوط تھا۔ لوگوں نے منظور نہیں کیا۔ کہ میاں پانی کم ہے۔ الغرض ہم لوگ معمور آباد وسیلو آئے۔ میاں دو طرف سے پانی جاری ہے اور جگہ بھی اچھی ہے۔ ہم لوگ یہاں ٹھہرے۔ اختیار الملک اور محمد خاں ولد شیر خاں فولادی معہ راجہ ایدر کے دس بارہ ہزار سواروں کے ساتھ مقابلے میں اُترے دو تین روز محاصرہ کیا۔ اور کھنڈیت میں محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا اپنے ساتھ چار رسول رکھتے تھے۔ قطب الدین خاں نے ان کو گھیر لیا۔ نواب خان اعظم نے شیخ محمد خاں غزنوی اور سید حامد کو ان کی مدد کے واسطے بھیجا۔ اختیار الملک نے اپنے فوج سے احمد آباد پر قبضہ کرنا چاہا۔ اور خیال کیا اگر مرزا کو کہہ آئے گا تو ہمیں گئے۔ اگر احمد آباد ہمارے قبضہ میں آ گیا تو ساگر جات

ہمارا ہے۔ کوئٹہ کر کے دس بارہ ہزار سواروں کے ساتھ احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ مرزا فقیر کے پاس آئے کہ اب چارہ کار کیا ہے۔ فقیر نے کہا کہ اگر میرے کہنے پر عمل کرو تو ہم کو بھی کوئٹہ کرنا چاہیے کہ ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے ہم وہاں پہنچ جائیں اس واسطے کہ احمد آباد جس کے قبضے میں ہے ملک اُسی کا ہے۔ مرزا نے کہا کہ اگر راہ میں مقابلہ ہو گیا اور لڑائی ہوئی تو فتح اُن کو ہوگی۔ فقیر نے کہا کہ ایسا بہر تلاش کرنا چاہئے جو ایسے راستے سے لے چلے کہ اُن سے ملاقات نہ ہو۔ اس وقت دونوں لشکر میں تین کوس کا فاصلہ ہے۔ لیکن جگہ ناہموار ہے۔ ہم نے گھوڑے اور گاڑی کا انتظام کر لیا ہے۔ بہر حال فقیر کے مبالغہ کی وجہ سے مرزا نے قبول کیا اور فوج قائم کر کے عصر کے وقت کوچ کیا، بہت تیزی سے روانہ ہوئے۔ عشاء کے وقت ہاتھی جن کے مقام پر جو احمد آباد سے ۱۰ کوس ہے پہنچے۔ دشمنوں کی فوج کا ٹھہرا لیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی کوئٹہ کر کے پانچ کوس آگے آئے ہیں۔ اب فاصلہ دونوں لشکر میں گیارہ کوس کا ہے۔ فراشبوں نے خیمہ نصب کیے اور ہم لوگ نماز میں مشغول ہوئے جب پانچ چھ گھڑی رات گزری اور چاند روشن ہوا مرزا نے کہا کہ صلاح کیا ہے۔ فقیر نے کہا کہ ہوا مناسب ہے۔ چاند کی روشنی ہے۔ راتوں رات چل کر شہر میں داخل ہونا چاہیے۔

مرزا کو بہت پسند آیا۔ کہنے لگے سوار ہو اور خود بھی سوار ہوئے۔ ساری فوج غل مچانے لگی۔ اور محمد فاضل خاں ولد میر محمد خاں نے ان لوگوں کی فوج کی۔ مرزا نے فقیر سے کہا کہ تم ان لوگوں کی بات نہ سنو۔ چلو۔ جو چاہے آئے۔ جو نہ چاہے نہ آئے۔ ہم مرزا کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب احمد آباد سے تین کوس پر پہنچے، مرزا پر نیند کا غلبہ ہوا۔ ہم لوگ اتر پڑے۔ کل چالیس پچاس سوار ہم لوگ تھے۔ بیس سوار مغل اور پندرہ بیس سوار ملک شرق گجراتی کے لڑکے کے۔ مرزا سوار ہے۔ فقیر نمازا اور وظیفے میں مشغول ہوا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی عنایت تھی کہ ہم لوگ اترے۔ ہماری چھاؤنی اور لشکر شہر میں گئی۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا تین چار سو سواروں کے ساتھ کھنڈایت یلغار کرتے ہوئے اختیار الملک کے پاس جا رہے تھے۔ جب وہ آدھ کوس دور ہوئے۔ حقیقت حال اُن پر ظاہر ہوئی کہ یہاں مرزا عریز موجود ہیں۔ ہاتھ چبانے لگے کہ ایسا موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ بادشاہ کی ہمت اور توجہ کی برکت سے ہملوگوں کو دشمنوں کے شر سے خداوند عالم نے محفوظ رکھا۔ ہاں جو کچھ عالم غیب سے ظاہر ہوتا ہے بادشاہ کی نیک نیتی اور اس کے بلند اقبال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بلند سایہ کو ابتدائے جلوس سے قیامت تک ہمارے اور ساری دنیا کے سر پر قائم رکھے۔ الغرض جب جمال پور

جو احمد آباد کے شہر کے قریب ہے پہنچے تو فاضل خاں نے شور کیا کہ ہیں  
 ٹھہرو اور شہر کو پس پشت کر کے دشمن کا مقابلہ کریں۔ مرزا نے فقیر سے  
 پوچھا۔ فقیر نے جواب دیا کہ برسات کا زمانہ ہے اور شہر ہمارا ہے کیوں  
 شہر میں اطمینان کے ساتھ نہ رہیں اور اپنے کو دشمن کے مقابلے کے  
 واسطے بارش میں تکلیف دیں۔ بہتر ہے کہ بارش کی تکلیف دشمن برداشت  
 کرے۔ پھر مرزا نے کہا کہ احمد آباد بڑا شہر ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شہر والوں  
 میں سے کوئی ہماری مخالفت کرے اور کسی طرف سے دشمن کو شہر پر راستہ  
 دے دے۔ فقیر نے کہا کہ کسی طرح شہر کے باہر رہنا مناسب نہیں ہے۔  
 اگر شہر بڑا ہے تو ہماری فوج بھی زیادہ ہے۔ ہر جگہ چوکی۔ پہرہ رکھیں  
 گے۔ فاضل محمد خاں نے مرزا مقیم کو اپنا شریک کر کے اصرار کیا اور مرزا  
 کے دل میں جما دیا۔ فقیر نے مرزا سے کہا کہ میں بادشاہ کے ہمک کی قسم  
 دیتا ہوں کہ کسی کی تقلید نہ کرو۔ ہمارے پورے گروہ میں ہی ایک فاضل  
 خاں ہے جو باہر اترنے کی طرف مائل ہے۔ انصاف کے رو سے وہ مشورہ  
 جو صحیح ہو کیوں نہیں دیتے۔ جواب دیا کہ غرض فاضل خاں کی یہ ہے  
 کہ دنیا کیا کہے گی۔ یعنی یہ لوگ باوجود عمدہ فوج کے قلعہ نشین ہو گئے۔  
 اس میں بزدلی اور کم ہمتی ظاہر ہوتی ہے۔ مرزا نے کہا کہ ہم کو کام کی مضبوطی  
 کی ضرورت ہے عار کا اندیشہ نہیں ہے۔ فقیر سے کہا۔ گھوڑا بڑھاؤ۔



میری رائے تمہارے موافق ہے۔ بڑی شان و شوکت سے شہر میں داخل ہوئے۔ سب شہر والے حاضر ہوئے۔ قطب الدین محمد خاں بھی آئے۔ لشکر بڑا ہو گیا۔ دوسرے روز دشمن آئے۔ شہر کی دوسری جانب کانٹا یہ حوض کے کنارے اساول کے قریب اُترے۔ ان کا لشکر زوردار تھا۔ فاضل محمد خاں ایک جمعیت کے ساتھ خان پور دروازے کی طرف جہاں سے دشمن کی فوج جوق جوق گذر کر قیام گاہ کی طرف جاتی تھی شہر سے باہر نکل کر مقابلے میں کھڑا ہوا۔ مرزا کے پاسان جابجا قلعہ اور برجوں کی حفاظت کر رہے تھے۔ مرزا بڑی فوج کے ساتھ سد دروازہ کے میدان میں ہاتھیوں کے آگے کر کے کھڑے ہوئے۔ تاکہ جس طرف زور ہو وہاں کرے۔ فاضل محمد خاں اور سلطان خواجہ ایک ساتھ تھے ان کے دل میں آیا کہ جیب دروازے پر کھڑے ہیں کچھ آگے بڑھیں کہ وہ لوگ بھی کچھ تھیں۔ اس اثنا میں حسن حیو ضلع اند جو گجرات کا مشہور بیدار تھا جب یہاں پہنچا۔ اپنے کو روک نہ سکا۔ فاضل محمد خاں پر زبردست حملہ کر دیا۔ وہ قائم نہ رہ سکے۔ قلعے میں آنا چاہا۔ زنجیر علی جو مرزا کا نوکر تھا اور یہ دروازے خانیور اسی کے اہتمام میں تھا۔ اس خیال سے کہیں مخالف کی فوج شہر کے اندر نہ آجائے۔ وہ فاضل محمد خاں کو اندر داخل نہ کر سکا۔ شہر کا دروازہ بند کر دیا۔ فاضل محمد خاں زخمی ہو گئے۔ سلطان خواجہ گھوڑے

سے گر گئے۔ گھوڑا بہت عمدہ تھا۔ مخالفوں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ توپ و تفنگ کے ذریعے سے زنجیر علی نے مخالفوں کو روک کر بھٹکا دیا۔ اور دروازہ سے دور کر دیا۔ فاضل محمد خاں کو کاری زخم کی حالت میں اندر لے گیا۔ اس دروازے کے بغل میں فرحت الملک کا گھر ہے۔ فاضل محمد خاں وہیں ٹھہرے۔ جب قیام گاہ میں پہنچے تو جاودانی جنت کو قیام گاہ بنایا۔ سلطان خواجہ گھوڑے سے گرنے کے بعد دروازے کے اندر نہ آسکا۔ پیادہ قلمہ کی دیوار کے نیچے نیچے اس برج تک پہنچا جس کی حفاظت شاہ محب اللہ اور ان کے بھائی کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اوپر سے دیکھ کر اُس مجمع کو جو سلطان خواجہ کے پیچھے لوٹ مار کر رہا تھا اوپر ہی سے دفع کر کے اُن کو اوپر کھینچ لیا۔ مرزا عزیز آخر دن تک میدان میں معہ فوج کے فقیر کے ساتھ کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ ساری فوج قلعے کے برابر سے گزر کر اپنے اپنے خیموں میں ٹھہری۔ مرزانے سب دروازوں کو اعتباری لوگوں کے سپرد کیا۔ قلمہ کے پورب کے سمت دروازہ جو سرور یہ کے نام سے مشہور ہے دشمن کی فوج کے سامنے تھا، وہاں خود کھڑے۔ اور شہر کے دکن کا دروازہ جمالیپور جو دشمن کے قیام گاہ کے نزدیک تھا نو رنگ خاں کے سپرد کیا۔ اسی طرح کل دروازے اعتباری لوگوں کو دئے۔ مخالفوں نے بھی اپنے گرد

خندق کھودا تھا۔ طرفین میں روزانہ لڑائی ہوتی تھی۔ فقیر کو یقین قطعی تھا کہ دشمن مغلوب ہوگا۔ اس واسطے لکھ چار مختلف گروہ کے لوگ جمع ہوئے تھے۔ اختیار الملک اور کل گجراتی دوسرے شاہ مرزا اور محمد حسین مرزا اور کل مغل تیسرے محمد خاں ولد شیر خاں اور کل افغان چوتھے جھمار خاں اور کل حبشی ہر ایک نے طے کر لیا تھا۔ کہ جب احمد آباد قیضے میں آجائیگا۔ تو دوسرے کو زیر کریں گے۔ اختیار الملک نے ایک بچہ تلاش کر کے اپنے قیمے میں چھپا رکھا تھا اور چتر تیار کر رکھا تھا کہ جب فتح ہوگی اس کو بادشاہ بنائے گا۔ کیونکہ ملک گجرات ہے۔ گجراتی بادشاہ اور گجراتی فوج اس کے لائق ہے۔ اس خیال میں چاہتا تھا کہ سب کو ٹھوکر مارے۔ پہلے مرزا لوگوں کو الگ کرے۔ یہ قصہ اپنے دوستوں کو لکھے تھے۔ مرزا عزیز کو معلوم ہوا کہ یہ حال ہے۔ اپنی حالت کا ان کو یقین تھا۔ دشمنوں کو پرانندہ کرنے کے واسطے بے چین تھے یہاں تک کہ اسی رات کو مرزا جی نے سلطان خواجہ کو طلب کیا کہ حضور بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرے کہ وہ عرض حال کرے اور خواہش کی کہ فوراً گجرات کی طرف متوجہ ہوں۔ اسی مضمون کی عرضیاں درگاہ گیتی پناہ میں پہلے بھی بھیجی تھیں۔ حضور بادشاہ فکر و تدبیر یلغار میں تھے کہ نہایت قوت کے ساتھ روانہ ہوں۔ عرض کہ سلطان خواجہ نے اس ارادے کو

اور مضبوط کر دیا۔ فوراً یلغار فرمایا۔ دو مہینے کی راہ کو نو دن میں طے فرما کر امیدواروں کی فریاد رسی کے واسطے پہنچے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر اُس وقت تک سوا حضرت سلیمان کے جن کی شان میں غُذَا وُكْھَا شَکْھَا وَّرَ وَاَحْھَا شَکْھَا۔ یعنی ایک مہینے کی راہ بارہ گھنٹے میں طے کرتے تھے اور چونکہ ہوا مسطیع تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کو ایک مہینے کی راہ کی دوری تک ایک دن میں لے جاتی تھی اور رات کو واپس لاتی تھی۔ غرض کہ کسی بادشاہ نے سوائے حضرت سلیمان کے ایسا تخت نہ یلغار نہیں کیا۔ جب حضور بادشاہ موضع بالیسانہ میں جو پٹن کے مضافات میں سے ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرے تھے۔ اس موضع کے مکھیا نے فوراً اپنا قاصد روانہ کیا۔ کہ ایسا نیر سعد طالع ہوا ہے۔ اور نعمت غیر مترقبہ ظاہر ہوئی ہے۔ اس دولت بیدار سے خبردار رہیں۔ فقیر نے مرزا عزیز کو مطلع کیا۔ انھوں نے یقین نہیں کیا اور دراصل یقین کرنے کا امکان بھی نہیں تھا کہ اس قدر بعد مسافت کو اتنے کم دنوں میں طے کریں گے۔ دوسرے دن مہتر بشارت ظہر کے وقت آئے اور یہ جاں بخش مرثدہ لائے کہ حضور بادشاہ قصبہ کری میں سایہ افکن ہیں۔

شیر خاں فولادی کا نوکر جو کرمی کہے قلعے میں ہے۔ قلعے کا دروازہ  
بند کر کے قلعہ نشین ہو گیا ہے۔ پہلے حضور کے دل میں آیا کہ اس  
وقت اس قلعے کو پنج دینا دے برباد کر دیں۔ خیر خواہوں نے جو  
ساتھ تھے عرض کیا کہ مقصد اصلی دشمنوں کو مغلوب کرنا ہے۔ اس قلعہ کو  
فتح کرنا بہت آسان ہے۔ ان کی گزارش قبول ہوئی۔ تھوڑی دیر  
قیام فرما کر روانہ ہو گئے۔ اور ایسی تیزی سے تشریف لائے کہ کسی کو  
تشریف آدمی کی خبر نہ ہوئی۔ فقیر کے بعض ملاقاتی مثلاً نواب کے  
وکیل دولت خاں کا باپ عمر خاں لودی۔ اور میاں سید جوا اور سید  
عبدالرحمن بخاری۔ مخالفوں کی فوج میں۔ تھے۔ فقیر نے بطور شہرہ  
مرزا عزیز کو اطلاع دی کہ حالت ایسی ہے۔ حضور کے استقبال کے  
واسطے چلو گے یا میرے پاس شہر میں آؤ گے۔ جواب دیا کہ تم تیار ہیں۔  
جسصور بادشاہ اگر وہ سے تشریف لائیں گے، تو ہم استقبال کر رہے۔ یہ  
بات اعتراض کی تھی۔ کیونکہ یہ بات بہت بے عقل تھی۔ اس خبر کا یقین نہیں  
کیا۔ اس زمانے میں شیر خاں کے آنے کی خبر دشمنوں میں تھی کہ وہ  
دولت سے آئے گا۔ جب حضور نے احمد آباد سے دریا کے کنارے پہنچ کر  
دریا عبور کیا ہنوز ان لوگوں کا گمان یہی تھا کہ شیر خاں فولادی ہے۔  
ہاں بد نصیب لوگوں کا غلط خیال اور اندیشہ ناصوابی ان کی بصیرت

والی آنکھوں کا پردہ ہو جاتا ہے۔ خان اعظم شہر کے اندر فوج لئے مستعد تھے کہ بادشاہ کے نزدیک آتے ہی قلعے کے باہر نکلیں۔ دشمنوں کی فوج شیر خاں کے استقبال کے ارادہ سے سوار ہوئی۔ جب آگے بڑھے تو مغلوں کا ہراول دیکھ کر خبر کرنے کو لوٹے اور دشمن سوار ہوئے مگر حضور والا دریا سے بھی آگے بڑھ آئے ہراول کے سوار دشمنوں سے لڑنے لگے۔ محمد حسین مرزا شروع ہی میں گرفتار ہو گیا۔ اس کے سر کا بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے بادشاہ کے حضور میں لائے۔ حضور نے احوال پرسی فرمائی۔ اُس کو پیاس کا غلبہ تھا۔ بیتابی طاہر کر کے پانی مانگا۔ مہربانی فرما کر قتل کرنے سے پہلے پانی دینے کا حکم دیا۔ اس کی پیاس بجھانے کے بعد اس کو ہاتھی پر سوار کر کے گھمایا۔ بہت سے افغان مارے گئے فتح کی خبر پہنچنے کے بعد خان اعظم اپنی فوج لے کر شہر کے دروازے کی طرف چلے۔ ایک طرف سے قطب الدین محمد خاں تھے۔ ہنوز ہم شہر ہی میں تھے کہ آصف خاں مرحوم نے آکر حضور بادشاہ کی طرف سے حکم پہنچایا کہ ہم دریا عبور کر کے نزدیک آگئے ہیں۔ تم بھی باہر آؤ۔ قطب الدین خاں کی فوج باہر نکل کر اختیار الملک کے سامنے کھڑی ہوئی۔ آصف خاں پھر بادشاہ کی خدمت میں گئے کہ فوج کے متوجہ ہونے کی خبر پہنچائیں۔ وہ پہنچے نہیں پاتے تھے

کہ بادشاہی فتح کی خبر ہوئی۔ پھر دؤ خد متنگار بادشاہ کے پاس سے آئے اور چار افغانوں کا سر مرزا کے گھوڑے کے پاؤں میں ڈال دیا کہ فتح ہو گئی یا وجود اس کے کہ ہم ہوشیاری سے چل رہے تھے۔ ابھی تک شہر کی آبادی میں تھے۔ جب نھر پور پہنچے۔ تو باہر کا دروازہ بند تھا اور دروازے کے اُس طرف محمد خاں ولد شیر خاں کی فوج اور حشییوں کا مجمع تھا دروازہ سے نکلتے ہی لڑائی شروع ہو گئی۔ مرزا مقیم اور سید حامد جو ہراول تھے تلوار بھی نہ نکالنے پاتے تھے کہ فتح کی خبر مشہور ہو گئی۔ دشمن پرانگندہ اور شکست کھا کر بھاگے۔ خان اعظم نہایت شان و شوکت سے روانہ ہوئے کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اختیار الملک جو قطب الدین کے مقابل کھڑا ہوا تھا شہر فتح ہونے سے بھاگا لیکن راستہ فوج کے ساتھ۔ مگر چونکہ اس کی موت آگئی تھی خیال کیا راہ چھوڑ کر کنارے کنارے بھل جائے۔ اتفاقاً اُس کا گذر بادشاہی فوج پر ہوا۔ کل فوج لوٹ میں مشغول تھی۔ بادشاہ کے پاس صرف ڈیڑھ سو سوار ہوں گے۔ جیسے ہی بڑی فوج دکھائی دی۔ اس شخص نے جس کی سپردگی میں محمد حسین تھا اس وہم سے کہ خدا جانے لڑائی کا کیا انجام ہو، محمد حسین کو مار ڈالا۔ اختیار الملک پانچ چھ سوار کے ساتھ کہ اس کو کوئی نہ پہچانے فوج کے باہر باہر جاتا تھا جھڑپا بادشاہ نے قیاساً

فرمایا کہ غالباً اختیار الملک ہے کہ بھاگا جاتا ہے اس کو زندہ پکڑ لاؤ۔ خسرو نامی ترک نے دو تین آدمیوں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا۔ اختیار الملک نے چاہا کہ اپنے گھوڑے کو قوم کی جھاڑی سے پھندا دے۔ گھوڑے کے پھاندنے کی حالت میں اختیار الملک بے اختیار گھوڑے سے گر گیا۔ جن سپاہیوں نے تعاقب کیا تھا گھوڑے سے اتر کر گرفتار کر لیا۔ پہلے اس نے کہا کہ مجھ کو زندہ بادشاہ کے حضور میں لے چلو۔ اُن لوگوں نے کہا اٹھو ہم لئے چلتے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ مجھ کو شرم آتی ہے کیا منہ لے کر جاؤں اور اپنے کو زمین پر گر ادیا۔ یہ لوگ اس کا سر کاٹ لائے۔ اسکی فوج تنہا ہی اقبال کی برکت سے بغیر لڑے بھاگ گئی۔ حضور فتمند بادشاہ شہر کے سمت متوجہ ہوئے۔ اس حال میں خان اعظم پہنچے۔ اور گھوڑے سے اتر کر سلام کیا اور اپنا سر بادشاہ کے پاؤں پر رکھ دیا۔ بادشاہ نے کمال عنایت سے باتیں کر کے مبارک ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا کہ ہم تمھاری خاطر سے یلغار کر کے آئے۔ اس نے دوبارہ سلام عرض کیا۔ گھوڑے سے اترنے کے وقت خان اعظم نے فقیر سے کہا تھا کہ تم اپنے حال پر رہو۔ میں تمھاری حالت عرض کر دوں گا۔ اس لئے جب حضور بادشاہ نے خان اعظم سے سوار ہوئے تو فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ نکلاں بھی حاضر ہے۔ اور شروع



سے آخر تک میرے ہمراہ تھا حکم ہوا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر خدمت میں حاضر ہو۔ مرزا سوار ہو گئے۔ فقیر حکم بجا لاکر حضور سے سرفراز ہوا۔ حضور بادشاہ روانہ ہو کر شہر میں تشریف لائے محفل میں رونق افروز ہوئے۔ حضور دیرواہل رہے۔ جو لوگ ہمراہ تھے اُن کو رخصت فرمایا کہ کہیں قیام کریں۔ لوگ قیام گاہ کی فکر میں ہوئے۔ ایک پہرات تک مرزا اور فقیر حضور میں رہے۔ جب بادشاہ نے سونا چاہا فقیر کو رخصت فرمایا۔ فقیر اپنی قیام گاہ میں آیا۔ مرزا نے بھی اپنی قیام گاہ میں بادشاہ کے قریب قیام کیا۔ دوسرے روز ایک پردن چڑھے پھر فقیر حاضر خدمت ہوا۔ حکم ہوا کہ سادات، علما و مشائخ حاضر ہوں۔ اکثر خود مبارکباد دینے کے واسطے حاضر تھے۔ خان اعظم نے بعضوں کی کچھ شکایت کی تھی۔ عصر کے بعد حکم ہوا کہ سب حاضر ہوں۔ سب نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور مبارکباد دی۔ چونکہ گجرات کے اکثر امراء کا مال میاں وجیہ الدین دانشمند کے گھر سے محاصرہ کے وقت نکلا تھا۔ مرزا غنیمت نے عرض کیا کہ اس قدر کثیر مال اُن کے گھر سے نکلا ہے کہ تم کو ان لوگوں کا اس قدر مال اپنے گھر میں دکھنا کیوں مناسب معلوم ہوا۔ میاں وجیہ الدین نے عرض کیا کہ دوستی اور حضور کی شرم کی وجہ سے ایک جگہ رکھنے کے واسطے

میں نے ان کو بدیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس میں ان لوگوں نے کیا رکھا ہے۔ حضور کو کمال سربانی کی وجہ سے جو عام مخلوق پر کیا کرتے ہیں پسند آیا کہ اس نے آشنائی کا حق ادا کیا۔ مرزا عزیز نے کہا کہ ملا اگر کوئی چیز باقی رہ گئی ہو دیدو۔ میاں وجیہ الدین نے کہا کہ تم خوب جانتے ہو۔ پھر اس کے بعد مرزا نے فرزند ان سید غیاث الدین کو آگے کر کے کہا کہ اختیار الملک کا مال ان کے گھر سے نکلا ہے حضور بادشاہ نے ان کے سن رسیدہ باپ سید عبدالحی سے دریافت فرمایا۔ اُنھوں نے جواب میں عرض کیا کہ اختیار الملک کی عورتیں جب حضور نے پہلی مرتبہ فتح کیا تھا آتی تھیں۔ میں نے ان کو جگہ دی تھی۔ ان عورتوں نے جو کچھ وہ ساتھ لائی تھیں زمین پر گھاڑ دیا ہوگا۔ مرزا کے آدمیوں نے اس کو نکال لیا ہوگا۔ اور شیخ مظفر کو جس کا بھائی شیخ عبدالباقی گجرات میں صدر ہو گیا تھا اور اُس نے اپنے بھائی کے ذریعے سے بے حد طمع کر کے ایمہ سے وصول کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی تھی مرزا نے لات مار کر مال واپس کر لیا تھا۔ اُس کو بھی حاضر کیا کہ اس نے بہت مال ایمہ سے رشوت لیا ہے۔ اور ملک محمود نے اپنے دوست سے اور مجھ سے کہا کہ اس نے بارہ ہزار محمودی میاں سید جیو بخاری سے لی ہیں حضور بادشاہ نے ملک محمود کو طلب کر کے دریافت فرمایا

کہ تو نے کہا تھا۔ ملک محمود نے انکار کیا۔ مرزا نے کہا کہ اس نے کہا تھا۔ اب انکار کرتا ہے۔ ملک نے کہا کہ میں نے بارہ ہزار کی قید میں لگائی تھی۔ ہاں مجمل طریقے سے کہا کہ کچھ لیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سید جیو موجود ہے۔ خود حضور بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے اُس کو کچھ دیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے نہیں دیا ہے۔ مرزائے کسا یعنی میرے وکیل نے دیا ہے۔ سید جیو نے چاہا کہ اس کی بھی تکذیب کرے۔ فقیر نے اشارے سے روکا۔ کہ مرزا تمہاری تصدیق کرتا ہے تم اس کی تکذیب کرتے ہو۔ وہ خاموش ہو گیا۔ فقیر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ سید جیو عقلمند آدمی ہے۔ کس طرح کہے کہ میں نے رشوت دی ہے اور کس طرح انکار کرے۔ درپردہ مرزا کی بات کی تصدیق فرما کر فرمایا کہ اچھا کہا اور سچ کہا۔ مرزا نے ایتمہ میں سے ہر ایک کے بارے میں بے توجہی کی باتیں عرض کیں۔ لیکن حضور کی عنایت اور اور مہربانی کو کیا کہوں کہ جیسا پردہ پوشی کا حق تھا ظاہر ہوا۔ خداوند عالم ان کی زندگی کے ایک ایک دن کو سو سو سال کرے۔ اور ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ جب مغرب کی نماز کا وقت آیا۔ نماز میں مشغول ہوئے۔ ایتمہ باہر تھے۔ ایک پہر رات گزر گئی۔ پھر فقیر نے عرض کیا کہ ایتمہ کے متعلق کیا حکم ہوتا ہے۔ فرمایا رخصت کر دو۔



متوجہ ہوئے۔ مرزا اور فقیر کو مخصت فرمایا۔ اور دارالسرور فتح پور کی طرف روانہ ہوئے۔ اور حکم دیا کہ پس ماندگان یلغار میں سے جو چھوٹا بڑا مرزا کی مہر لگی ہوئی تخریر لائے گا۔ اس کو اس مہم کا انعام ملے گا اور جو کوئی نہ لائے گا انعام نہ ملے گا۔ عرصہ دراز تک لوگ آتے تھے اور مرزا کی تحریر حاصل کرتے تھے۔ اس وجہ سے اگر وہ اور گجرات کی راہ باز رہنے ہوئے تھے۔ لوگ برابر آمد و رفت کرتے تھے۔ اب بھی انتظام شاہی و رعوب سلطنت مسوا سیوں کے دلوں پر ایسا قائم ہے۔ کہ گجرات کے بندروں سے جو مکہ کا دروازہ ہے کشمیر کے تحت سیمن اور کابل تک ایک سال کی راہ دارالان کا حکم رکھتی ہے آئے جانے والے اطمینان کے ساتھ سونے چاندی سے بھری ہوئی تھالی کندھے اور سر پر رکھے ہوئے آتے جاتے ہیں۔ چور۔ ڈاکو کا خوف و خطر نہیں کرتے۔ بادشاہ کے اقبال کا سایہ قائم اور اس کے عدل کا آفتاب روشن رہے۔ مرزا کی التماس کے مطابق گجرات کے احوال کی تحقیق اور جمع بندی کے واسطے راجہ ٹوڈر مل گجرات میں آئے اور سختی کی کہ مرٹان کے بلانے سے پشیمان ہوئے لیکن اپنے کیے ہوئے کا کچھ علاج نہیں راضف خاں مرحوم کو بھی گجرات میں چھوڑا چونکہ محمد خاں ولد شیر خاں ایدر کے حدود میں تھا۔ مرزا اور قطب الدین خاں نے ایدر پر چڑھائی کی۔ اور احمد آباد میں جو ایدر کی سرحد ہے آئے۔ وہ شہر

لشکر ظفر اثر کا نیمہ گاہ ہوا۔ عرصہ تک وہاں قیام رہا۔ آصف خاں نے اپنی فہمید  
فوج کے ساتھ ایدر اور مہواس کی طرف جو اس اطراف کا دل ہے متوجہ ہو کر  
بہت تاخت و تاراج کی کہ راجہ ایدر نے عاجز ہو کر فرماں برداری و اطاعت  
کر لی۔ وہاں سے لوٹ کر چن آئے کہ خان کلاں سے فاضل محمد خاں کی  
تعمیریت کر کے پھر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تین چار روز خان کلاں  
کے پاس رہ کر یلغار کے طریقے پر دربار گیتی پناہ کی طرف روانہ ہوئے۔  
آصف خاں اور فقیر کو احمد آباد روانہ کیا۔ اور قطب الدین خاں سے نصرت  
ہوئے۔ جب حضور میں حاضر ہو کر بساط بوسی سے سرفراز ہوئے خاص  
مہربانیوں سے ممتاز ہو کر تین چار ماہ میں گجرات آگئے۔ فقیر اور آصف خاں  
نے قصبہ کری تک مرزا کا استقبال کیا۔ دو تین منزل احمد آباد تک ساتھ  
آئے۔ پانچ چھ مہینے احمد آباد میں رہ کر ولایت بھروج کی سر کے واسطے  
روانہ ہوئے۔ قطب الدین محمد خاں پانچ چھ کوس تک استقبال کے لئے  
آئے اور اپنے گھر میں اتار کر ضیافت و مہمانداری کے مراسم پوری طرح ادا  
کئے۔ تقریباً پندرہ دن وہاں رہ کر احمد آباد کی طرف لوٹے۔ تھوڑے  
دنوں کے لئے محمد رفیع قورچی مرزا عزیز کی طلبی کا فرمان لایا۔ اور ایک فرمان  
پوشیدہ طبر پر فقیر کے نام اُس کے پاس تھا کہ فقیر کو اس طرح دے کہ  
کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ اتفاقاً قورچی مذکور نے مرزا سے فقیر کے گھر کا

پتا دریافت کیا۔ پوچھا کہ کیا کام ہے۔ اس نے کہا کہ حکیم الملک نے ایک خط ان کو دیا ہے۔ مرزا کو اس دریافت سے مخفی فرمان کا خطرہ ہوا۔ اپنے آدمی کو قورچی کے ہمراہ فقیر کے گھر بھیجا۔ اس نے اپنے سر کو فقیر کے کلاں کے پاس کر کے کہا کہ شاہی فرمان تمہارے نام پوشیدہ طور پر میرے پاس ہے۔ فقیر نے تنہائی کے فرمان سے عزت حاصل کی اور اس کے مضمون عنایت مقرون سے مستفید ہوا کہ جس زمانے میں ملک ہجرات ہمارے قبضے میں نہیں آیا تھا۔ خیر خواہوں کی عرضیاں پے در پے آتی تھیں۔ اب کہ وہ ہمارے قبضہ میں ہے اور ہمارے خطبہ اور سکے سے رنیت پائی ہے اولیٰ یہ ہے کہ وہ پسندیدہ طریقہ جاری رہے۔ وہاں کے اچھے برے حالات برابر عرض کرتے رہو۔ مناسب یہ ہے کہ اب گزشتہ زمانے کے خلاف وہاں کے پورے حالات اور مرزا عزیز۔ میر محمد خاں اور قطب الدین محمد خاں کی روش اور ان کی سواشرت کی اچھائی۔ بُرائی پوشیدہ طریقے پر ہم کو لکھا کرو۔ اگر ان کی خاطر کا خیال کرو گے اور لکھنے میں کوئی بات چھپاؤ گے یقیناً ہم کو رنج و ملال ہوگا۔ فقیر کو اس خطرناک مضمون کے سے بے حد فکر ہوئی کہ لکھنا غیبت ہے اور نہ لکھنا بادشاہ کے رنج کا سبب ہے۔ بہت غور کے بعد خیال آیا کہ جواب اس طرح عرض کرنا چاہیے۔ چونکہ فقیر بہت جلد حاضر دربار ہونے والا ہے۔ مناسب

یہ ہے کہ تمام حالات زبانی عرض کروں۔ اس کے بعد محمد رفیع قدوسی  
مرزا کی عرضی علانیہ اور فقیر کی عرضی خفیہ طریقے سے لے کر روانہ درگاہ عالی  
ہوا۔ لیکن مرزا فقیر کے فرمان کے مضمون کے دریافت کی فکر میں رہے۔ فقیر  
نے اس سوال کو کُتبت و لعل میں ٹال دیا۔ پھر مرزا کے ہمراہ روانہ درگاہ عالی  
ہوا۔ جب ہم لوگ مین پینچ صبح کا وقت تھا۔ کہ میر محمد خاں ہمارے استقبال  
کو آئے۔ ہم نے اسی طرح سواری کی حالت میں ملاقات اور معافہ کیا  
اور مرزا نے گھوڑے سے اتر کر میر محمد خاں کی رکاب چومی۔ انھوں  
نے شفقت پدرانہ کے ساتھ مرزا کی گردن میں ہاتھ ڈال کر ان کے سر کو  
چوم لیا۔ مرزا محل میں گئے۔ فقیر اور میر محمد خاں نے صبح کی نماز جماعت  
سے پڑھی۔ اپنے گھروں میں سے ایک گھر فقیر کے واسطے معین کیا۔ ایک  
الگ الگ آرام میں مشغول ہوئے۔ پانچ چھ گھنٹہ کے بعد باہر آئے۔  
آش پیا۔ پھر کھانا کھانے کے بعد باتیں کرتے رہے۔ دوسرے روز  
مرزا یلغار کے طریقہ پر روانہ ہوئے۔ خدم و خشم منزل بمنزل جلتے تھے۔  
فقیر آدھ کے ساتھ تھا۔ مرزا انھوٹ دنوں میں حاضری سے شرفیاب  
ہوئے۔ مگر اگلی عنایت ظاہر نہیں ہوئی۔ مرزا نے خیال کیا کہ فقیر کی  
حاضری کے بعد اور بے توجہی ہوگی۔ اس کے واسطے کہ حضور بادشاہ  
فقیر سے حالات دریافت کریں گے اور فقیر عرض کرے گا۔ یہ خیال



کر کے حکیم الملک کے پاس جا کر ایک خط میرے نام لکھوایا کہ اگرچہ مجھ سے غلیظاں ہو گئی ہیں۔ لیکن تمہارے کرم سے مجھ کو امید ہے کہ ایسی بات جو میری نجات کا باعث ہو کہو گے۔ فقیر نے جواب لکھا کہ تم سے پوری عنایت ظاہر ہوئی ہے تو میں نیکی کے خلاف کیسے کروں گا۔ اور یہ بات ارباب کرم کے نزدیک اچھی نہیں ہے۔ بلکہ صورت معاملہ یہ ہے کہ جو لوگوں میں مشہور ہے۔ بدی کے عوض نیکی کرنا اہل حقیقت و وفا کا کام ہے۔ میں نے یہ ٹھکان لیا ہے کہ جس میں بہتری ہوگی وہی ظاہر کروں گا۔ مرزا کو یہ جواب بہت پسند آیا۔ اور بالکل مطمئن ہو گئے۔ جب فقیر دربار میں حاضر ہوا۔ اُس کے حالات فقیر سے پوچھے۔ خدا کے فضل سے اس طریقے سے عرض کیے گئے کہ جو کچھ رنج اُس کی طرف سے تھا زائل ہو گیا۔ لیکن مرزا اُسی طرح اپنی بارغ میں تھے اور حضور بادشاہ فتحپور سے اجمیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اجمیر میں گجرات وزیر خاں کو عطا فرمایا اور فقیر کو طلب فرما کر تنہائی میں بڑی مہربانی فرمائی۔ وزیر خاں کی سفارش فرمائی۔ اور گجرات کی طرف روانہ کید نواب خانخانان اس وقت مرزا خاں تھے وہ بھی گجرات میں مقرر ہوئے کہ یا اتفاق دونوں ملکی کام کریں کچھ کم و بیش ایک سال اسی انداز سے گذرا کہ مرزا خاں کو طلب فرمایا۔ اور راجہ ٹوڈر مل کو مندو سے گجرات بھیجنا کہ فوج کا معائنہ کریں۔

اور ملک محروسہ کی جمع تشخیص کریں۔ جب وہ احمد آباد آئے منظر حسین مرزا ولد ابراہیم حسین کو مد فری مغلوں نے جمع ہو کر بڑودہ اور گجرات میں ابھارا اور گردہ بندی کی۔ راجہ اور اعتماد خاں نے دربار میں آکر فقیر کو مشورے کے واسطے طلب کیا۔ فقیر نے کہا کہ مشورہ کا وقت باقی نہیں ہے۔ سوار ہو راہ میں مشورہ کر لیا جائے گا۔ کیونکہ ایک گھڑی کی دیر ہونے میں اس کی جمعیت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ملک سے مالگزاری وصول کرتا ہے۔ اس مشورے کو سب نے قبول کیا اور فوراً بڑودہ کی طرف کوچ کیا۔ جب ہم لوگ بڑودہ کے قریب پہنچے وہ لوگ ہمارے مقابلے سے بھاگ کر کھنبایت گئے وزیر خاں اور باقی امیروں نے مخالفوں کے تعاقب میں کھنبایت کی طرف کوچ کیا۔ ان کو شہر پر دست برد کا موقع نہیں ملا۔ بیرونی مواضع کو لوٹ کر امین خاں کے پاس سورت روانہ ہوئے۔ جب فقیر کے خطوط امین خاں کے پاس پہنچے کہ وہ ان لوگوں کو جگہ نہ دے۔ امین خاں نے آدمی دوڑا کر ان کو روک دیا کہ ہمارے ملک میں نہ آؤ۔ یہاں جگہ نہ پاؤ گے۔ وہ بے حد متحیر ہوئے کیونکہ فتنہ فوج سمجھے تھی اور سامنے راستہ نہ تھا۔ شاہی فوج سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ وزیر خاں کے مغلوں میں سے بعض نے جوڑنا چاہتے تھے پوشیدہ خط بھیجا تھا کہ مردینو اگر لڑائی سے کام

چل گیا۔ فہم المراد در نہ یہاں سے جہاں چاہنا چلے جانا۔ وہ لوگ امیدوار ہو کر لڑائی کے واسطے کھڑے ہو گئے۔ اس طرف سے بھی غالب فوج سامنے آئی اور وزیر خاں کا غول اور داہنے ہاتھ کے طرف خواجہ محمد یحییٰ اور وجیہ الملک اور بائیں ہاتھ کے طرف راجہ ٹوڈر مل اپنی جماعت کے ساتھ اس فوج کے مقابلے میں آئے۔ وزیر خاں کے منگلوں نے جوہر اول تھے لڑائی نہیں کی راہ دے دی۔ جنگ کا نور وزیر خاں پر پڑا تقریباً ایک سو وزیر خاں کے غلاموں نے جان و دل سے سر بازی کی۔ اور حوالہ دی کی داد دی۔ وزیر خاں خود زخمی ہوئے۔ گرز کے ضرب سے ان کے سر کا خود سر میں دھنس گیا۔ ان کی سفید ڈاڑھی خون سے سُرخ ہو گئی۔ خواجہ محمد یحییٰ اور وجیہ الملک غنیم کی طرف سے لوٹ کر وزیر خاں کی مدد کے واسطے پہنچے۔ راجہ ٹوڈر مل اور جماعت نے بھی اپنے کو یہاں پہنچا یا۔ شاہی اقبال نے اپنا کام کیا فتح ہو گئی۔ دشمن بھاگ کر پراگندہ ہو گئے۔ یہ کیفیت تفصیل وار بادشاہ نے اجمیر شریف میں سُنی۔ گھوڑا اور خلعت وزیر خاں کو عنایت ہوا۔ دو سال کے بعد ۱۵۹۵ء میں فقیر کو طلب فرما کر میر حاج بنایا حرمین شریفین کے واسطے خیرات کی رقم و اسباب فقیر کو سپرد کر کے مہربانی اور شفقت کے ساتھ مکہ معظمہ کے سفر کے لئے رخصت فرمایا۔ ایک رات فقیر کو اجمیر پہنچا۔

میں طلب کر کے دریافت فرمایا کہ گجرات میں کسی کو مقرر کروں۔ پہلی مرتبہ فقیر نے عرض کیا جو شخص حضور کے دلیس آتا ہو بہت مناسب ہے۔ بعضوں نے شاہمخاں اور سعید خاں کا نام لیا۔ فقیر نے شہاب الدین احمد خاں کا نام لیا۔ سوال کے طریقے پر دریافت فرمایا کہ اچھا ہے؟ فقیر نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے احتلاط نہیں ہے لیکن سنا گیا ہے کہ جہاں وہ گیا ہے آباد کیا ہے اس کے خویش کا خویش نیابت خاں دور کھڑا ہوا تھا اس کو پاس بلا کر فرمایا کہ جب تک سرداری کا فرمان اُس کے نام لکھا جائے تو اس کو لکھ دے کہ گجرات اس کے سپرد ہوا ہے۔ تاکہ وہاں جا کے سامان درست کرے۔ فقیر کو گجرات روانہ فرمایا۔ خیرات، زر نقد اور کپڑے اور تحفے ہاتھیوں پر لاد کر میرے ساتھ کئے۔ جب فقیر گجرات پہنچا۔ اس وقت تک وزیر خاں گجرات میں تھا۔ اس سے ملاقات کر کے روانہ ہوا اور صورت کے بندر پہنچا۔ سورت کا حاکم اور جاگیردار قلیچ خاں نے آکر بہت مدد کی۔ فقیر اور اعتماد خاں شاہی کشتی پر بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ ابھی ہم بندر سورت میں تھے کہ شہاب الدین احمد خاں احمد آباد میں آئے۔ وزیر خاں درگاہ بادشاہی کی طرف روانہ ہوئے۔ آخر موسم میں سب کشتیاں چلی گئیں اور یہ کشتی سب کے بعد چلی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سب کشتیوں سے پہلے ساحل

مقصود تک پہنچی۔ حرمین شریفین کے رہنے والوں تک جو صفت استحقاق سے آراستہ تھے۔ فرمان کی تحریر کے مطابق فقیر نے خیرات و تحائف بادشاہی پہنچا دئے۔ شرفائے مکہ معظمہ جو وہاں کے بادشاہ ہیں پوری طرح اس مکمل ہدیے سے مستفید ہوئے۔ اور منبروں پر دعائے دولت دوامی کی پانچوں وقت کی نماز کے بعد بادشاہ کی سلامتی کی دعا بھی کی۔ حرمین شریفین کے رہنے والوں نے اس دعا کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ اور فقیر نے سخی بادشاہ کی عنایت سے حج اکبر ادا کیا۔ تیرہ مہینوں کے بعد لوٹ کر سورت کے بندر پر ہم لوگ پہنچے۔ فدا احمد آباد آئے۔ شہاب الدین احمد خاں اب تک احمد آباد کے حاکم تھے۔ تھوڑے دنوں سلمان درست کرنے کے واسطے احمد آباد میں قیام کیا پھر مالوہ کے راہ سے درگاہ شاہی کی طرف متوجہ ہوئے۔ چونکہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قدم کا سراغ قبۃ عباس رضی اللہ عنہ میں جو صحن مسجد الحرام میں ہے فقیر نے پایا۔ اور سنا تھا کہ حضرت مخدوم جانیانج ایک فقیر شریف سلطان فیروز شاہ مغور کے زمانے میں دہلی میں لائے تھے بہت کوشش اور بہت روپیہ خرچ کر کے حاصل کیا۔ اس صاحب خیر بادشاہ کے زمانے میں ایسی نعمت عظمیٰ ہندوستان میں لایا۔ حضور بادشاہ کی خدمت میں عرض بھیجی کہ ایسی نعمت عظمیٰ حضور تھے مبارک

اقبال کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ اس نعمت کا شکریہ جس طرح بھی ادا کیا جائے کم ہے۔ ابھی دربار میں نہیں پہنچے تھے کہ فرمان عالی شان اس مضمون کا صادر ہوا کہ تعظیم و توقیر کی وجہ سے ہمارے شریف دل میں یہ بات آئی ہے کہ قدم سعادت توام کا ہم استقبال کریں۔ لہذا شہر کے باہر یا بیچ کو س پر کسی پاک و صاف جگہ اس قدم شریف کو جو حضور سرور عالم کے پائے مبارک کا نشان ہے۔ حفاظت سے رکھو اور تم خود چلے آؤ۔ کہ ہم اس کے حالات تم سے دریافت کریں جب فقیر حاضر ہوا دریافت فرمایا کہ یہ داہنے پاؤں کا نشان ہے یا بائیں کا۔ فقیر نے عرض کیا کہ داہنے قدم شریف کا نشان ہے۔ فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ اس واسطے کہ جو قدم شریف حضرت مخدوم جہانیاں لائے تھے، بائیں پلے مبارک کا نشان ہے۔ پھر حکم دیا کہ شاہی خیمہ و خروگاہ اور ساز و سامان جہاں قدم شریف ہے مہیا کیا جائے۔ اور تمام اُمراء و ارکان دولت و فوج حاضر ہو۔ تاکہ قدم مبارک رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیشوائی کے لئے ہم جاہیں حکم کے مطابق کیا گیا۔ اتنے سویرے سوار ہوئے کہ صبح کی نماز غلَس میں اُس عزت دار مقام پر ادا کی۔ پہلے خود قدم مبارک سے برکت حاصل کی۔ اُس کے بعد تمام اُمراء ارکان دولت۔

سادات۔ قضاۃ شائع نے اپنی قرب و شان کے مطابق زیارت کی سب کے بعد فتح مند فوج نے طواف کیا۔ نہایت خشوع و خضوع سے کسی قسم کی عزت و احترام کو اس قدم مبارک کے نشان کے بارے میں باقی نہیں رکھا۔ پھر نعمت کا دسترخوان بچھا۔ کھانے اور میوے کھائے گئے۔ کمال عقیدت و حسن اعتقاد کی وجہ سے اس فیض بخش قدم مبارک کو اپنی برکت سے بھری ہوئی چادر میں لپیٹ کر اپنے پاک کندھے پر رکھا۔ اور تقریباً سو قدم شہر کی طرف چلے۔ ابتداءً عظماء، علماء، کبراء، امراء ہاتھوں ہاتھ اپنے کندھوں پر کبھی سر پر جنت کے گلدستہ کی طرح شہر تک لائے۔ زنانے مکان میں لجا کر ہر ایک عفت و عصمت کی پردہ نشین کو حکم ہوا کہ سعادتمندی حاصل کرنے کے واسطے زیارت سے سرفراز ہوں۔ استقبال اور زیارت کے مراسم ادا کرنے کے بعد حکم ہوا کہ گجراتی محل جو فتح پور میں بنایا گیا ہے اس میں فقیر قیام کرے۔ اور اسی محل کے کسی مناسب مقام پر یہ قدم شریف حفاظت سے رکھا جائے۔ چونکہ شیخ سلیم شیخ منصور کی جامع مسجد اس محل کے قریب ہے۔ ہر جمعہ کو نماز کے بعد لوگ آکر اسید کا طواف کرتے رہیں۔ عرصہ دراز تک یہی طریقہ تھا۔ جب فقیر حجرات روانہ ہوا تو عرض کیا۔ چونکہ ملک ہندوستان

میں مخدوم جہانیاں کالایا ہوا ایک قدیم شریف دہلی میں ہے یہ دوسرا  
 قدم شریف اگر گجرات میں کہ وہ بھی حضور کی سلطنت ہے رہے تو  
 کچھ حرج نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ان دونوں قدموں کی برکت  
 سے حضور گیتی سناں کی سلطنت و خلافت میں استحکام ہو۔ فیر کی  
 یہ گزارش قبول ہوئی۔ قدم شریف کو گجرات لے جانے کی اجازت ملی۔  
 اب حضور بادشاہ کے اقبال سے مجھ کو توفیق ہوئی ہے کہ میں نے  
 قدم شریف جس کا نام انثر ہے۔ اور موئے مبارک جس کا نام آئندہ  
 ہے ان دونوں چیزوں کے رکھنے کے واسطے ایک عمارت عالی بنائی  
 جو ۹۶۲ھ میں بن کر مکمل ہوئی اور نوادرات عمارت سے یہ ہے کہ تاریخ  
 عمارت مسجد صفا جو ۹۶۲ھ میں تعمیر ہوئی۔ ہاتھ غیب کے  
 القاس سے : — خرقہ شاہ ابوتراب ولی بدکانوں میں پڑی۔  
 اور اسی طریقے سے مکمل عمارت کی تاریخ ہے۔ قیام ہے۔  
 گنبد شاہ ابوتراب ولی بدکانوں کو ایک درویش نے  
 دو تین شعر میں نظم کیا ہے :-

شاہ ذی جاہ ابوتراب ولی بدکانوں بطن خاتم امجد  
 اثر مقدم رسول امین بدکانوں اندر حرم زفیض ابد  
 داشت آثار احمد مختار بدکانوں کہ رسیدہ بارث ابا عن جد



کرد آثارِ راترین اثر ✽ تارِ فیضِ بکل اح۔  
 ساخت بہر زیارتِ دو نشان ✽ گنبدِ عالیٰ ز فضلِ صمد  
 سالِ اتمام آن ز ہاتفِ غیب ✽ گنبدِ شاہِ ابتر اب آمد  
 مقامِ ابراہیم علیہ السلام کی طرح جو صحنِ مسجدِ الحرام میں مشہور عالم  
 گنبد ہے۔ اسول میں بھی مسجدِ صفا کے سامنے جو فقیر کی بنائی ہوئی ہے  
 ایک گنبد بنا ہے۔ جہاں موئے مبارک اور قدم شریف رکھا ہے۔ موئے  
 مبارک کی حقیقت اس طرح ہے کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کا موئے مبارک باپ دادا سے فقیر کو ترکہ میں ملا ہے۔ اور قدم شریف کو  
 فقیر خود مکہ معظمہ سے گجرات لایا ہے۔ دونوں سعادتمندوں کو جمع کرنے کا  
 فخر اس فقیر دعا گو حاصل ہے۔ یہ چند کلمے بادشاہ کی شکر گزاری کی  
 وجہ سے لکھے گئے۔ کہ ایسی اچھائیاں جو فقیر کے وہم و قیاس میں بھی  
 نہ تھیں اس مہربان بادشاہ کی برکت سے ہیں جس نے ان اماکن  
 متبرکہ میں فقیر کو بڑی بڑی بھلائیوں کا مصدر بنایا۔ جہاں ایک درم  
 اور دینار خرچ کرنے کا ثواب ایک لاکھ درم و دینار خرچ کرنے کے برابر  
 ہے۔ اُس سال کا حج بھی اتفاقاً حج اکبر تھا۔ جمعہ کا دن تھا۔ اور حضور  
 رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس سال میں یومِ عرفہ  
 جمعہ ہو اُس سال کا حج ستر حج کے برابر ہے۔ غرض کہ یہ نعمت ایسی چھوٹی

نعمت نہیں ہے جو بیان نہ کی جائے۔ اب ہم اصل مقصود کی طرف آتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے لوٹنے کے بعد عرصہ تک فقیر ملازمیت بادشاہی میں رہا۔ یہاں تک کہ فخر الدین حاکم پٹن کی وفات کی خبر پہنچی اور بادشاہی حکم کے مطابق پٹن وزیر خاں کو ملا۔ اور اُس کے ملازمین نے اُس پر قبضہ کیا۔ اُسی اثناء میں شاہ منصور کو خانہ نشین کر کے وزیر خاں کو دیوان مقرر کیا۔ اور پٹن اعتماد خاں کو عنایت فرمایا۔ اور حکیم الملک کو میر حاج مقرر کر کے مکہ معظمہ کی نیرات سپرد کی فقیر اور اعتماد خاں اور حکیم الملک ایک ساتھ گجرات آئے جہازوں کے سفر کا موسم تھا۔ حکیم الملک مکہ معظمہ گئے۔ اعتماد خاں کے ماتحتوں نے کام شروع کیا۔ اُسی سال ۱۰۱۵ھ میں حضور بادشاہ نے کابل کا سفر کیا۔ محمد حکیم مرزا سے ملک لے لیا۔ اس کو پیرانہ تہنہ کر کے پھر خلعت عنایت فرما کر کابل اور اس کے قرب و جوار کا حاکم مقرر کیا۔ پھر فتحپوری کے ساتھ ہندوستان واپس آئے۔ کل ممالک خروہ کے حکام و عمال مبارک باد دینے کے لئے حاضر ہوئے۔ اور روز افزوں دولت کی مبارک باد دی۔ فقیر بھی اعتماد خاں کے ساتھ اسی عرض سے دارالسرور فتح پور حاضر ہوا۔ اور ملک گجرات کی آمدنی خزانہ شاہی میں داخل کی اس قدر آمدنی کسی نے بھی خزانے میں داخل نہیں کی تھی۔ اور حضور بادشاہ نے

مہربانی اور پرورش کی نظر سے اعتماد خاں کو دیکھ کر اس کے سس وجود کو اپنی مہربانی کے اکسیر سے سونے کی عزت عنایت فرمائی۔ ہاں خلیفہ برحق و سایہ مطلق بادشاہ کی نظر عنایت اکسیر کا اثر رکھتی ہے۔ اور امیدواروں کی امید کی شاخ شاہی عنایت کی نہر سے سیراب ہو کر گہرے پھلوں سے بارور ہوتی ہے۔ حضور بادشاہ نے حکم فرمایا کہ ہم نے گجرات اعتماد خاں کے سپرد کیا۔ کہ شہروں کی آبادی اور رعایا کے آرام میں اس طرح گوشش کرے کہ روزانہ آبادی میں ترقی ہو۔ اور نیک نامی اور عدالت کا شہرہ ہو۔ اعتماد خاں چونکہ اپنی قسمت کی آزمائش کر چکا تھا۔ اس لئے اس نعمت عظمیٰ کی حفاظت کی قوت اپنے میں نہیں پاتا تھا۔ اور گجرات کے معاملات کا انتظام اپنی قوت اور قدرت سے زیادہ سمجھتا تھا۔ مگر انکار کرتا رہا کہ میں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں۔ کیسے ایسا نہ ہو کہ میں اس زبردست خدمت کو نہ ادا کر سکوں۔ اور شرمندہ ہوں۔ اگر حضور مجھ کو خدمت میں رکھیں یا گجرات کے بزرگوں اور بادشاہوں کی درگاہ میں جھاڑ دینے کی خدمت سپرد فرمائیں۔ اور کچھ رقم مدد معاش کے واسطے مقرر فرمائیں تو یقیناً زیادہ مناسب ہوگا۔ اس کی یہ گزارش قبول نہیں ہوئی۔ شاہی حکم کے مطابق گجرات کا ملک شہاب الدین احمد خاں سے لے کر اعتماد خاں کے سپرد ہوا۔ پرانے حکموں کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ اور بھرپور

زمانہ نے ایسی حیلہ و تدبیر شروع کی جس سے اعتماد خاں کی ذلت و بے اعتباری ہوئی۔ نوجو بہت ذلت کے ساتھ مواسیوں کے جنگل میں چھپا ہوا تھا۔ اور اپنی بد قسمتی کے دن بڑی تکلیف میں کاٹ رہا تھا۔ اور کمبختی کی رات کی صبح ہونے سے ناامید تھا اس کے پاس گجرات کے معزول حاکموں نے مذاق سے امیدوار بنا کر پیغام بھیجا کہ اب ایسا ارادہ ہے کہ گجرات ہم سے لے لیا جائے۔ یہ موقع غنیمت ہے۔ اگر ہمت کرو اور جان سے نہ ڈرو تو ممکن ہے کہ مقصود حاصل ہو جائے۔ وہ اسی کا بھوکا تھا۔ اس تمنا پر صدمے ہو کر مذاہنوں کی طرح کھوری کے جھاڑی سے تھو اور تیر کی طرح نکلا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ شاہی خزانہ جو کھنیاہت سے احمد آباد لے جا رہے تھے لوٹ لے۔ چونکہ بہت پہلے یہ سب باتیں طے ہو گئی تھیں اور اعتماد خاں فہمور میں تھا۔ ہم لوگ ان خبروں سے مطلع ہوتے تھے۔ دشمن کی بے حد ناقابلیت کی وجہ سے ان باتوں پر کان نہیں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی قسم کا ایک خط جو گجرات سے آیا تھا سامنے رکھا ہوا تھا۔ کہ حکیم عین الملک نے اعتماد خاں کی مجلس میں آکر ان واقعات پر مطلع ہو کر کہا کہ مناسب ہے کہ حقیقت حال کو شاہی حضور میں ہم لوگ عرض کر دیں۔ اعتماد خاں اس بات پر راضی نہیں ہوا اس واسطے کہ اس کی عقل نے یہ قبول نہیں کیا کہ ننو کو اس قدر

قوت حاصل ہوگی کہ وہ اتنے بڑے کام کی جرأت کر سکے گا۔ اس قسم کی باتوں کو ہذیان سمجھ کر قابل اعتبار جانتا تھا۔ حکیم عین الملک نے کہا کہ اگر تم نہ کہو تو میں عرض کر دوں۔ اُس نے یہ بھی منظور نہیں کیا۔ کہ اس قسم کی وہی تباہی باتیں بغیر تحقیق کے عرض کی جائیں۔ یہ کم عقلی کی دلیل ہے۔ الغرض اُس نے ان باتوں کو منظور نہ کیا کہ شاہی دربار میں خبر نہیجے۔

شعرا  
جس کسی کی بگڑتی ہے قسمت وہی کرتا ہے جس میں ہوندت

غرض ہم لوگ حضور سے رخصت ہو کر گجرات روانہ ہوئے۔ پہلے ہزار سوار جو ہماری مدد کے واسطے مقرر ہوئے تھے اُن میں سے کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ وہ لوگ سامان سفر کی درستی کے واسطے اپنی اپنی جاگیروں میں گئے تھے کہ ہم لوگ یکم رجب ۹۹۲ ہجری کو اجمیر پہنچے۔ کہ پھر گجرات سے خط آئے کہ حاجی سیاہ جو اعتبار الملک ہے بہت کوشش کر رہا ہے۔ اور قریب دس ہزار محمودی کے نو اور شیر خاں فولادی کے پاس بٹھیمی ہے۔ کہ جس دن ہم باہر جائیں اور اعتماد خاں اجمیری اطمینان نہ حاصل کرنے پائے نم شہر میں آجاؤ اور قلعہ برپا کر کے ملک پر قبضہ کر لو۔ اس پر ان لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے۔ روبہ صفت خیر خاں نے زمیندار ملک کے نام پر رولہ ایک گئے تو باہر نکلتے ہیں دن اعتماد خاں

شہر کے قریب پہنچے گا اور شہر کے اندر داخل ہونا چاہے گا۔ ہم نھو کے ساتھ حملہ کر دیں گے اور قلعہ برپا کر دیں گے۔ اعتماد خاں کے خاص ملازم قابل خاں نے جو اعتماد خاں کی طرف سے پٹن میں کام کرتا تھا اکثر شیر خاں کی تحریریں بجنسہ بھیجیں۔ جو ہم کو اجمیر شریف میں ملیں۔ ابھی تک مددگار گروہ ہمارے پاس نہیں پہنچا تھا اور ہم سب تین سو سو ارے زیادہ نہیں تھے۔ فقیہ کے خیال میں چند باتیں آئیں کہ مددگار ابھی تک نہیں آئے ہیں۔ دشمن کے قریب اور حملے کی خبر اس وجہ سے صحیح ہے کہ قابل خاں نے مخالفوں کی تحریریں گرفتار کر کے بھیجی ہیں۔ اور جو کوئی اصلی خبر سے پرہیز نہیں کرتا اور اپنی حفاظت نہیں کرتا اس کو کچھ ثواب نہیں ہوتا بلکہ عذاب ہوتا ہے۔ پانچ چھ دن حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ کے عرس کو باقی رہ گئے تھے۔ فقیہ نے عرس کا بہانہ پیش کر کے کہا کہ ایسے وقت میں کہ پریشان خبریں آرہی ہیں اگر عرس کی وجہ سے توقف کریں تو مصلحت سے دور نہ ہوگا۔ ممکن ہے ان چند دنوں میں مددگار آجائیں۔ اس کہنے کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ منظور نہ کرنے کا ظاہری سبب یہ تھا کہ چونکہ نصل اور محصول وصول کرنے کا زمانہ ہے۔ شہاب الدین سب آمدنی وصول کرے گا اور رعایا کو تکلیف ہوگا۔ عرس کا خیال نہ کرنا چاہیے اور اور فوراً وہاں پہنچنے واسطے کہ اس کی عقل کے بعد جالور پہنچے۔ چونکہ

بادشاہ کا یہ حکم ہو چکا تھا کہ جکمال کو سروئی میں چھوڑ کر آگے جاؤ۔ اس لئے حکم کی تعمیل کے لئے ہم نے جالور میں توقف کیا۔ اور سلطان دیورہ کے پاس جو سروئی کا پڑانا حاکم تھا پیغام بھیجا کہ شاہی حکم ہوا ہے کہ سروئی کو چھوڑ دے اور شہر خالی کر دے کہ ہم جکمال کو گدی پر بٹھائیں اور تیسری فرماں برداری کا حال بادشاہ کے حضور میں عرض کریں کہ تجھ پر بھی بادشاہ کی مہربانی ہو۔ کچھ دن گفت و شنید میں گذر گئے۔ دس روز جالور میں قیام کرنا پڑا۔ اس عرصہ میں خواجہ نظام الدین احمد اور خواجگی محمد صالح اور سیر معصوم بھکری اور بہت سے لوگ جو نین سو سوار تھے۔ اگر ہم سے مل گئے۔ سلطان دیورہ چلا گیا۔ ہم نے حکم شاہی کے مطابق جکمال کو اُس کی جگہ پر مقرر کیا۔ اور بادشاہی حضور میں اطلاعی عرضی لکھ کر احمد آباد کو روانہ ہوئے۔ جب پٹن پہنچے تو عجلت کی وجہ سے ساتھ والوں نے پٹن میں داخل نہ ہونے دیا۔ کیونکہ آمدنی کا وقت گزرا جاتا تھا اور فوراً مقصود تک پہنچا تھا کہ ملک کا کام جاری کر دیا جائے۔ شعبان کا مہینہ آگیا تھا فقیر کو اعزہ کی زبانی معلوم ہو گیا تھا کہ لوگوں نے کیا طے کیا ہے۔ اس درمیان میں خبر پہنچی کہ اکثر مددگار اجیر شریف میں آگئے ہیں۔ اچھا یہی تھا کہ شبِ برات جس طرح ہوم پٹن میں کریں تاکہ مددگار پہنچ جائیں اور ہم سب ساتھ احمد آباد پہنچیں۔ سیرے کہنے کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اس خوف سے کہ اگر شہر میں جائیں گے تو باہر نکلنے میں دیر ہوگی۔

تین کوس پٹن کے آگے بڑھ کر خیمے کھڑے کئے۔ تین دن دعوت کے طریقے پر شہر سے باہر رہ کر، چوتھے روز احمد آباد کو روانہ ہوئے۔ شہاب الدین، احمد خاں ابھی تک شہر میں تھا۔ رات کو قار کے راستہ سے کری گیا۔ اور کرم علی آگے گیا تاکہ شہر کو خالی کر دے۔ پندرہ یا بیچ کو شہاب خاں شہر سے عثمان پور گیا۔ اور ہم احمد آباد آئے۔ دوسرے دن اعتماد خاں کے ساتھ شہاب خاں کی ملاقات کے واسطے ہم لوگ عثمان پور گئے۔ گو کہ مراسم دعوت و تعظیم سب تھے، لیکن اطمینان قلب موجود نہ تھا۔ مجلس کے ختم ہونے کے بعد ہم لوگ احمد آباد واپس آئے۔ اور شہاب خاں کو چ کر کے پٹن کو آگے بڑھ گیا۔ مغلوں کا ایک گروہ شلا میر عابد خلیل بیگ۔ مرزا عبداللہ وغیرہ جو شہاب خاں کی جماعت میں تھے۔ نو سے جا ملے۔ شہاب خاں نے پٹن کی طرف کوچ کیا۔ ننو بھی کمپوری سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ اور یہ خبر آئی کہ جو نعل ننو کے پاس گئے تھے اس کو لار ہے ہیں۔ چونکہ اس طرف کام کے لائق فوج نہ تھی اس لئے اعتماد خاں مجبوراً فقیر اور خواجہ نظام الدین کے ساتھ شہاب خاں کے پاس گئے۔ اور ٹھہرنے کو کہا۔ شہاب خاں نے کہا میری جاگیر پہلے گئی۔ اب میں یہاں ٹھہر کر کیا کروں گا۔ اگر خرچ دو تو میں رہ سکتا ہوں۔ خواجہ نظام الدین احمد نے کہا کہ چالیس ہزار



روپیہ دول گکا اس نے منظور نہیں کیا۔ ہم لوگوں نے ایک لاکھ روپیہ کیا  
 راضی نہیں ہوا۔ ہم لوگ لوٹ آئے وہ لوگ دوسرے دن کوچ کر کے  
 حاجی پور گئے۔ اعتماد خاں نے قنبر سلطان کو بھیجا کہ جس طرح سے راضی  
 ہو اُس کو راضی کرے۔ دولاکھ روپے پر معاملہ طے پایا کہ فوراً دیا جائے  
 دوسرے دن کوچ کر کے کری گیا۔ اور اعتماد خاں کے پاس پیغام بھیجا  
 کہ اگر ہم کو ٹھانا چاہتے ہو تو دولاکھ روپیہ کری میں ہمارے پاس  
 بھیج دو۔ نوکی طرف سے خبر آئی کہ وہ دو لقمہ تک آگیا ہے۔ خواجہ  
 نظام الدین احمد اور اعتماد خاں نے یہ طے کیا کہ خود جاتیں اور اس کو  
 فوراً واپس لائیں۔ فقیر کو اس مشورہ کا حال معلوم ہوا تو کہا کہ ایسے  
 وقت میں کہ دشمن سر پر آگیا ہے۔ شہر کو خالی کر کے اور ہا کو س  
 کی راہ طے کرنے میں دیر ہوگی اور شہر ہاتھ سے جاتا رہے گا بہتر  
 یہی ہے کہ ہم لوگ شہر میں رہیں اور قلعے کو مضبوط کریں۔ آدھی رات  
 گھنٹہ گلوں میں ختم ہو گئی۔ آخر کار فقیر کے کھوڑے پر بیٹھ کر ہم لوگ روانہ  
 ہوئے فقیر نے کہا کہ جب تم لوگوں نے جانا طے کر لیا ہے تو چلو۔ بہر حال  
 اس طرح چلنا چاہئے کہ ہم لوگوں کے جانے کی خبر مشہور نہ ہو۔ اور  
 یہ خبر دشمن تک نہ پہنچے۔ اس بات کو قبول کیا۔ دروازوں کے دیکھنے اور  
 ان پر محافظ مقرر کرنے کے بہانہ سے دو تین دروازوں کو دیکھتے ہوئے

ایک دروازے سے اس طرح کہ کوئی نہ دیکھے ہم لوگ باہر نکل گئے جب قلعہ کے باہر نیدی کے کنارے پہنچے تو شہاب خاں کے ملازموں میں سے ایک شخص شاہ میر نام جو فقیر کا پڑا ملاقاتی تھا پیچھے سے آیا۔ اور اُس نے کہا کہ کہاں جاتے ہو۔ حاجی سیاہ نے نوکو لکھا ہے کہ اعتماد خاں شہر چھوڑ کر چلا گیا۔ تم جلد آؤ کہ معاملہ دوستوں کے مقصد کے مطابق ہے۔ اعتماد خاں نے پوچھا کہ کیا کہتا ہے جو کچھ اُس نے کہا تھا میں نے بیان کر دیا۔ اُس نے کہا کہ حاجی سیاہ نے پوشیدہ طریقے سے لکھا ہوگا۔ اُس کو کیسے معلوم ہوا۔ الغرض ٹوٹنا منظور نہ کیا۔ ہم لوگ روانہ ہوئے۔ پھر فقیر نے کہا کہ سنا گیا ہے کہ نو کے پاس تین سو آدمی سے زیادہ جمع نہیں ہوئے اور ہمارے تین ہزار آدمی ہیں۔ اگر ہم لوگ ایک ایک مٹھی مٹی ڈالیں گے تو اُس کے آدمی ختم ہو جائیں گے۔ تو کل کر کے لوٹ چلنا اپنے مثل آدمی سے التجا کرنے سے اچھا ہے۔ چونکہ تقدیر کا لکھا اسی طرح تھا اپنی رائے پر قائم رہ کر ہم لوگ آگے روانہ ہوئے، یہاں تک کہ حاجی پور کے قریب پہنچے۔ تو اعتماد خاں کے دہنے طرف سے لوگ نوحہ و فریاد کرتے ہوئے نکلتے۔ پھر فقیر نے کہا کہ شگون بُرا ہے۔ لیکن ان سب باتوں سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ صبح کی نماز کے وقت کمری کے تالاب پر پہنچ کر صبح کی نماز پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو

شہاب خاں کو خیمے میں کھڑا دیکھا۔ باہم معافہ کیا شہاب خاں تواضع کے ساتھ ہم لوگوں کو خیمے میں لے گیا۔ فقیر نے عرض کیا کہ خاں صاحب خیمے میں بیٹھنے کا وقت نہیں ہے حکم دیجئے کہ کوئٹہ کا تقارہ بجے اور سوار ہو کر احمد آباد چلیے۔ اس واسطے کہ دشمن بارہ کوس پر آگیا ہے اور آگے بڑھنے کا احتمال ہے۔ اس کے پہنچنے سے پہلے ہم لوگ وہاں پہنچ جائیں۔ جواب دیا کہ چونکہ آپ آئے ہیں میں ضرور چلوں گا لیکن بعض باتوں کا چلنے سے پہلے طے ہونا ضرور ہے۔ پھر روانہ ہوں گے فقیر نے کہا جو کچھ حکم ہو منظور ہے۔ اعتماد خاں کی انگلی سے انگوٹھی اُتار کر اس کے سامنے رکھ دی کہ اپنی خواہش کے مطابق لکھ کر اس پر مہر کر لیجئے کہ اس کے خلاف نہ ہوگا اور فوراً سوار ہو لیجئے۔ اس نے کہا کہ تھوڑی دیر توقف کیجئے میرے آدمی جمع ہو لیں اور روانگی کا انتظام کریں۔ مجبوراً ٹھہرے۔ ایک پہر دن چڑھا ہوگا کہ اس کے ارکان دولت حاضر ہوئے۔ تنہائی میں اُن سے مشورہ کیا۔ فقیر۔ اعتماد خاں اور نظام الدین علیحدہ بیٹھے رہے کہ دو تین مختصر آدمی پیغام لائے کہ نواب خاں فرماتے ہیں کہ ہماری تین شرطیں قبول کرو تو ہم چلیں (۱) ہماری جاگیر چھوڑ دو (۲) دو لاکھ روپیہ ادائیگہ کو دو (۳) بادشاہ کے حضور میں عرضی لکھ دو کہ گجرات کا انتظام ہم سے نہیں ہو سکتا، شہاب خاں

کے سپرد کیا جاتے۔ فقیر نے کہا کہ جاگیر کا چھوڑ دینا اور نقد روپے کا دینا منطوق ہے اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ گجرات کا انتظام ہم سے نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ لکھنا کہ شہاب خاں برقرار رکھا جائے محال ہے عرضی میں یہ کیسے لکھا جاسکتا ہے۔ العرض جو کچھ ان لوگوں نے لکھا ہم نے اُس پر مہر کر دی۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ پہلے آپ لوگ اعتماد خاں کے گھر میں تھے۔ اب کہاں رہیں گے۔ اعتماد خاں نے جواب دیا کہ جب ہم نے معاملات شاہی میں دلیری کر کے لکھ دیا۔ گھر تو میرا ہے۔ میں نے وہ بھی تمہارے نذر کر دیا۔ شہاب خاں نے کہا کہ تم کہاں رہو گے۔ اعتماد خاں نے کہا "شاہ صاحب کے یہاں۔ اس کے بعد قرآن شریف لائے اور دونوں نے قسمیں کھائیں کہ دونوں اس اقرار پر قائم رہیں گے۔ اب دو لاکھ روپے مانگے۔ چونکہ ہم خزانچی کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ان کے سپرد کر دیا کہ وہ دے گا اُس سے دو لاکھ کی تحریر لی کہ احمد آباد پہنچ کر ادا کر دوں گا۔ اس کے بعد دسترخوان بچھا۔ کھانا کھایا۔ دوپہر ہو گئی۔ ظہر کی نماز کے بعد شہاب خاں نے اپنا خیمہ ہمارے سونے کے واسطے چھوڑ دیا۔ اور خود نوکر وں کے خیمے میں چلا گیا کہ اب بے وقت ہو گیا ہے۔ صبح اس طرح روانہ ہوں گے کہ چاشت کے وقت احمد آباد پہنچیں۔ چونکہ

کری بادشاہی خالصہ تھی اور اُس میں گھر تھے۔ اس وجہ سے ہم خیمے میں نہیں رہے رخصت ہو کر قطعے کے مکان میں آئے۔ ہم ساری رات کے جاگے نیند کے مارے تھے۔ اس وجہ سے سو رہے۔ شہاب خاں کے کوچ کے نغارے کی آواز سے جاگے تو ہم نے تعجب کیا کہ ہمارے اضطراب کے باوجود اس نے ہماری بات سنی اور اب کہ تھوڑا سا دن باقی ہے۔ بخیر ہماری اطلاع کے سفر کر دیا۔ پھر یہ خیال ہوا کہ شاید احمد آباد کے شوق سے کہ وہ اس کو پھر مل گیا ہے سفر کیا ہے اور یہ بھی طے ہوا تھا کہ بال بچوں کو کمری میں چھوڑ دیا جائے۔ اور اس نے سب کو بھی ساتھ لے لیا ہے۔ اس نے ہمارے پاس آدمی بھیجا کہ ”اگرچہ یہ طے تھا کہ کل چلیں گے لیکن میرے دل میں یہ بات آئی کہ جس قدر جلد چلوں بہتر ہے۔ تم بھی کوچ کرو ہم نے بھی کوچ کر دیا۔ گو کہ ہم بہت تیز چلے لیکن شہاب خاں تک نہ پہنچے۔ اس واسطے کہ راہ میں گھوڑے، ہانسی، اونٹوں کی زیادتی کی وجہ سے ایسی بند تھی کہ گزرنا ممکن نہ تھا۔ یہاں تک کہ حاجی پور میں سنا گیا کہ نو قلعہ احمد آباد میں آکر قابض ہو گیا ہے۔ جو کچھ فقیر کے منہ میں آیا اعتماد خاں سے کہا اس نے سر جھکا لیا اور کچھ نہیں کہا شہاب خاں یہ خبر سن کر گھوڑے سے اتر کر ہمارا انتظار کرتا تھا۔

ہم بھی پہنچے، اُس نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ ہر شخص نے کچھ  
 کہا فقیر نے کہا کہ طے یہ تھا کہ بال بچوں کو ساتھ نہ لیں گے اور کل رونا  
 ہوں گے۔ اگر ہم توقف کرتے اور یہ خبر ہم کو کوری میں ملتی تو ہم اپنے  
 مددگاروں کا جو دل پہنچ گئے ہیں انتظار کرتے۔ جب وہ لوگ ہمارے  
 پاس آجاتے تو ہم حرام خوروں پر چڑھائی کرتے۔ ان لوگوں نے  
 کہا اب ہو گیا اس وقت کیا کرنا چاہئے طے یہ ہوا کہ چلنا چاہئے۔  
 شہاب خاں نے قدرت اور استقلال سے کہا کہ اس مہم کو مجھ پر  
 چھوڑ دو۔ اور تم لوگ سوار ہو۔ سب سوار ہوئے۔ احمد آباد کا رخ  
 کیا۔ جب احمد آباد کے نزدیک پہنچے۔ عثمان پور کی طرف متوجہ ہوئے  
 اور وہاں اُترے۔ شہاب خاں دوسری طرف ایک وسیع جگہ میں جو  
 میران پور کے نام سے مشہور ہے اُترا۔ ابھی ایک پہر دن بھی نہ چڑھا  
 تھا کہ ان لوگوں نے خیمے گاڑنے شروع کر دیئے۔ فوج ابھی تک  
 راہ میں ہے۔ کچھ لوگ آئے تھے۔ کچھ آ رہے تھے۔ اسباب سب  
 اونٹوں پر تھا۔ اس درمیان میں خان پور دروازے سے دو سو آدمی  
 نکلے ایسا سمجھا گیا کہ گھوڑوں کو پانی پلانے کے واسطے نکلے ہیں۔  
 جب قلعے کے دروازے سے دو تین تیر کے فاصلے کے برابر آگے  
 آئے تو نہو تین چار سو قوم کا قصبی کے سواروں کی فوج کے ساتھ

سر پر چتر اور چھتری سایہ کے واسطے لگائے ہوئے اور اُن کے پیچھے قریب دوسو سوار مغل آہستہ آہستہ آئے۔ شہر کی خلقت تماشا دیکھنے کے واسطے پیادہ بہت تھی۔ لیکن ہراول اور غول چھ سات سو سے زیادہ نہ تھے۔ اور شہاب خاں کی فوج تین ہزار سے زیادہ تھی۔ شہاب خاں نے ہمارے پاس آدمی بھیجا کہ تم راستے پر ہو ہوشیار رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے پیچھے سے تم پر حملہ کر دیں۔ ہم لوگ سو سوار بھی نہ تھے۔ ہم نے عثمان پور سے گاڑیاں لے کر راہ بند کر دی۔ تاکہ آنے کا راستہ نہ رہ جائے۔ وہ لوگ اس بلندی کے نیچے سے جس پر ہم لوگ کھڑے تھے آہستہ آہستہ شہاب خاں کی فوج کی طرف متوجہ ہوئے جو نیچے کھڑی تھی۔ شہاب خاں ٹیلے پر تھا اعتماد خاں قیام گاہ کے داہنے طرف اسی سواروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ فقیر اور کرم علی آگے بڑھ کر تماشا دیکھنے لگے۔ اس طرف سے ہوائی بندوق چلا تے تھے۔ اعتماد خاں نے شور مچایا کہ لوٹ جاؤ کہیں بندوق سے زخمی نہ ہو جاؤ۔ ہم لوگ کے پاس تیر کمان تک نہ تھے۔ بندوق کا کیا ذکر ہے۔ ہم تو آدھی رات کو شہاب خاں کے لانے کے واسطے اس طرح چلے تھے جیسے کوئی بارغ کی سیر کے واسطے جاتا ہے۔ الغرض جوں ہی ننو کے ہراول نے جو صرف

دوسو نفل تھے۔ شہاب خاں کی فوج پر حملہ کیا وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور کچھ لوگ ننو کے ہراول میں مل گئے۔ تھوڑی دیر لڑکوں کا کھیل ہوتا رہا۔ ایک چشم زدن میں ان کا مجمع متفرق ہو گیا۔ اور شہاب خاں یلغار کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہوا۔ اعتماد خاں نے فقیروں سے کہا کہ ہم کیا کریں۔ فقیروں نے کہا کہ ہم کو شہاب خاں سے مل جانا چاہیے۔ ہم اُن کے پیچھے چلے وہ ایک رات کے بعد پٹن پہنچے اور ہم تین رات کے بعد۔ اور ہماری مددگار فوج جو تین ہزار تھی اور پیچھے رہ گئی تھی وہاں آ پہنچی۔

الحمد للہ تمام شد

—\*~\*~\*~\*

(باہتمام حکیم حافظ محمد سلیم مسلمان سنی پریس کالج پورہ)

(شہر الہ آباد میں چھپی)



